في ضوء الكتاب والسنة

تأليف فضيلة الشيخ/ د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني حفظه الله تعالى

اردو ترجمہ بقلم:

ابو عبد اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

مترجم سے رابطہ کے لئے:

Mobile: +91-9773026335 • Tel.: +91-22-25355252
E-Mail: inayatullahmadani@yahoo.com

نور الهدى
وظلمات الضلال
في ضوء الكتاب والسنة
تأليف الفقير إلى الله تعالى
د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني
١٧ ر. س.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده أما بعد

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية [رسمي] في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابة راجعنا منها ١٤ كتابة فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحداً، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه

الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيراً.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوك ومحبك في الله

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

فإن الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله هندي الجنسية معروف لدي منذ دهر طويل بسلامة المنهج والمعتقد، وقد كان داعية (رسمي) في مكتب الجاليات والدعوة والإرشاد بمدينة عنيزة بالمملكة العربية السعودية، ثم انتقل للدراسة في الجامعة الإسلامية كلية الحديث الشريف وتخرج بتقدير ممتاز، ولمعرفتي بسلامة منهجه أذنت له بترجمة أي كتاب من كتبي يرغب في ترجمته، وقد ترجم لي إلى الآن خمسة عشر كتابا، راجعنا منها أربعة عشر كتابا فوجدناها مترجمة ترجمة سليمة على منهج أهل السنة والجماعة.

وأوصي من يرى تزكيتي هذه أن يجعل الشيخ عنايت الله محل الثقة فإنه كذلك، سواء كان ذلك في الترجمة أو غيرها من الأعمال، لأمانته، وصدقه، وسلامة معتقده، هكذا أحسبه والله حسيبه ولا أزكي على الله أحدا. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

قاله وكتبه الفقير إلى الله تعالى

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

بسم الله الرحمن الرحيم

من سعيد بن علي بن وهف القحطاني إلى الأخ الشيخ عنايت الله بن حفيظ الله سلمه الله تعالى.

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته أما بعد:

فأرجو إرسال كل كتاب تترجمونه من كتبي إلى موقع دار الإسلام بعد مراجعته، حتى ينشر في هذا الموقع المبارك، والله أسأل أن يجعل ذلك في موازين حسناتكم وجزاكم الله خيرا.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

أخوك ومحبك في الله

د. سعيد بن علي بن وهف القحطاني

١٤٣١/٥/١١هـ

پیش لفظ

الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون، والصلاة والسلام على النبي المصطفى الذي أرسله الله شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً بارہ مقامات پر مختلف انداز واسلوب میں نور اور ظلمات کو اکٹھا ذکر کیا ہے، چنانچہ کہیں لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لانے کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور** ﴾[البقرہ:۲۵۷]۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی اور کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿**يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات إلى النور بإذنه**﴾[المائدہ:١٦]۔

اس (قرآن مجید) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں جو رضاء رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿**هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظمات إلى النور**﴾[الاحزاب:۴۳]۔

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے۔

اور کہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**الر، كتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور بإذن ربهم إلى صراط العزيز الحميد**﴾[ابراہیم:۱]۔

الر! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور وإن الله بكم لرءوف رحيم﴾ [الحدید:۹]۔

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿رسولاً يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات إلى النور﴾ [الطلاق:۱۱]۔

رسول جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ سناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

اور ایک جگہ موسیٰ علیہ السلام کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا أن أخرج قومك من الظلمات إلى النور﴾[ابراہیم:۵]۔

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال۔

اور کہیں نور وظلمات، ہدایت وضلالت، کفر وایمان اور حق وباطل کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور﴾[الانعام:۱]۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور نور بنایا۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[الانعام:۱۲۲]۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور﴾[الرعد:١٦]۔

کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير، ولا الظلمات ولا النور﴾ [فاطر:١٩،٢٠]۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔

اور ایک جگہ روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لانے والے طاغوتوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿والذين كفروا أولياء هم الطاغوت يخرجونهم من النور إلى الظلمات﴾ [البقرة:٢٥٧]۔

اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔

نیز اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو تاریکیوں سے روشنی میں لانے کا ذریعہ بنایا ہے، ارشاد ہے:

﴿الر كتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور ﴾[ابراہیم:١]۔

الر! یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"...وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور [هو حبل الله المتين من اتبعه كان على الهدى، ومن تركه كان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به"(١)۔

...اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ اور اپنی کتاب کو ''نور'' کہا ہے اور ان میں تاریک دلوں اور روحوں میں ایمان ویقین کے چراغ روشن کرنے کی قوت وصلاحیت ودیعت فرمائی ہے لیکن نور کا حقیقی مصدر ومنبع خود اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس کی ذات سراپا نور ہے، اس کا حجاب نور ہے، وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ''النور'' ہے، چنانچہ جسے اللہ کا نور نصیب ہوا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جو اللہ کے نور سے محروم ہوا ضلالت

(١) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۴/۱۸۷۳، حدیث (۲۴۰۸)۔

وگمراہی اس کا مقدر بن گئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور﴾ [النور:٤٠]۔

اور جسے اللہ تعالیٰ ہی نور عطا نہ کرے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إن الـلـه عـز وجـل خـلـق خـلـقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره، فمن أصابه من ذلك النور اهتدى، ومن أخطأه ضل، فلذلك أقول: جف القلم على علم الله" (١)۔

اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر اپنا نور ڈالا، جسے اس نور کا حصہ حاصل ہوا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جسے حاصل نہ ہوا وہ گمراہ ہوگیا، اسی لئے میں کہتا ہوں: اللہ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔

مذکورہ تمام آیات واحادیث میں نور سے مراد توحید، اخلاص، اسلام، ایمان، سنت، تقویٰ، علم، یقین، اطاعت، حق اور ہدایت کا نور ہے اور اسی طرح ظلمات (تاریکیوں) سے مراد شرک، کفر، الحاد، نفاق، بدعت، جہالت، شک، معاصی، باطل اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیاں ہیں۔

رئیس المفسرین علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین آیت کریمہ:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور﴾ [الحدید:٩]۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندہ محمد ﷺ پر واضح آیتیں، مسکت حجت وثبوت، روشن دلائل اور قطعی براہین نازل فرماتا ہے، اور ان میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے، تاکہ رسول ﷺ اور آپ پر نازل کردہ کتاب وحکمت کو بھیج کر لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، جہالت اور باہم متعارض آراء کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وتوحید اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔ یہ (درحقیقت) اپنے بندوں پر اللہ کی رحمت اور اس کا احسان ہے، چنانچہ ہر طرح کا شکر، حمد اور اچھی ثناء اسی کے لئے ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار'' (٢)۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ اس معنیٰ کی ایک دوسری آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(١) جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامہ، ٥/٢٦، حدیث (٢٦٤٢) اور انھوں نے فرمایا ہے کہ ''یہ حدیث حسن ہے''، ومسند احمد، ٢/١٧٦، نیز امام حاکم نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ١/٣٠، علامہ البانی نے اس کی سند کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/١٠٧٦) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(٢) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ٢٣/١٧٣، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ١٧/٢٣٠، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ٣/٣٠٧، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ٨٧٧۔

''کفر' بدعت' نافرمانی' جہالت' اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان' سنت' اطاعت' علم اور یاد و بیداری کی روشنی کی طرف لاتا ہے''(۱)۔

واضح رہے کہ دنیا میں ان معنوی انوار سے سعادتمندوں کو اللہ عزوجل ان کے ایمان وعمل صالح کے بقدر آخرت میں حسی اور ظاہری انوار سے نوازے گا جن کی روشنی میں وہ قبر وحشر اور پل صراط کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بآسانی چلیں گے، ارشاد باری ہے:

﴿یوم لا یخزي الله النبي والذین آمنوا معه نورهم یسعی بین أیدیهم وبأیمانهم یقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفرلنا إنک علی کل شيء قدیر﴾ [التحریم:۸]۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا(۲) اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب' اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہو جائے گی، بعینہ یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کھلی نگاہوں سے نظر آئے گا، اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا (بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی''(۳)۔

اسی طرح جو لوگ اس دنیا میں اللہ کے معنوی انوار سے محروم ہوئے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گھرے رہے وہ قبر وحشر اور پل صراط کی گھپ تاریکیوں میں بھی رب ذوالجلال کے حسی انوار سے محروم رہیں گے، جبکہ انہیں اس نازک موقع پر روشنی کی سخت ضرورت ہوگی، اللہ عزوجل نے اس صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، ص ۱۸۸۔

(۲) دیکھئے: مسند احمد، ۲/ ۷۷، ۲/ ۲۲۲، وشرح مسند احمد از علامہ احمد شاکر، حدیث (۶۶۵۰، ۷۰۷۲)۔

(۳) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، از علامہ ابن قیم، ۲/ ۸۶۔

﴿يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب، ينادونهم ألم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الأماني حتى جاء أمر الله وغركم بالله الغرور﴾ [الحدید:۱۳، ۱۴]۔

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکہ میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکہ میں ہی رکھا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہمیں اپنی رحمت سے دنیا وآخرت میں اپنے معنوی وحسی انوار سے سرفرازمندوں میں شامل فرمائے (آمین)۔

زیر نظر کتاب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ کی ایک مایہ ناز تصنیف ہے جسے آں موصوف نے کتاب وسنت اور عقائد کے ایک سوستر مراجع ومصادر کی مدد سے بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا ہے اور نور وظلمات کے مذکورہ مفہوم کی روشنی میں سات مباحث میں توحید، اخلاص، اسلام، ایمان، سنت اور تقویٰ کے نور اور ان کے بالمقابل شرک، ریاکاری، کفر، نفاق، بدعت اور معاصی کی تاریکیاں بیان فرمائی ہیں اور حسب عادت موضوع کے تمام جزویات کو کتاب وسنت اور اقوال سلف کے دلائل سے آراستہ کیا ہے۔

کتاب کی اہمیت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ ایمانیات کے باب میں اتنی شرح وبسط کے ساتھ اردو زبان میں کوئی کتاب مجھ طالب علم کی کوتاہ نظر کے مطابق ابتک موجود نہیں ہے، ان شاء اللہ العزیز یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو حلقہ میں ایک اضافہ ثابت ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف کو ان کی ان کوششوں پر جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

واضح رہے کہ اس کتاب کے ساتوں مباحث مولف کے مقدمہ کے ساتھ الگ الگ رسالوں کی شکل میں بھی شائع ہوئے ہیں اور راقم کے قلم سے ان کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، اب اللہ کی توفیق سے یہ کتاب اصل کتاب کی طرح دو دفتیوں کے درمیان یکجا شائع ہو رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو بھی اصل کتاب کی طرح نفع بخش

بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

راقم کی یہ بارہویں طالبعلمانہ کاوش ہے جو اللہ کی توفیق سے زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے' میں سب سے پہلے اپنے اللہ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی وتربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وعقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے اور اسے ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اسی طرح اپنی اہلیۂ اہل خانہ نیز اساتذۂ کرام اور جملہ معاونین کا شکر ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

بعدہ فاضل برادران شیخ ابو المکرّم بن عبد الجلیل رحمہ اللہ [1] اور شیخ عبد الہادی عبد الخالق مدنی حفظہ اللہ (داعیہ ومترجم مکتب توعیۃ الجالیات بالاحساء) کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود انتہائی شرح صدر کے ساتھ کتاب پر نظر ثانی کی اور تصحیح فرمائی اور حسب ضرورت مفید مشوروں سے نوازا، فجزاھما اللہ عنی خیر الجزاء۔

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ کتاب کے سات مباحث میں سے پانچ پر نظر ثانی شیخ ابو المکرّم رحمہ اللہ نے کی ہے اور (اول وآخر) دو مباحث پر نظر ثانی شیخ عبد الہادی مدنی حفظہ اللہ نے، سرورق پر شیخ ابو المکرّم رحمہ اللہ کا نام تغلیباً رکھا گیا ہے، میں دونوں احباب کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ اردو داں حلقہ کو فائدہ پہنچائے نیز اس کے مؤلف، مترجم، مصحح' ناشر اور جملہ معاونین کو اخلاص قول وعمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

مدینہ طیبہ: ابو عبد اللہ/ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی

۶/شوال بروز منگل برائے رابطہ: ۰۵۰۸۶۷۲۸۵۹

(۱) فاضل بھائی مخلص دوست شیخ ابو المکرّم عبد الجلیل رحمہ اللہ مورخہ ۱۰/۱۲/ ۱۴۲۵ھ کو وفات پاگئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ موصوف ایک تقویٰ شعار، متحمل مزاج، سنجیدہ فکر، ملنسار، علم دوست اور ہر دل عزیز انسان تھے، آپ دعوت کتاب وسنت کے ایک باغیرت اور فعال رکن تھے، آپ کی دینی اور دعوتی سرگرمیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی تالیفات وترجمات کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی علمی ودعوتی کوششوں کو آپ کے نامۂ اعمال صالحہ کا حصہ بنائے اور آپ کی خطاؤں کو معاف فرما کر اپنی بے پایاں رحمتوں سے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ (مترجم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمۃ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وسلم تسليماً كثيراً، أما بعد :

''ہدایت کے نور اور ضلالت کی تاریکیوں'' کے بیان میں یہ ایک رسالہ ہے جس کے اندر میں نے مختصر طور پر اسلام، ایمان، توحید، اخلاص، سنت اور تقویٰ کے نور کی وضاحت کی ہے، اسی طرح کفر، شرک، نفاق، اخروی عمل سے دنیا طلبی، بدعت اور معاصی کی تاریکیوں کو بیان کیا ہے، اور یہ تمام چیزیں قرآن کریم وسنت مطہرہ کے دلائل وبراہین سے مزین وآراستہ ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عز وجل نے محمد ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائیں (۱)، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الر كتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور بإذن ربهم إلى صراط العزيز الحميد﴾ (۲)۔

الر یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اس لئے اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی (یعنی) غالب، لائق تعریف (اللہ) کے راستہ کی طرف لائیں۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للطبری، ۵۱۲/۱۶۔

(۲) سورۃ ابراہیم: ۱۔

میں نے اس بحث کو سات مباحث میں تقسیم کیا ہے، ہر مبحث کے تحت چند مطالب اور ہر مطلب کے تحت چند مسالک ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا مبحث: نور وظلمات کتاب وسنت کے آئینہ میں۔

دوسرا مبحث: توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں۔

تیسرا مبحث: اخلاص کا نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں۔

چوتھا مبحث: اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں۔

پانچواں مبحث: ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں۔

چھٹا مبحث: سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں۔

ساتواں مبحث: تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں۔

میں اللہ عظیم و برتر، عرش کریم کے رب سے اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس معمولی اور تھوڑے عمل کو مبارک اور اپنے رخ کریم کے لئے خالص بنائے اور اس کے ذریعہ مجھے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے نفع پہنچائے بیشک وہ سب سے بہتر ذات ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اللہ دونوں جہاں کے رب کے لئے ہی لائق وزیبا ہیں، کامل واکمل درود وسلام نازل ہوں پوری انسانیت کے سردار ہمارے نبی محمد ﷺ پر، آپ کے تمام آل واصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

مؤلف

بروز چہارشنبہ مطابق ۱۴۱۹/۳/۲۸ھ

پہلا مبحث:

نوروظلمات کتاب وسنت کے آئینہ میں

پہلا مطلب: نوروظلمات قرآن کریم کے آئینہ میں

اللہ کی کتاب (قرآن کریم) میں نوروظلمت کا ذکر بہت ساری آیات میں آیا ہے، جس میں نور کے حصول کی خاطر کوشش اور اللہ سے اس کا سوال کرنے کی ترغیب نیز تاریکیوں سے دور رہنے اوران سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا پتہ چلتا ہے، ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل نے منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿مثلهم كمثل الذي استوقد ناراً فلما أضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمات لا يبصرون، صم بكم عمي فهم لا يرجعون﴾(۱)۔

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہوگئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کردیا اور انھیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے، گونگے اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔

حضرات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مقاتل، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نفاق میں ان منافقوں کی مثال

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۷، ۱۸۔

اس شخص جیسی ہے جو کسی تاریک رات میں کسی صحراء میں آگ روشن کرے، اس سے حرارت حاصل کرے اور اسے اپنے اردگرد کی چیزیں نظر آنے لگیں، اور (نتیجۃً) جس چیز سے وہ خائف تھا وہ خوف اس سے جاتا رہے' اور ابھی اسی حال میں ہو کہ یکایک اس کی آگ گل ہوجائے اور وہ تاریکی میں حیران وپریشان سراسیمہ پڑا رہ جائے، چنانچہ اسی طرح منافقین بھی ہیں کہ کلمۂ ایمان (شہادتین) کے اظہار سے ان کے مال واولاد محفوظ ہوئے، مومنوں کے ساتھ شادی بیاہ اور وراثت کے معاملات طے پائے، اموال غنیمت میں ان کے ساتھ حصہ بٹایا، یہ ان کا نور ہے، اور جب یہ منافقین مریں گے تو پھر دوبارہ اسی تاریکی اور خوف وہراس سے دوچار ہوں گے(۱)۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''آیت کریمہ کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو قتادہ اور ضحاک نے کی ہے، اور جو علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے''(۲)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان منافقین نے اللہ' اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں' رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ظاہر کیا' جس کے سبب دنیا میں ان کی جان ومال کی حفاظت اور ان کی نسل کی امن وسلامتی کا فیصلہ کیا گیا، بعینہ اسی طرح جس طرح آگ روشن کرنے والا آگ سے روشنی حاصل کرلے' یہاں تک کہ جب اس کی روشنی سے فائدہ اٹھالے اور اپنے اردگرد کی چیزیں دیکھ لے تو اس کی آگ بجھ جائے اور اس کی روشنی جاتی رہے، اور حسب سابق دوبارہ تاریکی اور حیرانی میں مبتلا ہوجائے، چنانچہ اللہ عزوجل قیامت کے روز ان کی روشنی گل کردے گا' اور وہ مومنوں سے ٹھہرنے (انتظار کرنے) کا مطالبہ کریں گے تاکہ ان کے نور سے روشنی حاصل کرسکیں، تو ان سے کہا جائے گا: اپنے پیچھے کی طرف پلٹو اور روشنی تلاش کرو(۳)، چنانچہ وہ آخرت میں قبر کی تاریکی' کفر کی تاریکی' نفاق کی تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی

---

(۱) تفسیر البغوی، ۱/۵۳۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۴، اور ان کے قول کے لئے اپنی سند ۱/۳۲۳ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱/۳۲۶، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱/۲۳۰۔

تاریکیوں سے دوچار رہوں گے(۱)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے تھے اور پھر ایمان کے بعد کفر کیا تھا، چنانچہ رقمطراز ہیں: ''اس مثال کی تقدیر (وضاحت) یوں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے (اپنانے) اور بصیرت کے بعد اندھے پن کا شکار ہوجانے میں ان کی تشبیہ اس شخص سے دی ہے جو آگ روشن کرے اور جب اس کے اردگرد روشنی پھیل جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھالے اور اپنے دائیں بائیں کی چیزیں دیکھ لے اور اس سے خوش ہوجائے اور ابھی وہ اسی حالت میں ہو کہ یکا یک اس کی آگ گل ہوجائے اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ہوجائے' نہ اسے نظر آئے اور نہ ہی وہ راستہ پا سکے' اس پر مستزاد یہ کہ وہ بہرا ہو سن نہ سکے' گونگا ہو بول نہ سکے' اندھا ہو جسے روشنی کے باوجود بھی نظر نہ آئے' جس کے سبب وہ اپنی پہلی جگہ لوٹ بھی نہ سکتا ہو، چنانچہ ہدایت کے عوض ضلالت اور راہ راست کے بدلے گمراہی اختیار کرنے میں یہ منافقین بھی اسی طرح ہیں، اور اس مثال سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ ایمان لائے تھے' پھر (دوبارہ) کفر اختیار کر لیا تھا'' (۲)۔

نیز (امام ابن کثیر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ''امام ابن جریر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہاں جن کی مثال بیان کی گئی ہے وہ کبھی بھی ایمان سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے' اور انھوں نے اس پر (درج ذیل) فرمان باری سے استدلال کیا ہے:

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ (۳)۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

جبکہ درست بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں ان کے حالت نفاق اور کفر کی خبر دی جا رہی ہے، اور اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس سے قبل کبھی ایمان سے بہرہ ور ہوئے ہوں اور پھر محروم کر دیئے

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۷۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم، ۱/۵۱۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۸۔

گئے ہوں، اوران کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہو، امام ابن جریر رحمہ اللہ کو یہ آیت کریمہ متحضر نہ تھی:

﴿ذلک بأنهم آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون﴾(١)۔

یہ اس لئے کہ یہ ایمان لائے، پھر کفر کیا، چنانچہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، تو وہ سمجھنے کے لائق ہی نہ رہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کی بات ختم ہوئی (٢)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان کی حالت کے مطابق ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی ہو' یعنی وہ شخص گھپ اندھیرے میں ہو اور آگ کی ضرورت شدید تر ہو، چنانچہ وہ کسی اور سے آگ روشن کرائے' خود اس کے پاس تیار بھی نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہو، چنانچہ جب آگ سے اس کے آس پاس کی جگہ روشن ہو جائے اور وہ اپنی جائے قیام اور اس کی خوفناکیوں اور خطرناکیوں کو دیکھ لے اور اس سے مامون ومحفوظ ہو جائے' اور اس سے فائدہ اٹھا لے' اس سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے' اور وہ یہ محسوس کر لے کہ حالات اس کے قابو اور بس میں ہیں' اور ابھی وہ اسی حال میں ہو کہ اچانک اللہ تعالیٰ اس کی روشنی غائب کر دے اور اس سے اس کا نور زائل ہو جائے، اور اسی کے ساتھ اس کی خوشی ومسرت بھی جاتی رہے اور وہ بڑی سخت تاریکی میں جلانے والی آگ کے پاس پڑا رہ جائے، ایسی آگ جس کی چمک اور روشنی جا چکی ہو محض جلانے کا وصف ہی باقی رہ جائے، اور نتیجہ یہ ہو کہ وہ رات کی تاریکی' بدلی کی تاریکی' بارش کی تاریکی اور روشنی کے بعد آنے والی تاریکی جیسی متعدد تاریکیوں میں جا پڑے' تو ایسے شخص کی کیا حالت ہوگی؟؟

چنانچہ اسی طرح یہ منافقین بھی ہیں کہ انھوں نے مومنوں سے ایمان کی روشنی مانگی جبکہ خود ان کا یہ وصف نہ تھا اور وقتی طور پر اس سے روشنی حاصل کی' فائدہ اٹھایا جس کے نتیجے میں ان کے خون معاف کر دیئے گئے، ان کے اموال کی حفاظت ہوگئی، اور دنیا میں بھی ایک قسم کا امن حاصل ہوا، اور ابھی اسی حالت میں تھے کہ یکا یک موت نے ان پر حملہ کیا اور ان سے اس نور سے فائدہ اٹھانا سلب کر لیا، اور وہ ہر طرح کے فکر وغم اور

---

(١) سورۃ المنافقون: ٣۔

(٢) تفسیر القرآن العظیم، ١/٥١۔

عذاب سے دوچار ہوئے، اور انہیں قبر کی تاریکی، کفر کی تاریکی، نفاق کی تاریکی اور قسم قسم کے گناہوں کی تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑا اور (یہی نہیں بلکہ) اس کے بعد جہنم کی تاریکی کا سامنا کرنا پڑا جو کہ انتہائی بدترین جائے سکونت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ﴿صم﴾ یعنی خیر و بھلائی کی سماعت سے بہرے ﴿بکم﴾ بھلائی کی بات کہنے سے گونگے اور ﴿عمي﴾ یعنی حق کے مشاہدہ سے اندھے ہیں، ﴿فهم لا يرجعون﴾ لہٰذا وہ پلٹ نہیں سکتے، کیونکہ انہوں نے حق کی معرفت کے بعد حق کو ترک کردیا اور پس پشت ڈال دیا ہے، اس لئے وہ اس کی طرف نہیں پلٹ سکتے، برعکس اس کے جس نے جہالت کی بنیاد پر حق کو ترک کردیا ہو، اسے اس کی سمجھ ہی نہ ہو، تو ایسا شخص ان کی بہ نسبت حق کی قبولیت سے قریب تر ہوتا ہے" (١)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دشمن منافقوں کو ان لوگوں سے تشبیہ دی ہے جنھوں نے آگ روشن کی ہو، جس سے وہ روشنی حاصل کرسکیں اور فائدہ اٹھا سکیں، اور جب آگ روشن ہوجائے تو وہ اس کی روشنی میں اپنے نفع ونقصان کی چیزیں دیکھ لیں، اور چونکہ وہ مسافر تھے جو راستہ کھو بیٹھے تھے اور اس غرض سے آگ روشن کی تھی کہ راستہ دیکھ سکیں اس لئے حیرانی اور راستہ کھونے کے بعد راستہ بھی دیکھ لیں، چنانچہ جب آگ سے ان کی روشنی کا سامان ہوجائے اور وہ راستہ دیکھ لیں تو یہ روشنیاں گل ہوجائیں اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹکتے رہ جائیں اور ان کے لئے ہدایت و راہیابی کے تینوں دروازے بند ہوجائیں؛ کیونکہ ہدایت بندے کے اندر تین راہوں سے داخل ہوتی ہے، ایک جسے وہ اپنے کان سے سنتا ہے، دوسرے جسے وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اور تیسرے جسے وہ اپنے دل سے سمجھتا ہے، اور جب ان لوگوں پر ہدایت کے سارے دروازے بند ہوچکے ہیں تو ان کے دل نہ کچھ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے حق میں نفع بخش چیزیں سمجھ سکتے ہیں" (٢)۔

نیز امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کو، اپنے رسول کو، اپنے دین کو اور اپنی ہدایت کو نور قرار دیا ہے، اور اللہ عزوجل کے ناموں میں ایک نام بھی "النور" ہے اور نماز بھی

---

(١) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ٢٧۔

(٢) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ٢/٦٣۔

نور ہے، چنانچہ اللہ عز وجل کے ان کے نور کو سلب کر لینے سے یہ سارے انوار ختم ہو جائیں گے'' (۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ: ''رسولوں کی اطاعت سے خروج (اعراض) کرنے والے دس قسم کی تاریکیوں میں بھٹکیں گے، طبع کی تاریکی، جہالت کی تاریکی، خواہش نفس کی تاریکی، قول کی تاریکی، عمل کی تاریکی، داخل ہونے کی تاریکی، نکلنے کی تاریکی، قبر کی تاریکی، قیامت کی تاریکی، اور دار قرار (جہنم) کی تاریکی، چنانچہ تاریکی انہیں تینوں مراحل (دنیا، برزخ اور آخرت) میں لازم (گھیرے ہوئے) ہوگی، جبکہ رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے متبعین دس قسم کی روشنیوں میں داد عیش دیں گے، اور اس امت (محمدیہ) اور اس کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو اس کے علاوہ کسی اور امت کے لئے نہ ہوگا اور اس امت کے نبی (محمد ﷺ) کے لئے ایسا نور ہوگا جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے لئے نہ ہوگا'' (۲)۔

(۲) اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿أو كصيب من السماء فيه ظلمات ورعد وبرق يجعلون أصابعهم في آذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكافرين، يكاد البرق يخطف أبصارهم كلما أضاء لهم مشوا فيه و إذا أظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم إن الله على كل شيء قدير﴾ (۳)۔

یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

(۱) حوالہ سابق، ۲/۳۵، نیز دیکھئے: ۲/۴۴۔

(۲) حوالہ سابق، ۲/۴۳۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۱۹، ۲۰۔

یہ ایک دوسری مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے بیان فرمائی ہے، مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آگ روشن کرنے والے سے ان کی تشبیہ دیں اور چاہیں تو ''اہل صیب''، یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دیں۔

''صیب'' کے معنیٰ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت کریمہ کی ابتدا میں) ''أوْ'' (یا) بمعنیٰ واوٴ یعنی اور کے ہیں' مقصود یہ ہے کہ (آگ روشن کرنے والے) اور بارش (دونوں) سے ان کی تشبیہ دیں، ﴿فيه ظلمات﴾ (جس میں تاریکیاں ہوں) یعنی شب کی تاریکی' بدلی کی تاریکی اور بارش کی تاریکی' ﴿ورعد﴾ (گرج) بادل سے سنائی دینے والی آواز کو کہتے ہیں، ﴿وبرق﴾ (اور بجلی' چمک) ''برق'' بادل کے ساتھ نظر آنے والی تیز چمک اور روشنی کو کہتے ہیں، ﴿كلما أضاء لهم﴾ یعنی جب جب ان تاریکیوں میں بجلی چمکتی ہے ﴿مشوا فيه﴾ تو وہ اس کے سہارے چلتے ہیں' ﴿وإذا أظلم عليهم قاموا﴾ اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں' یعنی حیران وپریشان ہو کر ٹھہر جاتے ہیں(۱)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے کفر ونفاق میں ان کی مثال کچھ ایسے لوگوں سے دی ہے جو تاریک شب میں کسی چٹیل میدان میں ہوں' ساتھ ہی بارش سے بھی دوچار ہوں جس میں تاریکیاں ہوں' جس کا وصف یہ ہے کہ ایسی صورت میں چلنے والے کے لئے چلنا ممکن نہیں، اور اس میں ''صواعق'' (سخت قسم کی آواز' بادل کی کڑک) ہوں جس کا وصف یہ ہے کہ اس کی ہولناکی اور خوفناک آواز سننے والے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں، اور ''برق'' (بجلی) ہو جس کا وصف یہ ہے کہ اندیشہ ہے کہ ان کی نگاہوں کو اچک لے اور تیز چمک سے انہیں بے نور کر دے، یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور اس کے ساتھ کافروں اور منافقوں کے سلوک وبرتاوٴ کے سلسلہ میں بیان فرمائی ہے، چنانچہ ''بارش'' قرآن کریم ہے، کیونکہ جس طرح بارش جسموں کی زندگی ہے اسی طرح قرآن کریم دلوں کی زندگی (روح) ہے، اور

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للطبری ۱/۳۳۳ تا ۳۶۲، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱/۲۳۳ تا ۲۴۲، وتفسیر البغوی، ۱/۵۳، ۵۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/۵۳، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۲۷۔

تاریکیوں سے مراد کفر وشرک (کی غلاظتیں) ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے، اور ''رعد'' بادل کی کڑک سے مراد وعیدیں اور جہنم کا ذکر وغیرہ ہیں جن سے بندوں کو ڈرایا گیا ہے، اور ''برق'' بجلی سے مراد قرآن کریم میں بیان کردہ ہدایت وبیان' نیک وعدے اور جنت کا ذکر وغیرہ ہیں، چنانچہ منافقین قرآن کریم کی تلاوت کے وقت (اس کی طرف) دل کے میلان کے خوف سے اپنے کانوں کو بند کرلیا کرتے تھے، کیونکہ ایمان ان کے نزدیک کفر ہے اور کفر موت ہے، ﴿**یکاد البرق یخطف أبصارهم**﴾ یعنی اندیشہ ہے کہ بجلی ان کے دلوں کو روشن کردے(۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ آیت کریمہ کی تفسیر ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''چنانچہ یہی منافقین کی حالت ہے کہ جب وہ قرآن' اس کے اوامر ونواہی' اس کے وعدے' اس کے منع کردہ امور' اور اس کی وعید سنتے ہیں تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اس کے امر ونہی اور وعد وعید سے اعراض کرتے ہیں، چنانچہ اسکی وعیدیں اسے خوف میں مبتلا کردیتی ہیں اور اس کے وعدے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں، لہٰذا وہ اس سے حسب الامکان حد درجہ اعراض کرتے ہیں، اور اسی طرح اسے ناپسند کرتے ہیں جس طرح بارش والا شخص بادل کی گرج سن کر موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے، بارش والے کو تو بسا اوقات سلامتی حاصل ہو بھی جاتی ہے لیکن منافقین کے لئے سلامتی کہاں؟ اللہ عزوجل اپنے علم وقدرت کے ذریعہ انہیں گھیرے میں لئے ہوئے ہے، وہ اس سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی اسے عاجز کرسکتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف ان کے اعمال محفوظ کررہا ہے اور انہیں اس کا پورا پورا بدلہ دے گا، اور چونکہ وہ بہرے پن' گونگے پن اور معنوی اندھے پن سے دوچار ہیں اور ان کے لئے ایمان کی راہیں مسدود ہیں، اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم**﴾ یعنی اگر اللہ چاہے تو ان کی حسی سماعت وبصارت چھین لے' اس سے انہیں دنیوی عقاب (سزا) سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ ڈریں اور اپنے بعض شر ونفاق سے اجتناب کریں ﴿**إن الله على كل شيء قدير**﴾ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا کوئی بھی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی، اور اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ جب وہ

(۱) تفسیر البغوی، ۱/۵۴۔

کوئی چیز چاہتا ہے تو بلا کسی روک ٹوک اور معارض کے کرگزرتا ہے''(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے منافقوں کے لئے بیان کردہ آتش کی مثال ذکر کرنے کے بعد بڑی عمدہ گفتگو فرمائی ہے' چنانچہ رقمطراز ہیں:''پھر (اللہ) نے پانی کی مثال کے ذریعہ ان کا حال بیان فرمایا' چنانچہ ''اصحاب صیب''یعنی بارش والوں سے ان کی تشبیہ دی (صیب کے معنیٰ آسمان سے نازل ہونے والی بارش کے ہیں) جس میں تاریکیاں' کڑک اور بجلی ہو، چنانچہ ان کی عقل وبصیرت کی کمزوری کے سبب قرآن کریم کی زجر آمیز آیتیں' اس کے وعدو عید' اس کی دھمکیاں' اس کے اوامر ونواہی اور تیز قسم کی چیخوں کے مثل اس کا خطاب سخت ہوگیا، اس لئے ان کی حالت اس شخص کی سی ہے جو اس بارش سے دوچار ہو جس میں تاریکی' کڑک اور بجلی ہو، تو وہ اپنی کمزوری اور خوف کے سبب سخت قسم کی چیخ کے ڈر سے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لے''(۲)۔

(۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور والذين كفروا أولياؤهم الطاغوت يخرجونهم من النور إلى الظلمات أولئک أصحاب النار هم فيها خالدون﴾(۳)۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی (دوست) ہے انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے' اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں' یہ جہنمی لوگ ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل مومنوں کا معاون ومددگار ہے' اپنی نصرت وتوفیق کے ذریعہ ان کی دیکھ ریکھ کرتا ہے اور انہیں کفر' شرک اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان' توحید اور ہدایت کی روشنی کی

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۷۔

(۲) امثال القرآن، ص ۱۸، نیز دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلہ والجہمیہ، لابن القیم، ۲/ ۶۸، اس میں بڑی مفید بات مذکور ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

طرف لاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کفر کی مثال قرار دیا ہے، کیونکہ تاریکیاں آنکھوں کو چیزوں کے ادراک واثبات سے مانع ہوتی ہیں، اسی طرح کفر بھی دلوں کی بصارت کو ایمان کے حقائق کے ادراک اور اس کی صحت کے اسباب کی معرفت سے مانع ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کا ولی انہیں ایمان کی حقیقت' اس کی راہوں' اس کی دلیلوں کا دکھانے والا' ہدایت دینے اور پھران سے کفر کے اسباب اور دل کی بصیرت پر پڑنے والے دبیز پردوں کی تاریکیاں ختم کرکے ان کے شکوک وشبہات زائل کرنے والے دلائل وبراہین کی توفیق دینے والا ہے، اور جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت کا انکار کرکے اس کا کفر کیا ان کے دیکھ ریکھ کرنے والے معاون ومددگار ''طاغوت'' یعنی وہ شرکاء اور بت ہیں جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں، وہ انہیں ایمان کے نور سے نکال کر کفر اور اس کے شکوک وشبہات کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، جو دلوں کی بصارت اور ایمان کی روشنی' اس کی دلیلوں کے حقائق اور اس کی راہوں کے مشاہدہ کے درمیان حائل ہوتے ہیں(۱)۔

(۴) اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الناس قد جاء کم برهان من ربکم وأنزلنا إلیکم نوراً مبیناً، فأما الذین آمنوا بالله واعتصموا به فسیدخلهم في رحمةٍ منه وفضل ویهدیهم إلیه صراطاً مستقیماً﴾(۲)۔

اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے کھلی دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے لئے روشن نور اتارا ہے، تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے اپنا لیا' وہ عنقریب انہیں اپنی جانب سے فضل ورحمت میں داخل کرے گا، اور اپنی طرف صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا۔

اللہ عز وجل نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے عذر کو ختم کرنے والی دلیل وبرہان اور شبہات کو زائل کرنے والی حجت آچکی ہے، اور وہ محمد ﷺ ہیں جنھیں اللہ عز وجل نے حجت کے

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱/ ۳۱۸ و ۵/۴۲۴، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۳/ ۲۸۲۔

(۲) سورۃ النساء: ۴/ ۱۷۴، ۱۷۵۔

طور پر مبعوث فرما کر لوگوں کے لئے کوئی عذر و بہانہ باقی نہ چھوڑا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک واضح تابناک روشنی ''قرآن کریم'' بھی نازل فرمایا جو دوٹوک حجت اور ان راہوں کی نشاندہی کرتا ہے جو ان پر چلنے اور ان کی ضیا پاش کرنوں سے روشنی حاصل کرنے والوں کو اللہ کے عذاب اور اس کے دردناک عذاب سے نجات دہندہ امور کی رہنمائی کرتی ہیں(۱)۔

اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں پر نازل کردہ (دیگر) کتابوں میں بھی نور بنایا ہے' ارشاد ہے:

﴿إنا أنزلنا التوراة فيها هدى ونور﴾(۲)۔

بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل من أنزل الكتاب الذي جاء به موسى نوراً وهدى للناس﴾(۳)۔

آپ پوچھئے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جس کتاب کو لوگوں کے لئے ہدایت اور نور کی حیثیت سے لیکر آئے اسے کس نے اتارا۔

نیز عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

﴿وآتيناه الإنجيل فيه هدى ونور﴾(۴)۔

اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔

(تاہم) اللہ عزوجل نے قرآن کریم کو اتار کر ان تمام روشنیوں کو ختم کر دیا، چنانچہ وہ سب سے عظیم نور ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وأنزلنا إليك الكتاب بالحق مصدقاً لما بين يديه من الكتاب ومهيمناً عليه فاحكم بينهم بما أنزل الله﴾(۵)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان، ۹/ ۴۲۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/ ۵۶۰۔

(۲) سورۃ النور: ۴۴۔

(۳) سورۃ الانعام: ۹۱۔

(۴) سورۃ المائدہ: ۴۶۔

(۵) سورۃ المائدہ: ۴۸۔

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ذریعہ کتاب اتاری جو اپنے سے اگلی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ہے، لہٰذا ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ فرمان کے ذریعہ فیصلہ کیجئے۔

(۵) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين**﴾(۱)۔

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کھلی کتاب آئی ہے۔

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں جن کے ذریعہ اللہ نے حق روشن فرمایا، دین اسلام کو غلبہ وسربلندی عطا فرمائی اور شرک کی بیخ کنی کی، چنانچہ جو ان سے روشنی حاصل کرے وہ اس کے لئے نور ہیں اور حق کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿**يا أيها النبي إنا أرسلناک شاهداً ومبشراً ونذيراً، وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيراً**﴾(۲)۔

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

آپ کے حق روشن کرنے میں آپ کا یہودیوں کے لئے ان بہت ساری چیزوں کو واضح کرنا بھی شامل ہے جنہیں وہ کتاب میں چھپاتے تھے۔

اور فرمان باری: ﴿**و كتاب مبين**﴾ ''اور روشن کتاب'' سے مراد وہ کتاب ہے جس میں ان چیزوں کا بیان ہے جس کے بارے میں ان میں باہم اختلاف تھا، جیسے اللہ کی توحید، اس کے حلال وحرام اور اس کے دین کے احکام، اور وہ (روشن کتاب) قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے جو لوگوں کے لئے ان کے دین کے متعلق ضروری امور کی وضاحت کرتے ہیں تاکہ انہیں حق وباطل کا علم ہوجائے(۳)۔

---

(۱) سورۃ المائدہ: ۱۵۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۴۵، ۴۶۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۰/۱۴۳۔

﴿يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ويخرجهم من الظلمات إلى النور بإذنه ويهديهم إلى صراطٍ مستقيمٍ﴾(۱)۔

جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضاء رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔

﴿سبل السلام﴾ یعنی سلامتی کی راہیں، اور ''السلام'' اللہ عزوجل ہے' اور اللہ کی وہ راہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے مشروع قرار دیا ہے' انہیں اس کی دعوت دی اور اسے اپنے رسولوں کو دیکر مبعوث فرمایا ہے، وہ ''اسلام'' ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کسی کا کوئی عمل قبول نہ فرمائے گا اور ''انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نور وضوفشانی کی طرف لاتا ہے(۲)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کفر' بدعت' نافرمانی' جہالت' اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان' سنت' اطاعت' علم اور یاد و بیداری کی روشنی کی طرف لاتا ہے''(۳)۔

(۶) اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الحمد لله الذي خلق السماوات والأرض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون﴾(۴)۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کو لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا' پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''ظلمات ونور'' سے کیا مراد ہے اس سلسلہ

---

(۱) سورۃ المائدہ:۱۶۔

(۲) مرجع سابق، ۱۰/۱۴۵۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۱۸۸۔

(۴) سورۃ الانعام:۱۔

میں علماء کرام کا اختلاف ہے، سدی، قتادہ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے، جبکہ حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفر وایمان ہے، میں (قرطبی) کہتا ہوں کہ لفظ دونوں معانی کو شامل ہے'' (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر اپنی ذات کی حمد وثنا فرمائی ہے جو کہ اس کی کمال قدرت، وسیع علم ورحمت، اسکی عام حکمت، تخلیق وتدبیر میں اس کی انفرادیت اور نور وظلمات کی تخلیق پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ (نور وظلمت) ظاہری وحسی جیسے رات ودن، آفتاب وماہتاب، اور معنوی جیسے جہالت، شک، شرک، نافرمانی اور غفلت کی تاریکیوں نیز علم، ایمان، یقین اور اطاعت کی روشنی (دونوں) کو شامل ہے، یہ ساری چیزیں اس بات پر قطعی دلالت کناں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اس کے لئے دین کو خالص کئے جانے کا مستحق ہے'' (۲)۔

(۷) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُونَ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے لئے بیان فرمائی ہے جو مردہ یعنی ضلالت وگمراہی میں حیران وپریشان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ذریعہ اس کے دل میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی ہدایت عطا فرمائی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت وتباع کی توفیق بخشی (۴)، چنانچہ یہ مومن علم وایمان اور

---

(۱) الجامع لاحکام القرآن، ۶/۳۶۱۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۲۱۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۴) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/۱۶۳۔

ہدایت کی روح کے فقدان، اللہ کی توحید اور اس کے دین کے احکام سے لاعلمی اور اللہ کے لئے ان چیزوں پر عمل نہ کرنے کے سبب جو اس کی نجات کا ضامن ہو مردہ دل تھا، تو اللہ تعالیٰ نے جس روح کے ذریعہ اس کے جسم کو زندہ کیا ہے اسکے علاوہ ایک (دوسری) روح کے ذریعہ اسے زندگی عطا فرمائی، اور وہ اسے اسلام کی ہدایت، اللہ اور اس کی توحید، اسکی محبت اور بغیر ساجھی وشریک کے تنہا اس کی عبادت کی معرفت کی روح ہے، نیز اسے ایک نور عطا فرمایا جسے لیکر وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے وہ قرآن اور اسلام کا نور ہے، تو کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو جہالت، کفر، شرک، شک، گمراہی واعراض اور نافرمانیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو، اس سے نکل ہی نہ پاتا ہو، اس پر راستے گڈمڈ اور ہدایت کی راہیں اوجھل ہوگئی ہوں، اور نتیجۃً وہ غم وفکر، حزن وملال اور بدبختی سے دوچار ہو؟؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عقلوں کو ان چیزوں کی تنبیہ فرمائی ہے جن کا انہیں علم وادراک ہوسکتا ہو، وہ یہ کہ دونوں (قسموں کے لوگ) اسی طرح کبھی برابر نہیں ہوسکتے جس طرح لیل ونہار، روشنی وتاریکی اور زندے ومردے برابر نہیں ہوسکتے، گویا یہ کہا جارہا ہے کہ (ایسی صورت میں) کوئی معمولی عقل والا بھی ایسی حالت میں رہنے اور تاریکیوں میں یونہی حیران وپریشان بھٹکنے پر کیسے آمادہ ہوتا ہے؟ پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿زُيِّـنَ لِـلْـكَـافِـرِيْـنَ مَـا كَـانُـوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ شیطان ہمیشہ ان کے اعمال کو ان کے دلوں میں مزین وآراستہ کرتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے اسے اچھا اور حق سمجھا، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چیز ان کے دلوں میں عقیدہ اور پختہ لازمی وصف کی شکل اختیار کرگئی (۱)۔

(۸) ارشاد باری ہے:

﴿يـريـدون أن يـطـفـئـوا نـور الـلـه بأفواههم ويأبى الله إلا أن يتـم نوره ولو كره الكافرون﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۲/ ۸۸، ومدارج السالکین لابن القیم، ۳/ ۲۵۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/ ۱۶۳ اوتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۳۴۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۳۲۔

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں۔

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے ساتھ جو مشرکین ہیں ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں'' اور اللہ کا نور اس کا وہ دین ہے جسے اس نے محمد ﷺ کو دیکر مبعوث فرمایا ہے اور اللہ نے اسے ''نور'' کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ جہالت اور باطل ادیان ومذاہب کی تاریکیوں میں اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ وہ (اسلام) حق کے علم ومعرفت اور اس پر عمل کا نام ہے اور اس نور میں اللہ کی توحید پر دلالت کناں دلائل بھی داخل ہیں، کیونکہ دلائل وبراہین بھی نور ہیں اس لئے کہ ان میں بیان ووضاحت پائی جاتی ہے، چنانچہ یہ یہود ونصاریٰ اور ان کے ہم پیالے وہم نوالے مشرکین چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو محض اپنے باطل اقوال؛ بحث ومباحثہ اور افترا پردازی کے ذریعہ گل کردیں، ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی آفتاب کی ضیا بار کرنوں یا مہتاب کی روشنی کو اپنی پھونک سے بجھانا چاہے، جس کی کوئی صورت ہی نہیں، نہ تو انہیں اپنا مقصود حاصل ہوا اور نہ ہی ان کی عقلیں ناکارگی اور بودے پن سے ہی محفوظ رہیں(۱)۔

ارشاد باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى إلى الإسلام والله لا يهدي القوم الظالمين، يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون﴾(۲)۔

اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ (افتراء) باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۴/ ۲۳۱، ۲۱۴، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۸/ ۶۱۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/ ۳۳۴، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۹۵، ۷۹۷۔

(۲) سورۃ الصّف: ۷، ۸۔

دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔

(۹) ارشاد باری ہے:

﴿قل هل يستوي الأعمى والبصير أم هل تستوي الظلمات والنور﴾(۱)۔

کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہے؟۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اندھا اور بینا سے مراد کافر اور مومن ہیں اور تاریکیوں اور روشنی سے مراد ہدایت وگمراہی ہے''(۲)۔

(۱۰) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كتاب أنزلناه إليک لتخرج الناس من الظلمات إلى النور﴾(۳)۔

اس کتاب کو ہم نے آپ کی جانب اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

قتادہ فرماتے ہیں: ''تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں''یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف لائیں''(۴)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تاکہ آپ لوگوں کو جہالت' کفر' بداخلاقی اور قسم قسم کے گناہ ومعاصی سے نکال کر علم' ایمان اور اچھے اخلاق کی طرف لائیں''(۵)۔

(۱۱) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد أرسلنا موسى بآياتنا أن أخرج قومک من الظلمات إلى النور وذكرهم بأيام الله إن في ذلک لآيات لكل صبار شكور﴾(۶)۔

---

(۱) سورۃ الرعد:۱۶۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری،۱۶/ ۴۰۷۔

(۳) سورۃ ابراہیم:۱۔

(۴) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری،۵۱۲/۱۶۔

(۵) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی،ص ۳۷۵۔

(۶) سورۃ ابراہیم:۵۔

(یاد رکھو جب کہ) ہم نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں، اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلائیں، بیشک اس میں ہر صبر وشکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف بلائیں (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی جہالت' کفر اور اس کی فروع (شاخوں) سے نکال کر علم' ایمان اور اس کے تابع امور کی طرف لائیں'' (۲)۔

(۱۲) ارشاد باری ہے:

﴿اللہ نور السماوات والأرض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري يوقد من شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ لا شرقيةٍ ولا غربيةٍ يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے' نور پر نور ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے' لوگوں (کے سمجھانے) کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔

فرمان باری تعالیٰ **﴿اللہ نور السماوات والأرض﴾** کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۶/۵۱۸۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۱۶۔

(۳) سورۃ النور: ۳۵۔

۱- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کا ہدایت دہندہ ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین یعنی ان میں موجود ستاروں' سورج اور چاند (وغیرہ) کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حقیقی بات یہ ہے کہ ان تمام حیثیتوں سے اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے''(۲)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا ہے، وہ اللہ کے نور ہی کے سبب حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے ذریعہ گمراہی سے نجات پاتے ہیں، وہ (اللہ) سبحانہ وتعالیٰ آسمانوں اور زمین کو نورانیت عطا کرنے والا اور ان میں موجود ستاروں' سورج اور چاند کے ذریعہ معاملہ کی تدبیر کرنے والا ہے، وہ بذات خود نور ہے، اس نے اپنی ذات کو نور کے نام سے موسوم کیا ہے اور اپنی کتاب (قرآن کریم)' اپنے رسول (محمد ﷺ) اور اپنے دین (اسلام) کو نور قرار دیا ہے' اور نور ہی کے حجاب سے اپنے بندوں سے اوٹ میں ہے نیز اپنے اولیاء ومحبوب بندوں کی رہائش گاہوں کو چمکتا ہوا نور بنایا ہے(۳)۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمیں کا حسی ومعنوی طور پر نور ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بذات خود نور ہے اور اس کا حجاب (بھی) ایسا نور ہے کہ اگر وہ اسے کھول دے تو اس کی چہرے کی ضیا بار کرنیں اس کی منتہائے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر خاکستر کر دیں گی' اسی (اللہ کے نور) کی بدولت عرش وکرسی' آفتاب و ماہتاب اور روشنی کو نور عطا ہوا ہے اور اسی سے جنت کو روشنی ملی ہے، اسی طرح معنوی نور کا مصدر ومنبع بھی اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے، چنانچہ اس کی کتاب نور ہے، اس کی شریعت نور ہے، اس کے رسولوں اور مومن بندوں کے دلوں میں ایمان ومعرفت نور ہے' کیونکہ اگر اللہ عزوجل کا نور

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۷۷، وتفسیر البغوی، ۳/ ۳۴۵، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/ ۲۵۸، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۰، واجتماع الجیوش الاسلامیہ لابن القیم، ۲/ ۴۴۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیۃ لابن القیم، ۲/ ۴۶۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/ ۴۴۔

نہ ہوتا تو تہ بہ تہ تاریکیاں ہوتیں، اور اسی لئے ہر وہ جگہ جہاں اللہ کے نور کا فقدان ہے وہاں تیرگی وتاریکی چھائی ہوئی ہے'' (۱)۔

اللہ عزوجل کی طرف نور کی نسبت دو طرح سے کی جاتی ہے:

ایک صفت کی نسبت موصوف کی طرف اور دوسرے مفعول کی اضافت فاعل کی طرف۔

پہلے کی مثال جیسے اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿وأشرقت الأرض بنور ربها﴾ (۲)۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی۔

چنانچہ اللہ کے نور سے زمین کی یہ روشنی قیامت کے روز ہوگی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ فیصلہ فرمانے کے لئے جلوہ افروز ہوگا (۳)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے نور کی صفت اور فعل کے اثبات نیز یہ کہ اللہ عزوجل آسمانوں، زمین اوران کے درمیان کی مخلوقات کا نور اور انہیں نورانیت عطا کرنے والا ہے، کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے متعدد حدیثیں ثابت ہیں:

۱- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو فرماتے:

''اللهم لك الحمد أنت نور السماوات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد أنت قيم السماوات والأرض ومن فيهن ...'' الحديث (۴)۔

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو آسمانوں، زمین اوران کے درمیان کی تمام مخلوقات کا

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷۔

(۲) سورۃ الزمر: ۶۹۔

(۳) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، ۲/۴۵۔

(۴) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل، ۱/۵۳۲، حدیث (۱۱۲۰)، ومسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، حدیث (۷۶۹)۔

نور ہے، اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں، تو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا سنبھالنے والا ہے... حدیث طویل ہے۔

۲- ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان پانچ باتیں ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، اور فرمایا:

"إن الله عز وجل لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، يخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار، وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه"(۱)۔

بیشک اللہ عزوجل نہیں سوتا، اور نہ ہی سونا اس کے شایان شان ہی ہے، وہ میزان عدل کو پست و بلند کرتا ہے، اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے، اس کا حجاب نور ہے، اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی ضوفشانیاں اس کی منتہائے نگاہ تک کی ساری مخلوقات کو جلا کر رکھ دیں گی۔

چنانچہ اللہ عزوجل کو نیند نہیں آتی ہے، وہ اس سے منزہ اور پاک ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم﴾(۲)۔

اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ زندہ، تھامنے والا ہے، اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔

''سنة'' کے معنیٰ اونگھ کے ہیں، وہ (اللہ) عزوجل میزان کو جھکاتا اور بلند کرتا رہتا ہے، اور (حدیث میں) میزان کو ''قسط'' یعنی انصاف اس لئے کہا گیا ہے کہ ''قسط'' کے معنیٰ عدل وانصاف کے ہیں اور میزان سے ہی انصاف قائم ہوتا ہے، مقصود یہ ہے کہ میزان میں جو بندوں کے بلند اعمال اور پست روزیاں وزن کی جاتی ہیں (ان کے سمیت) اللہ تعالیٰ میزان کو بلند اور پست کرتا رہتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ ''قسط'' سے مراد وہ روزی ہے جو ہر مخلوق کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ اسے پست کرکے کم کر دیتا ہے اور بلند

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ: ''ان اللہ لا ینام'' ۱/۱۶۲، حدیث (۱۷۹)۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۵۵۔

کر کے کشادہ کر دیتا ہے، واللہ اعلم (۱)۔

نیز اللہ کی طرف رات کا عمل اس (رات) کے بعد آنے والے دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل اس (دن) کے بعد آنے والی رات کے عمل سے پہلے اٹھایا (پیش کیا) جاتا ہے، کیونکہ نگراں فرشتے رات ختم ہونے کے بعد اس (رات) کے اعمال لیکر دن کے شروع میں (آسمان کی طرف) چڑھتے ہیں اور دن ختم ہونے کے بعد اس کے اعمال لیکر رات کے شروع میں چڑھتے ہیں، واللہ اعلم (۲)۔

اور اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے، یعنی وہ حجاب جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کے درمیان حائل اور اسے ڈھانپے ہوئے ہے' وہ نور ہے اور اس کے چہرے کی چمک اس کا نور وجلال ہے، اگر اللہ تعالیٰ نور کے نام سے موسوم اس حجاب کو ہٹادے اور اپنی مخلوق کے سامنے جلوہ افروز ہوجائے تو اس کے چہرے کی چمک اور تاباں کرنیں اس کی ساری مخلوق کو جلا کر رکھ دیں گی، کیونکہ اس کی نگاہ تمام کائنات کو محیط ہے (۳)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نور أنی أراہ'' وہ ایک نور تھا' میں اسے کہاں دیکھ سکتا ہوں!!! اور ایک روایت میں ہے: ''رأیت نوراً''، میں نے محض نور دیکھا ہے (۴)۔

معنیٰ یہ ہے کہ اس کا حجاب نور ہے تو اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں (۵)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''...میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نور تھا' یا اللہ عزوجل کے دیدار کے درمیان نور حائل ہوگیا تو میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں'' (۶)۔

---

(۱) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/۱۶۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ۳/۱۷۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ۳/۱۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ ﷺ: ''نور أنی أراہ''، ۱/۱۶۱، حدیث (۱۷۸)۔

(۵) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/۱۵۔

(۶) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/۴۷۔

اورفرمان باری تعالیٰ:﴿مثل نورہ﴾ میں ''ہ''ضمیر کی تفسیر میں کئی باتیں کہی گئی ہیں:

۱-اللہ کے نور کی مثال: یعنی مومن کے دل میں اللہ کی ہدایت کی مثال۔

۲-مومن کے نور،جواس کے دل میں قرآن اور ایمان کی شکل میں ہے اس کی مثال۔

۳-محمد ﷺ کے نور کی مثال۔

۴-قرآن کریم کے نور کی مثال(۱)۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''صحیح بات یہ ہے کہ ضمیر''ھاء''اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہے،اور معنیٰ ہے بندہ کے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نور کی مثال،اور اللہ کے بندوں میں سے اس کے نور کے سب سے عظیم حصہ اور نصیبہ والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں،چنانچہ اس صورت میں ضمیر''ھاء''مذکور یعنی صدر کلام کی طرف لوٹنے کے ساتھ ساتھ (سابقہ) تینوں تقدیرات کو شامل ہے اور یہ تفسیر لفظی ومعنوی دونوں طور پر مکمل ہے،اس نور کی اضافت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب کی جائے گی کیونکہ وہ نور کا محل ہے اور مومن کی طرف کی جائے گی کیونکہ وہ اسے قبول کرنے والا ہے،چنانچہ نور کی نسبت اس کے عطا کرنے اور قبول کرنے والے دونوں کی طرف کی جائے گی،اس نور کے دینے والے،قبول کرنے والے،اس کا محل،اس پر آمادہ کرنے والے اور مادہ سب ہیں،اور آیت کریمہ تفصیلی طور پر ان تمام چیزوں کے بیان پر مشتمل ہے،چنانچہ فاعل اللہ تعالیٰ ہے جو انوار لٹانے والا اور جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے،اور قبول کرنے والا بندۂ مومن ہے،قبولیت کا محل اس کا دل ہے،اس پر آمادہ کرنے والی شے اس کی ہمت اور عزم وارادہ ہے،اور مادہ بندہ کا قول وعمل ہے''(۲)۔

ارشاد باری﴿كمشكاة فيها مصباح المصباح في زجاجة﴾ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱-''مشکاۃ''ہر اس طاق کو کہتے ہیں جس میں شگاف (راستہ) نہ ہو،یہ مثال اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے لئے بیان فرمائی ہے،چراغ آپ کا دل ہے اور شیشہ کی قندیل آپ کا سینۂ مبارک ہے۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری،۱۹/ ۱۷۸،۱۷۹،تفسیر البغوی،۳/ ۳۴۵،والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۱/ ۲۶۱،وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر،۳/ ۲۸۰۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ ،۲/ ۴۹،۵۰۔

۲- ''مشکاۃ'' مومن کا سینہ ہے اور چراغ قرآن کریم اور ایمان ہے، اور شیشہ مومن کا دل ہے۔

۳- یہ مومن کی مثال ہے، البتہ چراغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ مومن کے دل کی مثال ہے اور مشکاۃ (طاق) اس کے پیٹ کے مثال ہے اور ''نور پر نور'' سے مراد اس کا ایمان وعمل ہے۔

۴- یہ مومن کے دل میں قرآن کی مثال ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ ''ان (مذکورہ) اقوال میں سے درستگی سے قریب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے یہ کہا ہے کہ یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کے دلوں میں قرآن کی مثال ہے، چنانچہ فرمایا کہ: مومنوں کے دلوں میں اللہ کے نور کی مثال جس کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں کے لئے ان کی طرف نازل کردہ ہدایت کا راستہ روشن کیا اور وہ اس پر ایمان لائے اور اس میں نازل کردہ باتوں کی تصدیق کی، طاق کی مانند ہے، اور مشکاۃ (طاق) بتّی میں ہونے والی شیشہ کی ستون ہے، کیونکہ وہ دیواروں میں ہونے والے اس طاق کے مشابہ ہوتا ہے جس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا اور اس ستون کو 'طاق' محض اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا، وہ اندر سے خالی اور اوپر سے کھلا ہوتا ہے چنانچہ وہ دیوار میں ہونے والے اس طاق کی مانند ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ ﴿فيها مصباح﴾ میں مصباح کے معنیٰ چراغ کے ہیں اور چراغ کو مثال کے طور پر اس لئے بیان کیا ہے کہ مومن کے دل میں قرآن اور روشن آیات ہوا کرتی ہیں۔

فرمان باری ﴿المصباح في زجاجة﴾ یعنی جس طاق میں چراغ ہے وہ طاق شیشہ کی قندیل میں ہے، وہ قرآن کے مثل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ قرآن جو مومن کے دل میں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے دل کو منور کیا ہے وہ سینہ میں ہے، پھر اللہ عزوجل نے اللہ کے ساتھ کفر اور شک سے پاک وصاف ہونے، نور قرآنی اور اپنے رب کی روشن آیات سے منور ہونے اور ان آیات سے نصیحت وموعظت حاصل کرنے میں سینہ کو روشن ستارے کے مانند قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ﴿الزجاجة﴾ شیشہ کی قندیل، یہ مومن کا سینہ ہے جس میں اس کا دل ہوتا ہے گویا کہ وہ روشن چمکتے ستارے کے مانند ہے'' (۱)۔

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۸۴/۱۹، قدرے تصرف کے ساتھ۔

فرمان باری﴿يوقد من شجرةٍ مباركةٍ زيتونةٍ لا شرقيةٍ ولا غربيةٍ﴾

اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱-مشرقی مغربی ہے، صبح میں آفتاب اسی پرطلوع ہوتا ہے اوراسی پر غروب ہوتا ہے، چنانچہ صبح وشام اس پرسورج کی حرارت پڑتی ہے اور یہ اس کی زینت کے لئے بہتر ہے۔

۲-یہ درختوں کے درمیان ایک درخت ہے، نہ مشرقی جانب ہے اور نہ ہی مغربی جانب۔

۳-یہ ایک درخت ہے جو دنیا کے درختوں میں سے نہیں ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان میں سے مناسب ترین قول ان لوگوں کا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ یہ مشرقی مغربی ہے، نیز فرمایا کہ: اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ مشرقی نہیں ہے کہ اس پر سورج کی دھوپ صرف شام کے وقت پڑے صبح نہ پڑے، بلکہ سورج اس پر طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی، چنانچہ وہ مشرقی مغربی ہے''(۱)۔

فرمان باری﴿نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم﴾۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی جانب سے نور ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کی طرف نازل فرمایا ہے جس سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں، ﴿على نور﴾ ''نور پر''یعنی ان دلائل اور بیان کے بعد جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قرآن کی آمد سے قبل بیان فرمائے تھے، جو اللہ کی وحدانیت کی حقیقت پر دلالت کناں ہیں، چنانچہ یہ ان کے لئے نزول قرآن سے قبل اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ بیان اور نور پر اللہ کی جانب سے مزید (دوہری) روشنی اور بیان ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے نور کی اتباع کے توفیق عطا فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں اور تشبیہات بیان کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے ان

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۱۹/ ۱۸۷، نیز دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۲۶۱/۱۱، وتفسیر البغوی، ۳/ ۳۴۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۱، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/ ۵۱، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷۔

کے لئے بندۂ مومن کے دل میں اس قرآن کریم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی ہے جو طاق میں ہو، اور یہ آیت کریمہ سراپا مثال ہی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم کی بنیاد پر مثالیں بیان فرماتا ہے(۱)۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ﴿نور على نور﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ بندہ کا ایمان اور اس کا عمل ہے'': چنانچہ وہ پانچ طرح کی روشنیوں میں گھرا ہوتا ہے: اس کا کلام نور ہے، اس کا عمل نور ہے، اس کا مدخل نور ہے، اس کا مخرج نور ہے اور اس کا انجام کار بھی قیامت کے روز نور یعنی جنت ہوگا''(۲)۔

علامہ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر پر گفتگو فرمائی ہے (فرماتے ہیں:) ﴿مثل نوره﴾ اس کے نور کی مثال جس کی طرف وہ رہنمائی فرماتا ہے وہ مومن کے دل میں ایمان اور قرآن کا نور ہے، ﴿كمشكاة﴾ اس طاق کی مانند ہے ﴿فيها مصباح﴾ جس میں چراغ ہو کیونکہ طاق چراغ کی روشنی کو اکٹھا کئے ہوتا ہے منتشر نہیں ہونے دیتا، ﴿المصباح في زجاجة الزجاجة﴾ چراغ شیشہ کی قندیل میں ہے اور ''شیشہ'' اپنی صفائی اور حسن میں ﴿كأنها كوكب دري﴾ روشن ستارہ کی مانند ہے' یعنی موتی کی طرح روشن ہے ﴿يوقد﴾ وہ چراغ جو اس شیشہ کی قندیل میں ہے ﴿من شجرة مباركة زيتونة﴾ ایک بابرکت زیتون کے درخت سے جلایا جاتا ہے یعنی زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے' جس کی آگ انتہائی روشن ہوتی ہے ﴿لا شرقية﴾ وہ نہ صرف مشرقی ہے کہ دن کے آخری پہر میں اسے سورج کی دھوپ نہ لگے ﴿ولا غربية﴾ اور نہ ہی صرف مغربی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں دھوپ نہ لگے، اور جب دونوں صورتوں کی نفی ہوگئی تو وہ زمین کے درمیانی حصہ میں قرار پایا' جیسے (ملک) شام کا زیتون کہ دن کے اول وآخر دونوں حصوں میں اسے دھوپ لگتی ہے، چنانچہ وہ بہت ہی عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور اس کا تیل انتہائی صاف ستھرا ہوتا ہے، اسی لئے فرمایا ﴿يضيء ولو لم تمسسه نار﴾ خود ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، اور جب آگ بھی لگا دی جائے تو وہ خوب خوب روشنی دے گا، ﴿نور على

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/۱۸۸۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۲۸۱، نیز دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳/۳۷۴۔

نــور﴾ نور پر نور ہے، یعنی آگ کا نور اور تیل کا نور، اللہ عزوجل کی بیان کردہ اس مثال کی توجیہ اور مومن کی حالت اور اس کے دل میں اللہ کے نور کی تطبیق (یوں ہے کہ) بندۂ مومن کی فطرت جس پر اس کی پیدائش ہوئی ہے صاف وشفاف تیل کی مانند ہے، چنانچہ اس کی فطرت صاف اور الٰہی تعلیمات اور مشروع عمل کے لئے آمادہ اور تیار ہے، چنانچہ جب اس تک علم اور ایمان پہنچتا ہے تو آگ کے چراغ کی بتّی (فیتہ) کو جلانے کی طرح وہ نور اس دل میں روشن ہوجاتا ہے، دراں حالیکہ اس کا دل قصد وارادہ صاف اور اللہ کے بارے میں سوءفہم سے پاک ہوتا ہے' چنانچہ جب اس تک ایمان پہنچتا ہے تو وہ خوب خوب روشنی پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ آلائشوں سے پاک وصاف ہوتا ہے، بعینہ اسی طرح جس طرح شیشہ کی قندیل صاف ستھری ہوتی ہے، چنانچہ اس کے لئے فطرت کا نور' ایمان کا نور' علم کا نور' معرفت کی ستھرائی اور اس کے نور پر نور سب اکٹھا ہوجاتے ہیں، اور جب یہ اللہ کا نور ہے جو ہرکس وناکس کے لئے درست نہیں ہے تو فرمایا﴿یهدي اللـه لنوره من يشاء﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت دیتا ہے، جس کی صفائی وطہارت کا اسے علم ہوتا ہے نیز یہ کہ وہ اسے پاکر مزید بڑھے گا اور پروان پائے گا، ﴿ویضرب الله الأمثال للناس﴾ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ (اللہ کے مقصود کو) سمجھ سکیں، (یہ) محض اللہ کی جانب سے ان پر نرمی اور احسان کے طور پر اور اس لئے تاکہ حق باطل سے واضح ہوجائے، کیونکہ مثالیں عقلی مفاہیم کو محسوسات سے قریب کردیتی ہیں اور بندے انھیں واضح طور پر سمجھ لیتے ہیں، ﴿والله بكل شيء عليم﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے' چنانچہ اس کا علم تمام چیزوں کو محیط ہے، لہٰذا آپ لوگ جان لیں کہ اس کا مثالوں کو بیان کرنا اس (ذات) کے مثال بیان کرنے کی طرح ہے جو چیزوں کی حقائق اور ان کی تفصیلات کا علم رکھتا ہے' نیز یہ کہ یہ مثالیں بندوں کی مصلحت کے لئے ہیں، لہٰذا تمہاری مشغولیت ان میں غور وتدبر کرنے اور انہیں سمجھنے میں ہونی چاہئے نہ کہ ان پر اعتراض اور ان سے معارضہ واختلاف میں' دراں حالیکہ تمہیں علم نہیں'' (۱)۔

اس آیت کریمہ میں شروع سے اخیر تک بڑے عظیم فوائد اور حکمت پر مبنی نہایت بلیغ مثالیں ہیں، اسی لئے

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۷۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ عجیب تشبیہ جس پر آیت کریمہ مشتمل ہے' اس میں بڑے اسرار ورموز اور معانی ہیں، اور اللہ نے اپنے بندے کو جو نور عطا فرمایا ہے جس سے سرفراز مندوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ان کے دل مسرت وشادمانی سے مچلیں گے، اسی کے ذریعہ اپنے بندۂ مومن پر اپنی نعمت کی تکمیل کا اظہار ہے، اور تشبیہ میں ''اہل معانی'' کے دو طریقے ہیں:

۱- تشبیہ مرکب کا طریقہ: یہ طریقہ ماخذ کے اعتبار سے قریب تر اور محفوظ ہے، وہ یہ ہے کہ جملہ کو مجموعی طور پر مومن کے نور سے تشبیہ دیدی جائے، مشبہ کے اجزاء میں سے ہر جزو کی تفصیل اور اسے مشبہ بہ کے جزو سے موازنہ کرنے سے تعرض نہ کیا جائے، قرآن کریم کی عام مثالیں اسی قبیل سے ہیں' چنانچہ مشکاۃ (طاق) کی صفت میں غور کریں کہ یہ طاق ہے جس میں راستہ نہیں ہوتا' تا کہ روشنی کو اکٹھا کئے رکھے، اور اس طاق میں چراغ رکھا گیا ہے، اور وہ چراغ شیشہ کی ایسی قندیل کے اندر ہے جو اپنی صفائی اور خوبصورتی میں چمکتے ہوئے روشن ستارے کی مانند ہے' اور اس کا مادہ سب سے زیادہ صاف شفاف اور خوب تیز جلنے والے اس درخت کے تیل کا ہے جو نہ مشرقی ہے اور نہ ہی مغربی' کہ اسے سورج کی دھوپ دن کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک حصہ (ہی) میں لگے، بلکہ اسے سورج کی دھوپ انتہائی مناسب ومعتدل انداز میں لگتی ہے، چنانچہ اس درخت کے تیل کی روشنی کی تیزی' صفائی اور حسن کے سبب قریب ہے کہ وہ آگ لگائے بغیر خود ہی روشنی دینے لگے۔

چنانچہ یہ مرکب مجموعہ اللہ کے اس نور کی مثال ہے جسے اس نے اپنے بندہ کے دل میں رکھا ہے اور اسے اس کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔

۲- تشبیہ مفصل کا طریقہ: چنانچہ کہا گیا ہے کہ ''مشکاۃ'' مومن کا سینہ ہے اور ''شیشہ'' اس کا دل ہے اور اس کے دل کو شیشہ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ اس میں باریکی' صفائی اور صلابت ہوتی ہے' اور مومن کا دل بھی اسی طرح ہوتا ہے، اس میں بھی (مذکورہ) تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں: چنانچہ وہ اپنی رحمت اور نرمی کے سبب رحم کرتا ہے' احسان کرتا ہے' محبت کرتا ہے اور مخلوق پر شفقت کرتا ہے، اور اس کی صفائی کے سبب علوم وحقائق کی صورتیں اس میں اپنی اصل شکل وصورت میں نظر آتی ہیں اور صفائی کے اعتبار سے وہ میل کچیل

اور گندگی سے دور رہتا ہے اور اپنی صلابت وشدت کے سبب اللہ کے معاملہ میں شدت اور اللہ کی ذات کے سلسلہ میں سختی کا رویہ اپنا تا ہے اور اللہ کے دشمنوں پر فولاد ہو جاتا ہے نیز اللہ عزوجل کے واسطے حق انجام دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دلوں کو برتنوں کی مانند بنایا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: ''دل اللہ کی زمین میں اس کے برتن ہیں، اور اس کے نزدیک محبوب ترین برتن وہ ہیں جو سب سے باریک' سب سے سخت اور سب سے صاف ستھرے ہوں'' (۱)۔ اور ''چراغ'' بندے کے دل میں اللہ کا نور ہے اور ''بابرکت درخت'' ہدایت اور دین حق پر مشتمل وحی الٰہی کا درخت ہے، یہ چراغ کا مادہ ہے جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے، اور ''نور پر نور'' صحیح فطرت اور صحیح ادراک کا نور نیز وحی اور کتاب کا نور ہے، چنانچہ دونوں نور ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں تو بندہ کا نور دوبالا ہو جاتا ہے، اسی لئے بندہ اس (وحی) میں جو اثر ہے اسے سننے سے قبل ہی حق وحکمت کی بات کرنے لگتا ہے، پھر جس طرح اس کے دل میں جاگزیں ہوتا ہے اور وہ اسے بولتا ہے اس طرح وہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے، چنانچہ اس کے پاس عقل' شریعت' فطرت اور وحی سب اکٹھا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس کی عقل' اس کی فطرت اور اس کا ذوق اسے یہ دکھاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتیں حق ہیں' اس کے نزدیک عقل ونقل میں قطعاً کوئی تعارض نہیں ہوتا' بلکہ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں، تو یہ ''نور پر نور'' ہونے کی علامت ہے برعکس اس شخص کے جس کے دل میں باطل شبہات اور فاسد خیالات کی موجیں جوش وطغیانی پر ہوں (۲)۔

---

(۱) خالد بن معدان سے بطریق ابوامامہ مرفوعاً مروی ہے:

"ان لله تبارك وتعالىٰ في الأرض آنية وأحب آنية الله اليه ما رق منها وصفا وآنية الله في الأرض قلوب عباده الصالحين"۔

بیشک زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے برتن ہیں، اور اللہ کا سب سے محبوب برتن وہ ہے جو نرم اور صاف ستھرا ہو، اور زمین میں اللہ کا برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں۔

کتاب الزہد، از امام احمد، ص ۲۸۳، حدیث (۸۲۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سندیں ذکر کرنے کے بعد اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۲۶۳/۴، حدیث/۱۶۹۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اجتماع الجیوش الاسلامیہ، ۲/ ۴۹ تا ۵۲، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۱۳) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے ضائع اور رائیگاں ہونے کے سلسلہ میں دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا أعمالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمآن ماءً حتى إذا جاء ه لم يجده شيئاً ووجد الله عنده فوفاه حسابه والله سريع الحساب، أو كظلمات في بحر لجي يغشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض إذا أخرج يده لم يكد يراها ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور﴾(۱)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا' ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو' پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں، الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی قریب ہے کہ نہ دیکھ سکے، اور (بات یہ ہے کہ) جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

چنانچہ پہلی مثال اللہ عزوجل نے ان کافروں کے اعمال کے لئے بیان فرمائی ہے جنہوں نے اللہ کی توحید کا انکار کیا اور قران اور اس کی لائی ہوئی باتوں کی تکذیب کی، ان کے کئے ہوئے اعمال کی مثال اس چمکتے ہوئے ریت کی سی ہے جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص (دور سے) پانی سمجھتا ہے اور جب اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتا ہے تو اس ریت کو کچھ نہیں پاتا ہے، (بعینہ) اسی طرح اللہ کا کفر کرنے والے بھی اپنے کئے ہوئے اعمال کے سلسلہ میں دھوکے (خوش فہمی) میں مبتلا ہیں سوچتے ہیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ کے یہاں اس کے عذاب سے نجات دلائیں گے، جیسا کہ پیاسا شخص سراب (چمکتی ریت) کو پانی سمجھتا ہے، تو اس کا گمان اس کی پیاس بجھا کر اسے سیراب کر دے گا یہاں تک کہ جب وہ ہلاک ہوگا

---

(۱) سورۃ النور: ۳۹، ۴۰۔

اور اپنے اس عمل کا ضرورتمند ہوگا جس کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اسے اللہ کے نزدیک نفع پہنچائے گا تو اسے کچھ بھی نفع بخش نہ پائے گا کیونکہ اس نے یہ عمل اللہ کے ساتھ کفر کی حالت میں انجام دیا تھا اور یہ کافر اپنی ہلاکت (موت) کے وقت اللہ کو گھات میں پائے گا، تو وہ اسے اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے روز دے گا اور اسے ان اعمال کی وہ جزا دے گا جس کا اللہ کی جانب سے وہ مستحق ہوگا۔

دوسری مثال (بھی) اللہ عزوجل نے کافروں کے اعمال کے بطلان کے بارے میں بیان فرمائی ہے کہ (ان کے اعمال) کی مثال اتھاہ پانی والے گہرے سمندر کی تاریکیوں کے مانند ہے جس کے اوپر موج ہو اور اس موج کے اوپر دوسری موج ہو جو اسے ڈھانپے ہوئے ہو اور اس دوسری موج کے اوپر بادل ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تاریکیوں کو کافروں کے اعمال کی مثال اور نہایت گہرے سمندر کو کافروں کے دل کی مثال قرار دیا ہے کہ جن کے عمل کی مثال اندھیروں کی طرح ہے جسے اللہ کے بارے میں لاعلمی و جہالت گھیرے ہوئے ہو، کیونکہ اللہ نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے، لہٰذا وہ اللہ کے بارے میں سمجھ نہیں سکتا اور اس کے کان پر مہر لگا دی ہے لہٰذا وہ اللہ کے مواعظ سن نہیں سکتا، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے لہٰذا وہ اللہ کے حق کا مشاہدہ نہیں کر سکتا، چنانچہ یہ تمام چیزیں تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں (۱)۔

یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں اللہ نے فرمایا:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾ (۲)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، تو کیا یہ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۹/ ۱۹۵ تا ۱۹۹، وامثال القرآن لابن القیم، ص ۲۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۲۸۶۔

(۲) سورۃ الجاثیہ: ۲۳۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کافروں کے دلوں پر تہ بہ تہ تاریکیاں ہیں، اس طبیعت کی تاریکی جس میں کوئی بھلائی نہیں اور اس پر کفر کی تاریکی اور اس کے اوپر جہالت کی تاریکی اور اس کے اوپر مذکورہ ساری چیزوں سے سرزد ہونے والے اعمال کی تاریکی، لہٰذا وہ اندھیرے میں حیران و پریشان پڑے ہیں، اپنی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں اور صراط مستقیم سے پیچھے ہٹ رہے ہیں نیز ضلالت کی راہوں میں بھٹک رہے ہیں' اور یہ (سب) اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے نور سے محروم کرکے یونہی ذلیل و نامراد چھوڑ دیا ہے''(۱)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ﴿**الله نور السماوات والأرض**﴾ سے ﴿**ومن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور**﴾ تک تمام آیات کی تفسیر کرنے کے بعد بڑی عمدہ بات ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

''غور کریں کہ یہ آیتیں کس طرح بنی آدم کے تمام طبقوں پر بڑے ہی منظم اور کامل و اکمل انداز میں مشتمل اور محیط ہیں، کیونکہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱- اہل ہدایت وبصیرت جنھوں نے جانا کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی جانب سے جو کچھ لیکر آئے ہیں حق اسی میں ہے اور یہ کہ اس کے خلاف تمام چیزیں وہ شبہات ہیں جو عقل وسماعت میں کم فہم لوگوں پر مشتبہ ہوتے ہیں...یہی ہدایت اور دین حق سے سرفراز مند نفع بخش علم اور نیک عمل والے لوگ ہیں۔

۲- اہل جہالت اور ظلم، ان کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ لوگ جو اس زعم وگمان میں ہیں کہ وہ علم وہدایت پر ہیں، حالانکہ وہ جہل مرکب والے لوگ ہیں جو حق سے لاعلم اور نا آشنا ہیں اور حق و اہل حق سے دشمنی اور باطل و اہل باطل کی نصرت ومحبت پر تلے ہوئے ہیں، نیز یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز (منہج) پر ہیں!!!

﴿**ألا إنهم هم الكاذبون**﴾۔

سن لو! بیشک یہی جھوٹے لوگ ہیں۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۵۱۹۔

(ب) تاریکیوں والے لوگ، یہ جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں، اس طور پر کہ جہالت نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، یہ مویشیوں کی طرح یا ان سے بھی (زیادہ) گمراہ ہیں، چنانچہ ان کی بے بصیرتی اور جہالت پر کئے ہوئے اعمال کی مثال تاریکیوں کی طرح ہے، جہالت کی تاریکی، کفر کی تاریکی، ظلم اور خواہش نفس کی اتباع کی تاریکی، شک وشبہ کی تاریکی اور حق سے اعراض کی تاریکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور دین حق دیکر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والا پانچ قسم کی تاریکیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کی گفتگو تاریک ہوتی ہے، اس کا عمل تاریک ہوتا ہے، اس کا مدخل تاریک ہوتا ہے، اس کا مخرج تاریک ہوتا ہے اور اس کا انجام کار تاریک ہوتا ہے، چنانچہ اس کا دل سیاہ ہے، اس کا چہرہ سیاہ ہے، اس کی بات سیاہ ہے اور اس کی حالت سیاہ ہے(۱)۔

پھر آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو ہدایت دیکر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے اس میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

۱- جنہوں نے اس ہدایت کو ظاہری و باطنی طور پر قبول کیا، یہ دو قسم کے لوگ ہیں:

پہلی قسم: اہل فقہ وفہم اور اہل تعلیم، یہ وہ ائمہ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب سے اللہ کے مراد ومقصود کو سمجھا اور اسے امت تک پہنچایا، اور اسی کتاب کے اسرار ورموز اور خزانے نکالے، تو ان کی مثال اس پاکیزہ زمین کی طرح ہے جو پانی جذب کرلے اور خوب خشک وتر گھاس اگائے، جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے مویشی اس میں چریں اور لوگ اس گھاس کو غذا، دوا اور اپنی مصلحت کی تمام چیزوں میں استعمال کریں۔

دوسری قسم: جنہوں نے اسے یاد کیا اور اس کے الفاظ امت تک پہنچائے، چنانچہ انھوں نے ان کے لئے نصوص تو محفوظ کرلئے لیکن وہ شارع کے مقصود میں اہل فقہ واستنباط نہیں ہیں بلکہ سنی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے اور انہیں ادا کرنے (پہنچانے) والے لوگ ہیں، ان کی مثال اس زمین کی سی ہے جو لوگوں کے لئے پانی روکے رکھے اور لوگ وہاں آکر اس سے سیراب ہوں، اپنے جانوروں کو سیراب کریں اور اس سے کاشت کریں۔

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، ۲/۵۳ تا ۵۸۔

۲- جنھوں نے اسے ظاہری و باطنی طور پر ٹھکرا دیا اور اس کا کفر کیا اور اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جنھوں نے اسے جانا اور اس کی صحت وصداقت اور حقانیت کا یقین کیا، لیکن حسد، کبر وغرور، سرداری اور بادشاہت کی محبت اور قوم کی سر برآوردگی نے انہیں اس کے انکار اور علم ویقین کے بعد اسے ٹھکرانے پر آمادہ کر دیا۔

دوسری قسم: اس (مذکورہ قسم والوں) کے متبعین وپیروکار لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ ہیں وہ جو کچھ مانتے یا ٹھکراتے ہیں اس میں وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں، وہ ہمارے لئے اسوہ ہیں، ہم اپنی ذات کی فکر کر کے ان سے اعراض نہیں کر سکتے، اگر وہ حق ہوتا تو وہ اس کی پیروی اور اس کی قبولیت کے ہم سے زیادہ لائق ومستحق ہوتے، ایسے لوگ چوپایوں اور جانوروں کے مثل ہیں، ان کا چرواہا انہیں ہانک کر جہاں بھی لے جاتا ہے وہ اس کے ساتھ ہوتے ہیں(۱)۔

۳- جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کو ظاہری طور پر قبول کیا، لیکن باطنی طور پر اس کا کفر وانکار کیا، ایسے لوگ منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس نے دیکھا پھر اندیکھی کی، جانا اور پھر نادانی کی، اقرار کیا پھر انکار کیا، ایمان لایا پھر کفر کیا، یہ منافقین کے رؤوسا، ان کے سردار اور سر برآوردہ لوگ ہیں، ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو آگ روشن کرے اور پھر اس کے بعد تیرگی کا شکار ہو جائے۔

دوسری قسم: کم بصیرت لوگ جن کی نگاہوں کو بجلی کی چمک نے کمزور کر دیا ہے، اندیشہ ہے کہ بصیرت کی کمزوری اور بجلی کی قوت کے سبب بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے جائے (مکمل بے نور کر دے)، گرج کی آواز نے ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے چنانچہ یہ گرج کی تیز آوازوں کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں، بنابریں وہ قرآن کی سماعت اور ایمان سے قریب نہیں آتے بلکہ اس سے دور

---

(۱) اللہ عزوجل نے جوان کا وصف بیان کیا ہے، اس کے لئے ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ: ۱۶۶، ۱۶۷، سورۃ الاحزاب: ۶۶، ۶۷، سورۃ المومن: ۴۷، ۴۸، سورۃ ص: ۵۷ تا ۶۱۔

بھاگتے ہیں، ان کی حالت اس شخص کی طرح ہے جو سخت گرج اور کڑک سنتا ہے تو ڈر کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتا ہے۔

۴- جو اپنی قوم میں اپنا ایمان چھپاتے ہیں انہیں ان کے سامنے ظاہر کرنے کی قوت نہیں ہے، ایسے لوگوں میں سے آل فرعون کا مومن ہے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اسی طرح ان میں سے وہ نجاشی بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے جس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، کیونکہ وہ حبشہ کے نصرانیوں (عیسائیوں) کا بادشاہ تھا اور خفیہ طور پر مومن تھا، اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ (۱)۔

(۱۴) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخرجكم من الظلمات إلى النور وكان بالمؤمنين رحيماً﴾ (۲)۔

وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرتا ہے اور تمہاری مدح وستائش کرتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل تم پر اپنی رحمت، تمہاری مدح وثنا اور فرشتوں کی دعاؤں کے سبب تمہیں جہالت، گمراہی، کفر اور گناہ ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت، ایمان، یقین اور علم وعمل کی روشنی کی طرف لاتا ہے (۳)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس کا معنیٰ ہدایت پر ثابت قدمی اور استقامت ہے کیونکہ خطاب کے وقت وہ ہدایت پر ہی تھے" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم، ۲/۲۷ تا ۷۶، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۴۳۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲/۲۸۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۴۴۶، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۱۴۔

(۴) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/۱۹۳۔

(۱۵) ارشاد باری ہے:

﴿وما يستوي الأعمى والبصير ، ولا الظلمات ولا النور، ولا الظل ولا الحرور، وما يستوي الأحياء ولا الأموات إن الله يسمع من يشاء وما أنت بمسمعٍ من في القبور﴾(۱)۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے' اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

یہ مثالیں اللہ تعالیٰ نے مومن وایمان اور کافر وکفر کے لئے بیان فرمائی ہیں، جس طرح یہ مذکورہ (حسی طور پر) مختلف ومتضاد چیزیں برابر نہیں ہوسکتیں اسی طرح تمہیں جاننا چاہئے کہ معنوی طور پر مختلف ومتضاد چیزیں بدرجۂ اولیٰ برابر نہیں ہوسکتیں، چنانچہ کافر ومومن، جاہل وعالم اور گمراہ وہدایت یاب برابر نہیں ہو سکتے اور نہ جنتی وجہنمی برابر ہو سکتے ہیں نہ ہی مردہ دل وزندہ دل برابر ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان چیزوں کے درمیان ایسا تفاوت اور فرق ہے جسے اللہ عز وجل ہی جانتا ہے، چنانچہ جب مراتب ودرجات معلوم ہو گئے اور چیزوں کی تمیز وشناخت ہو گئی اور کس چیز کے حصول میں تنافس مناسب ہے اور کس میں نہیں واضح ہو گیا، تو (اب) عقلمند کو چاہئے کہ اپنی ذات کے لئے اس چیز کا انتخاب کرے جو ترجیح کے لائق ہو(۲)۔

یہ تفسیر سلف صالحین سے بھی آئی ہے، چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمان باری ﴿وما يستوي الأعمى والبصير﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اطاعت شعاروں اور گناہ گاروں کے لئے بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اندھا، تاریکیاں اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مردے برابر ہو سکتے ہیں، یہ گنہ گاروں کی

(۱) سورۃ فاطر: ۱۹ تا ۲۲۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/ ۴۵۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/ ۳۲۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/ ۵۳۰، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۳۴۔

مثال ہے، اور بینا، روشنی، سایہ، اور زندے بھی برابر نہیں ہو سکتے، یہ اطاعت گزاروں کی مثال ہے'' (۱)۔

اور قتادہ فرماتے ہیں: ''...(آیت کریمہ میں) بعض مخلوق کو بعض پر فضیلت و برتری دی گئی ہے، رہا مومن تو وہ زندہ اثر، زندہ نگاہ، زندہ نیت اور زندہ عمل بندہ ہے اور رہا کافر تو وہ مردہ نگاہ، مردہ دل اور مردہ عمل بندہ ہے'' (۲)۔

لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ اللہ کے دین سے اندھا اور جس نے اللہ کے دین کو دیکھا، اسے جانا اور اس پر عمل کیا دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز اللہ نے تاریکی والوں کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿والذين كذبوا بآياتنا صم و بكم في الظلمات من يشأ الله يضلله ومن يشأ يجعله على صراط مستقيم﴾ (۴)۔

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں، اللہ جس کو چاہے بے راہ کر دے اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

چنانچہ وہ حق کی سماعت سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں لہٰذا وہ باطل ہی بول سکتے ہیں (اور) جہالت، کفر، شرک، ظلم، سرکشی، اعراض اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ نے نہیں

---

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/ ۴۵۸۔

(۲) مرجع سابق، ۲۰/ ۴۵۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۴) سورۃ الانعام: ۳۹۔

گمراہ کر رکھا ہے، کیونکہ وہی (اللہ عزوجل) اپنے فضل واحسان، حکمت اور عدل کے تقاضہ کے مطابق تنہا ہدایت وگمراہی کا مالک ومختار ہے(۱)۔

(۱۶) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله أولئك في ضلال مبين﴾ (۲)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے اور ہلاکی ہے ان پر جن کے دل یادالٰہی سے سخت ہو گئے ہیں' یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا جس کے دل اور سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت' اپنی وحدانیت کے اقرار اپنی ربوبیت کے یقین، اپنی اطاعت کے لئے سرتسلیم خم کر دینے کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے ایک نور اور اپنے دل میں حق کے منور ہونے کے سبب وہ (جس ایمان وعقیدہ اور عمل) پر بھی ہے علم اور بصیرت پر گامزن ہے، چنانچہ وہ اس کے حکم کا پیرو اور جس چیز سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے اس سے باز آنے والا ہے، اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا وہ اللہ کے کلام کے حصول اور اس پر عمل آوری کے لئے بڑے ہی شرح صدر اور ٹھنڈی آنکھوں سے کشادہ اور روا ہے (ایسا شخص کیا) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے سخت کر دیا ہو' چنانچہ اسے اپنے ذکر سے خالی کر دیا ہو اور حق کی سماعت، ہدایت کی پیروی اور درستئ عمل سے تنگ کر دیا ہو، چنانچہ نہ وہ اللہ کی کتاب کے لئے نرم ہو، نہ اللہ کی آیات سے نصیحت حاصل کرے اور نہ ہی اللہ کی یاد سے مطمئن ہو بلکہ وہ اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے علاوہ کی طرف متوجہ ہو' ایسے شخص کے لئے سخت قسم کی تباہی اور برائی ہی برائی ہے (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۱/۳۵۰، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۱۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۲۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/۲۷۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۵/۲۳۶، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۵۱، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۶۸۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لايؤمنون﴾(۱)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستے پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

(۱۷) اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك أوحينا إليك روحاً من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نوراً نهدي به من نشاء من عبادنا وإنك لتهدي إلى صراط مستقيم، صراط الله الذي له ما في السماوات وما في الأرض ألا إلى الله تصير الأمور﴾(۲)۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے' آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا' اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں' ہدایت دیتے ہیں' بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے، آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرتا تھا اسی طرح اس نے محمد ﷺ کی طرف اس قرآن کی وحی فرمائی ہے اور اسے روح کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ روح سے جسم کو زندگی ملتی ہے اور

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

(۲) سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳۔

قرآن کریم سے دلوں اور روحوں نیز دین ودنیا کی مصلحتوں (بھلائیوں) کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور بے پایاں علم ہے، اور نزول قرآن سے قبل محمد ﷺ نہیں جانتے تھے کہ ان کے لئے قرآن میں مشروع کردہ تفصیلی طور پر ایمان کے شرائع اور احکامات کیا ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بنایا جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا اور ہدایت عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ کفر، شبہات، گمراہی، بدعات، شرک، شہوات اور ہلاکت انگیز نفسانی خواہشات کی تاریکیوں میں اس قرآن کریم سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اسکے ذریعہ حقائق کی معرفت حاصل کرتے ہیں نیز اس سے صراط مستقیم کی راہ پاتے ہیں(۱) جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما في الصدور وھدی ورحمة للمؤمنین﴾ (۲)۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔

چنانچہ یہ قرآن کریم اللہ کی ناراضگی کو واجب کرنے والے اعمال کے بارے میں نصیحت کرتا ہے جو کہ اللہ کے عذاب کے متقاضی ہیں، اوران اعمال کے اثرات ومفاسد بیان کر کے ان سے متنبہ کرتا ہے، وہ شریعت کی عدم تابعداری کے سبب سینوں میں موجود شہوت کی بیماریوں نیز علم یقینی میں خلل پیدا کرنے والے شبہات کی بیماریوں کی شفا ہے، کیونکہ اس میں ایسی نصیحتیں، ترغیب وترہیب نیز نیک وعدے اور دھمکیاں ہیں جو بندے کے لئے خیر کی طرف لپکنے اور شر وبرائی سے بچنے اور خائف رہنے کے موجب ہیں (۳)، نیز اللہ کا

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/ ۵۵۹ تا ۵۶۱، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶/ ۵۳ تا ۵۹، وتفسیر البغوی، ۳/ ۱۳۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/ ۱۲۴، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلة والجھمیہ ۲/ ۸۷، ۸۸، والضوء المنیر علی التفسیر من کتب ابن القیم، جمع: علی الصالحی، ۵/ ۳۲۳۔

(۲) سورۃ یونس: ۵۷۔

(۳) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۲۳۔

ارشاد ہے:

﴿**وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين إلا خساراً**﴾(۱)۔

یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے' ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

چنانچہ قرآن کریم، اس پر ایمان لانے اور اس کی آیتوں کی تصدیق کرنے والوں نیز اس پر عمل کرنے والوں کے لئے شفا اور رحمت پر مشتمل ہے، رہے وہ لوگ جو اس کی تصدیق نہ کرکے یا اس پر عمل نہ کرکے ظلم کرنے والے ہیں تو اس کی آیتوں سے ان کے خسارہ اور گھاٹے میں اضافہ ہی ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم ہوگی، چنانچہ قرآن کریم جس شفا پر مشتمل ہے وہ شبہات' جہالت، فاسد خیالات، برے انحراف اور گھٹیا مقاصد وغیرہ سے دلوں کی شفا کو عام ہے، کیونکہ وہ ایسے یقینی علم پر مشتمل ہے جس سے ہر شبہ اور جہالت دور ہوجاتی ہے، اور ایسے وعظ ونصیحت پر مشتمل ہے جس سے حکم الٰہی کے خلاف ہر چاہت (شہوت) زائل ہوجاتی ہے نیز ہر طرح کے آلام وامراض سے جسموں کی شفا کو بھی عام ہے، چنانچہ جب بندہ اس پر عمل پیرا ہوگا تو رحمت' ابدی سعادت اور دنیوی واخروی اجر وثواب سے کامیاب وکامران ہوگا(۲)، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر وهو عليهم عمىً أولئک ينادون من مكان بعيد**﴾(۳)۔

آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپن ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز

---

(۱) سورۃ الاسراء:۸۲۔

(۲) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص۴۱۶۔

(۳) سورۃ فصلت:۴۴۔

جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

قرآن کریم انہیں ہدایت کی راہ اور صراط مستقیم کی رہنمائی کرتا ہے اور ایسے نفع بخش علوم سکھاتا ہے جس سے مکمل ہدایت حاصل ہوتی ہے، وہ ان کے لئے دلوں کی بیماریوں سے شفا ہے، کیونکہ وہ انہیں برے اخلاق سے توبیخ کرتا اور اس توبۂ نصوح (خالص توبہ) کی رغبت دلاتا ہے جو ان کے گناہوں کو دھوتا اور دلوں کو شفا عطا کرتا ہے، رہے وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو ان کے کانوں میں قرآن کی سماعت سے بہرا پن اور اعراض ہے اور وہ ان کے لئے اندھے پن اور تاریکی کا سبب ہے، اس لئے انہیں اس سے ہدایت نظر نہیں آتی اور وہ راہ یاب نہیں ہوتے، بلکہ اس سے مزید ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے، کیونکہ جب انھوں نے حق کو ٹھکرادیا تو ان کے اندھے پن اور گمراہی میں مزید اضافہ ہوگیا، اور انہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ نہیں سنتے، بعینہ اس شخص کی طرح جسے بلایا جائے اور آواز دی جائے دراں حالیکہ وہ دور ہو تو وہ نہ ہی بلانے والے کی آواز سنے اور نہ ہی آواز لگانے والے کی جانب متوجہ ہو، مقصود یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ اس کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، نہ اس کی روشنی سے دیکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے کسی خیر وبھلائی کا استفادہ ہی کرپاتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنے کفر واعراض کے سبب خود ہی اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے بند کر لئے ہیں(۱)۔

آیت کریمہ کے شروع میں اللہ کے ارشاد ﴿وکذلک أوحینا إلیک روحاً من أمرنا﴾ کے سلسلہ میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کا میلان یہ ہے کہ اس میں ''روح'' سے مراد قرآن کریم ہے، نیز حافظ ابن کثیر اور علامہ سعدی رحمہما اللہ کے نزدیک قطعی بات یہی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہاں ''روح'' سے مراد نبوت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''رحمت'' ہے نیز کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''وحی'' ہے(۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی ہم نے اس روح کو ایک ایسا نور

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۹۷۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/ ۵۹۹، وتفسیر البغوی، ۴/ ۱۳۲، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶/ ۵۳، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/ ۱۲۴۔

بنایا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت عطا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ نے اپنی وحی کو روح قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے جو کہ حقیقی زندگی ہے، جو اس سے محروم ہے وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے، نعمتوں کے گھر 'جنت' میں ابدی دائمی زندگی، اسی روح کے سبب دل کی زندگی کا ثمرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی طرف وحی کی ہے، چنانچہ جو اس کے ذریعہ اس دنیا میں زندگی نہ پا سکا وہ جہنم رسیدوں میں سے ہوگا، جس میں نہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔ دنیوی' برزخی اور جزاء کے ان تینوں گھروں میں سب سے عظیم زندگی والا وہ شخص ہے جسے اس ''روح'' سے عطا ہونے والی زندگی سے سب سے عظیم حصہ عطا ہوا ہو، اور اللہ نے اسے (قرآن کو) ''نور'' قرار دیا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو روشنی اور ضوفشانی حاصل ہوتی ہے اور روح کا کمال انہی دونوں اوصاف سے ہے، زندگی اور نور، اور ان دونوں تک رسائی رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کے ہاتھوں ہی پر اور وہ جو چیزیں لیکر مبعوث ہوئے ہیں اس سے ہدایت یابی اور ان کے طاق سے نفع بخش اور نیک علم کے حصول ہی سے ممکن ہے، ورنہ روح مردہ اور تاریک ہوگی، چنانچہ اگر بندہ کی طرف زہد' فقہ اور فضیلت کے ذریعہ اشارہ کیا جاتا ہے تو اس کا راز اور سرچشمہ اس روح سے زندگی اور روشنی کا حصول ہے جس کی اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی کی ہے اور اسے نور بنایا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، لہٰذا علم کثرت نقل' بحث و جستجو اور کلام ہی کا نام نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ ایک نور ہے جس کے ذریعہ صحیح و بے بنیاد، حق و باطل اور اسی طرح طاق نبوت سے نکلی چیزوں اور لوگوں کے آراء وافکار کے درمیان فرق وامتیاز کیا جاتا ہے''(۱)۔

اللہ عزوجل نے اس عظیم نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿**فآمنوا بالله ورسوله والنور الذي أنزلنا والله بما تعملون خبير**﴾(۲)۔

سوتم اللہ پر اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ ،۲/ ۸۸۔

(۲) سورۃ التغابن: ۸۔

ہر عمل سے باخبر ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قران کریم میں جو احکامات، شرائع اور خبریں ہیں وہ ایسے انوار ہیں جن کے ذریعہ جہالت کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے اور اسی لئے اللہ نے اس کا نام نور رکھا ہے(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں، آپ کی مدد کرنے والوں اور آپ کے ساتھ نازل کردہ نور کی اتباع کرنے والوں کے لئے فلاح وکامرانی لکھ دی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فالذین آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعو النور الذي أنزل معه أولئک هم المفلحون﴾(۲)۔

سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن اس واضح بیان اور روشن نور کے باوجود مشرکین اور یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی، تو اللہ عزوجل نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین فرمائی(۳)، ارشاد ہے:

﴿فإن کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاء وا بالبینات والزبر والکتاب المنیر﴾(۴)۔

پھر بھی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے وہ رسول جھٹلائے گئے ہیں جو روشن دلیلیں صحیفے اور منور کتاب لے کر آئے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/ ۴۱۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۸/ ۱۳۲، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۸۰۳۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۵۷۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۷/ ۴۵۰، ۱۷/ ۴۵۹، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۴/ ۳۰۴، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۱/ ۴۳۴، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۱۲۶۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۱۸۴۔

﴿وإن يكذبوك فقد كذب الذين من قبلهم جاء تهم رسلهم بالبينات وبالزبر وبالكتاب المنير﴾(۱)۔

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انھوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے۔

اللہ تعالیٰ صحیح علم، ہدایت اور ایسی روشن کتاب کے بغیر جو حق کو کھول کھول کر واضح طور پر بیان کرنے والی ہو، محض باطل کے ذریعہ مجادلہ (بحث وتکرار) والوں کی مذمت فرمائی ہے، چنانچہ نہ رہنمائی کرنے والی عقل ہو، نہ ہدایت یافتہ پیشوا ور رہبر اور نہ ہی کوئی عقلی یا نقلی دلیل وبرہان، ارشاد باری ہے:

﴿ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتاب منير﴾(۲)۔

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

(۱۸) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى النور و إن الله بكم لرء وف رحيم﴾(۳)۔

وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندہ محمد ﷺ پر واضح آیتیں، مسکت حجت وثبوت، روشن دلائل اور قطعی براہین نازل فرماتا ہے، اور ان میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن کریم ہے، تاکہ رسول ﷺ اور آپ پر نازل کردہ کتاب وحکمت کو بھیج کر لوگوں کو ضلالت وگمراہی، کفر وشرک، جہالت اور باہم متعارض آراء کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وتوحید اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔ یہ (درحقیقت) اپنے بندوں پر اللہ کی رحمت

---

(۱) سورۃ فاطر: ۲۵۔

(۲) سورۃ الحج: ۸، وسورۃ لقمان: ۲، نیز دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۴۸۳، ۵۹۸۔

(۳) سورۃ الحدید: ۹۔

اوراس کا احسان ہے، چنانچہ ہرطرح کا شکر،حمد اوراچھی ثناءاسی کے لئے ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار(۱)،اوراسی طرح ہے جس طرح اللہ نے فرمایا:

﴿فاتقوا الله يا أولي الألباب الذين آمنوا قد أنزل الله إليكم ذكراً، رسولا يتلو عليكم آيات الله مبينات ليخرج الذين آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات إلى النور﴾(۲)۔

پس اللہ سے ڈرواے عقلمند ایمان والو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت اتاردی ہے۔(یعنی) رسول ﷺ جو تمہیں اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کرسناتا ہے تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

(۱۹)اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يوم ترى المؤمنين والمؤمنات يسعى نورهم بين أيديهم وبأيمانهم بشراكم اليوم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ذلك هو الفوز العظيم، يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب، ينادونهم ألم نكن معكم قالوا بلى ولكنكم فتنتم أنفسكم وتربصتم وارتبتم وغرتكم الأماني حتى جاء أمر الله وغركم بالله الغرور، فاليوم لا يؤخذ منكم فدية ولا من الذين كفروا مأواكم النار هي مولاكم وبئس المصير﴾(۳)۔

---

(۱)دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری،۲۳/۱۷۳،والجامع لاحکام القرآن للقرطبی،۱۷/۲۳۰، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر،۳/۳۰۷،وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی،ص۸۷۷۔

(۲)سورۃ الطلاق:۱۰،۱۱۔

(۳)سورۃ الحدید:۱۲تا۱۵۔

(قیامت کے) دن آپ دیکھیں گے کہ مومن مردوں اورعورتوں کا نور ان کے آگے آگے اوران کے دائیں دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکہ میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکہ میں ہی رکھا۔الغرض آج تم سے نہ فدیہ (اور نہ بدلہ) قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے،تم (سب) کا ٹھکانا دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ﴿**یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورهم بین أیدیهم وبأیمانهم**﴾ کی تفسیر میں ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ: جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کی (نور) ہدایت ان کے سامنے دوڑ رہی ہوگی اور ان کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے(۱)۔

اور کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں ''باء'' فی کے معنیٰ میں ہے،یعنی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوگا، یا عن کے معنیٰ میں ہے،یعنی دائیں جانب ہوگا (۲) اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں کو ان کے اعمال کے بقدر نور عطا فرمائے گا جس سے وہ پل صراط پر چلیں گے،اور دھوکہ دینے کی غرض سے

(۱) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری،۲۳/۹/۱۷،امام ابن جریر نے یہ رائے اسی جگہ اختیار فرمائی ہے۔
(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی،۱۷/۲۳۵۔

منافقین کو بھی نور دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿**يخادعون الله وهو خادعهم**﴾(١)۔

وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں' حالانکہ اللہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ انہیں نور اس لئے عطا کیا جائے گا کہ یہ سب کے سب اہل دعوت ہیں سوائے کافر کے، اور پھر نفاق کے سبب منافق سے نور سلب کرلیا جائے گا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، اور کہا گیا ہے کہ منافقوں کو نور نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ مومنوں کے نور سے روشنی حاصل کریں گے، پھر دریں اثناء کے وہ چل رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ہوا اور تاریکی بھیج دے گا جس سے منافقوں کا نور گل ہو جائے گا تو مومنوں کو بھی خوف ہوگا کہ کہیں منافقوں کی طرح ان کا نور بھی سلب نہ ہو جائے' چنانچہ وہ اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا نور مکمل فرمادے، اس بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم يقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفرلنا إنک على كل شيء قدير**﴾(٢)۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ جب منافق تاریکی میں رہ جائیں گے اور انہیں اپنے قدم بھی نظر نہ آئیں گے تو وہ مومنوں سے کہیں گے ﴿**انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراء كم فالتمسوا نوراً**﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو) (٣)۔

---

(١) سورۃ النساء: ١٤٢۔

(٢) سورۃ التحریم: ٨۔

(٣) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ٢٣/ ١٧٨ تا ١٨٧، و٤٩٣ تا ٤٩٦، وتفسیر البغوی، ٤/ ٢٩٥ و٣٦٧، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ١٧/ ٢٣٣ تا ٢٣٩، و١٨/ ١٩١، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ٤/ ٣٠٨ تا ٣١٠، ٣٩٢، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم، ٣/ ٨٦، وتیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ٧٧٩ تا ٨٠٩۔

اس نور کے سلسلہ میں بہت سی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں، ان میں چند حسب ذیل ہیں:

۱- جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان سے ''ورود'' کے بارے میں دریافت کیا گیا، اس (حدیث) میں دیدار الٰہی کا بھی ذکر ہے، انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کے سامنے ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ انہیں لے کر چلے گا وہ اللہ کے پیچھے چلیں گے، اور ان میں سے ہر شخص کو- خواہ وہ مومن ہو یا منافق -نور عطا کیا جائے گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل پر آنکڑے اور خار ہوں گے جو اللہ کی مشیت کے مطابق جسے چاہیں گے پکڑ لیں، پھر منافقوں کا نور گل کر دیا جائے گا، اور مومن نجات پائیں گے اور (سب سے پہلے) جنتیوں کا جو گروہ نجات پائے گا ان کے مکھڑے چودھویں شب کے چاند کے مانند روشن ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے تاروں کے مثل روشن ہوں گے...''(۱)۔

۲- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمان باری ﴿يسعى نورهم بين أيديهم﴾ (ان کی روشنی ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی) کے بارے میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''انہیں ان کے اعمال کے بقدر نور عطا کیا جائے گا، چنانچہ ان میں سے کسی کو پہاڑ کے مثل نور دیا جائے گا، کسی کو کھجور کے درخت کے مثل اور کسی کو کھڑے آدمی کے برابر نور عطا کیا جائے گا، ان میں سب سے کمتر نور والا وہ شخص ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا''(۲)۔

۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تاریکیوں میں کثرت سے (نماز یا دیگر عبادات کے لئے) مسجدوں کی آمد و رفت قیامت کے دن مکمل نور عطا کئے جانے کا سبب ہوگا، چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"بشر المشائين في الظلم إلى المساجد بالنور التام يوم القيامة"(۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اهل الجنة منزلا، ۱/۱۷۸، حدیث (۱۹۱)۔

(۲) اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے، ۲۳/۱۷۹، اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے امام بخاری کی شرط پر حاکم کی موافقت فرمائی ہے، ۲/۴۷۸۔

(۳) سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی المشی الی الصلاۃ، ۱/۱۵۴، حدیث (۵۶۱) و جامع ترمذی، کتاب الصلاۃ ==

تاریکیوں میں کثرت سے مساجد جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور (عطا کئے جانے) کی بشارت دیدیجئے۔

۴- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن الله ليضيء للذين يتخللون إلى المساجد في الظلم بنور ساطع يوم القيامة"(۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدیں آتے جاتے ہیں قیامت کے روز تابناک روشنی عطا فرمائے گا۔

امام طیبی، مناوی اور مبارکپوری رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روشنی تاریکیوں میں مسجدیں جانے والوں کو قیامت کے دن ان کے تمام جوانب سے گھیرے ہوئے ہوں گی، چونکہ انھوں نے رات کی تاریکی میں مسجد جانے کی مشقت اٹھائی تھی اس لئے انہیں (بدلہ کے طور پر) یہ نور عطا کیا جائے گا جس سے انہیں روشنی ملے گی اور وہ انہیں پل صراط پر گھیرے ہوئے ہوں گی، ''روشنی'' کو ''تام'' یعنی مکمل کے وصف سے متصف کرنے اور قیامت کے دن کی تخصیص کرنے سے مومنوں کے چہروں کی طرف، ان کے قول: ﴿ربنا أتمم لنا نورنا﴾ (اے اللہ! ہمیں مکمل نور عطا فرما) کی طرف نیز منافقین کے قصہ اور ان کے مومنوں سے ﴿انظرونا نقتبس من نوركم﴾ (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں) کہنے کی طرف اشارہ ہے، اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جو اس موقع کو غنیمت سمجھے گا یعنی دنیا میں

== باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ۱/ ۴۳۵، حدیث (۲۳۳)، امام ترمذی نے فرمایا ہے: ''یہ صحیح' مسند' صحابہ کرام تک موقوف روایت ہے''، وسنن ابن ماجہ بروایت سہل بن سعد وانس رضی اللہ عنہما، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، ۱/ ۲۵۶، حدیث (۷۸۰ و۷۸۱)، ومستدرک حاکم، ۱/۵۳، امام منذری رحمہ اللہ نے سنن ابوداود اور ترمذی کی روایت کے بارے میں فرمایا ہے: ''اس کی سند کے راویان ثقہ ہیں'' دیکھئے: الترغیب والترھیب، ۱/ ۲۸۹، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح للتبریزی کی تحقیق میں فرمایا ہے: ''یہ حدیث اپنے بکثرت شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے' جو دس سے زیادہ صحابہ کرام کی جماعت سے مروی ہیں' صحیح سنن ابوداود حدیث (۵۷۰) کے تحت میں نے ان کی تخریج کی ہے''۔

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، ۲/۴۳، حدیث (۶۸۰)، [مجمع البحرین فی زوائد المعجمین] حافظ منذری نے الترغیب والترھیب (۱/ ۲۹۰) میں فرمایا ہے: ''اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بسند حسن روایت کیا ہے''، اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ: ''اس کی سند حسن ہے'' ۲/ ۳۰۔

تاریکیوں میں مساجد جانا، وہ نبیوں اور اہل ایمان صدیقین' شہداء اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں (۱)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پل صراط پر گزرنے کی سرعت نور کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ جس کا نور بڑا ہوگا پل صراط پر اس کا گزرنا بھی تیز تر ہوگا، پل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، کچھ لوگ اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح گزریں گے، کچھ ہوا کے مانند اور کچھ اس پر سے پرندے کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑے کے مثل اور اونٹ سوار کی طرح گزریں گے (۲)، اور کچھ رینگیں گے (۳)، یہاں تک کہ اخیر میں وہ شخص آئے گا جو گھسٹ کر گزرے گا (۴)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ روشنیاں پل صراط پر اعمال کے اعتبار سے تقسیم کی جائیں گی، چنانچہ بندہ کو وہاں اس کے نور ایمان ویقین اور اخلاص کی قوت اور دنیوی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع وپیروی کے اعتبار سے نور عطا کیا جائیگا، چنانچہ فرماتے ہیں: ''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا (۵) اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہو جائے گی، بعینہ یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کھلی نگاہوں سے نظر آئے گا، اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا (بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے

---

(۱) دیکھئے: شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۹۴۱/۳، ۹۴۲، وفیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۲۰۱/۳، وتحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۱۴/۲۔

(۲) یہ چھ مراتب صحیح مسلم میں وارد ہیں، کتاب الایمان، معرفۃ طریق الرؤیہ، ۱۶۹/۱، حدیث (۱۸۳)، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا'' صحیح مسلم، ۱۷۱/۱، حدیث (۱۸۳)، وصحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ﴾ [سورۃ القیامہ: ۲۲، ۲۳]، ۲۲۸/۸، حدیث (۷۴۳۹)۔

(۳) صحیح مسلم کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، ۱۸۷/۱، حدیث (۱۹۵)۔

(۴) صحیح بخاری کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، حدیث (۷۴۳۹)، نیز دیکھئے: معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی، ۸۵۰/۲ تا ۸۵۷۔

(۵) دیکھئے: مسند احمد، ۷۷/۲، ۲۲۲/۲، وشرح مسند احمد للشیخ احمد شاکر، حدیث (۶۶۵۰، ۷۰۷۲)۔

پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی، اور منافق کو چونکہ دنیا میں ظاہری روشنی حاصل ہوتی ہے جو ناپائیدار اور باطن سے غیر متصل ہوتی ہے اور اس کے پاس ایمان کا مادہ بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے اسے آخرت میں بھی با مادہ ظاہری نور عطا ہوگا اور پھر اس کی شدید ضرورت کے وقت گل کر دیا جائے گا'' (۱)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کا پل صراط پر چلنا دنیا میں ان کے خیر میں سبقت کرنے کے اعتبار سے ہوگا، چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان کے پل صراط پر چلنے کی سست رفتاری اور تیز رفتاری دنیا میں اللہ کی صراط مستقیم پر سستی وتیزی کے اعتبار سے ہوگی، جو یہاں تیز رفتار ہوگا وہ وہاں بھی تیز رفتار ہوگا اور جو یہاں سست رفتار ہوگا وہ وہاں بھی سست رفتار ہوگا اور جو یہاں صراط مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوگا وہ وہاں بھی ثابت قدم ہوگا، اور جسے یہاں شہوات وشبہات اور گمراہ کن بدعات کے آنکڑوں نے اچک لیا ہوگا اسے وہاں بھی خار سعدان (ایک کانٹے دار پودا) نما آنکڑے اچک لیں گے' اور وہاں (آخرت میں) آنکڑوں کی تاثیر یہاں (دنیا میں) شہوات وشبہات اور بدعات کے آنکڑوں کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ دنیا میں آنکڑوں کی تاثیر کے اعتبار سے کوئی مسلمان نجات یافتہ ہوگا، کوئی خراش زدہ اور کوئی نار جہنم میں آنکڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہوگا، ﴿**جزاء وفاقاً**﴾ (برابر سرابر بدلہ ہوگا)، ﴿**وما ربک بظلام للعبید**﴾ (تمہارا رب بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں) (۲)۔

(۲۰) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نوراً تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم**﴾ (۳)۔

اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/۸۶۔

(۲) حوالہ سابق، ۲/۸۶، ۸۷۔

(۳) سورۃ الحدید: ۲۸۔

دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا، اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تقویٰ کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے تین باتوں کی ضمانت لی ہے:

۱- انہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا کرنا، ایک حصہ دنیا میں اور ایک آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے حصہ کو دوگنا کردے گا لہٰذا وہ دو حصہ ہو جائے گا۔

۲- انہیں نور عطا فرمائے گا جس سے وہ تاریکیوں میں چلیں گے۔

۳- ان کے گناہوں کی مغفرت، یہ نرمی اور آسانی کی انتہاء ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو ہر آسانی کا سبب اور تقویٰ کے ترک کو ہر پریشانی کا سبب قرار دیا ہے(۱)۔

آیت کریمہ کے اس خطاب کے سلسلہ میں مفسرین کے دو اقوال ہیں:

۱- کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ مومنین اہل کتاب پر محمول ہے، انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا، ایک اپنے انبیاء پر ایمان لانے کا اور دوسرا محمد ﷺ پر ایمان لانے کا، چنانچہ انہیں اس بنا پر دوہرا اجر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أولئك يؤتون أجرهم مرتين بما صبروا ويدرء ون بالحسنة السيئة ومما رزقناهم ينفقون﴾(۲)۔

یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلہ دوہرا اجر دیئے جائیں گے، یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب میں سے جو اپنے نبی پر ایمان لائے گا اور پھر محمد ﷺ پر ایمان لائے گا اسے دوہرا اجر دیا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثلاثة يؤتون أجرهم مرتين: رجل من أهل الكتاب آمن بنبيه وأدرك النبي ﷺ فآمن

---

(۱) الضوء المنیر علی التفسیر من کتب ابن القیم للصالحی، ۵/۶۲۴۔

(۲) سورۃ القصص: ۵۴۔

بـه، واتبعـه وصـدقـه، فـلـه أجـران، وعبد مملوك أدى حق الله تعالى وحق سيده فله أجـران، ورجـل كـانـت لـه أمة فـغـذاهـا فأحسن غذاء ها ثم أدبها فأحسن أدبها، ثم أعتقها وتزوجها فله أجران"(١)۔

تین لوگوں کو دوہرا اجر دیا جائے گا: ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر نبی کریم ﷺ کو پا کران پر ایمان لایا، آپ کی اتباع اور تصدیق کی، تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، دوسرا وہ غلام جس نے اللہ کا اور اپنے آقا کا حق ادا کیا اس کے لئے دوہرا اجر ہے، اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی تھی جسے اس نے اچھی طرح کھلایا پلایا پھر اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

٢- کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس امت کے حق میں ہے، جیسا کہ سعید بن جبر نے ذکر کیا ہے کہ اہل کتاب نے فخر کیا کہ انہیں دوہرا اجر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت (امت محمدیہ) کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (٢)۔

اس قول کی تائید نبی کریم ﷺ سے مروی ابوموسیٰ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مثـل الـمسـلـميـن واليهود والنصارى كمثل رجل استأجر قوما يعملون له يوماً إلى الـليـل عـلـى أجر معلوم، فعملوا له نصف النهار، فقالوا: لا حاجة لنا إلى أجرك الذي شـرطت لنا وما عملنا باطل، فقال لهم: لا تفعلوا أكملوا بقية عملكم وخذوا أجركم كـاملاً، فـأبـوا وتركوا، واستأجر آخرين بعدهم فقال: أكملوا بقيه يومكم هذا ولكم الـذي شـرطت لهم من الأجر ، فعملوا حتى إذا كـان حيـن صلاة العصر قالوا: لك ما

(١) متفق علیہ بروایت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من اسلم من اہل الکتابین، ۴/ ۲۵، حدیث (۳۰۱۱)، ومسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ، ۱/ ۱۳۴، حدیث (۱۵۴) الفاظ صحیح مسلم ہی کے ہیں۔

(٢) اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے، ۲۳/ ۲۰۹۔

عملنا باطل، ولك الأجر الذي جعلت لنا فيه، فقال لهم: أكملوا بقية عملكم فإنما بقي من النهار شيء يسير، فأبوا، فاستأجر قوماً أن يعملوا له بقية يومهم، فعملوا بقية يومهم حتى غابت الشمس، واستكملوا أجر الفريقين كليهما، فذلك مثلهم ومثل ماقبلوا من هذا النور"(۱)۔

مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ لوگوں کو متعین مزدوری کے عوض دن بھر کے لئے کام پر رکھا، ان لوگوں نے آدھے دن تک کام کیا پھر کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی طے کردہ مزدوری کی ضرورت نہیں اور جو کام ہم نے کیا ہے وہ باطل ہے، (ہماری محنت اکارت گئی) تو اس نے ان سے کہا: ایسا نہ کرو بلکہ اپنا کام مکمل کر کے اپنی پوری مزدوری لے لو، لیکن انھوں نے انکار کیا اور کام چھوڑ دیا، اس شخص نے ان کے بعد دوسرے کچھ لوگوں کو اجرت پر رکھا اور ان سے کہا: دن کے بقیہ حصہ کا کام مکمل کرو اور تمہارے لئے وہی مزدوری ہے جو میں نے ان (پہلے مزدوروں) کے لئے طے کی تھی، چنانچہ انھوں نے کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جو کام کیا ہے وہ باطل ہے (ہماری محنت بیکار گئی) اور ہمارے لئے آپ کی طے کردہ مزدوری آپ ہی کے لئے ہے (ہمیں وہ مزدوری نہیں چاہئے) تو اس شخص نے ان سے کہا: اپنا بقیہ کام مکمل کرلو کیونکہ دن کا تھوڑا حصہ ہی باقی ہے، انھوں نے نہ مانا، چنانچہ اس شخص نے باقی ماندہ کام کے لئے دوسرے لوگوں کو اجرت پر رکھا، انھوں نے بقیہ کام کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور دونوں فریقوں کی مکمل مزدوری حاصل کرلی، چنانچہ یہ ان کی اور اس نور کی مثال ہے جسے انھوں نے قبول کیا۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بات کا احتمال بھی ہے کہ یہ امر عام ہو جس میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سبھی شامل ہوں، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں ظاہر وباطن اور اصول وفروع سمیت پورا دین داخل ہے، اور یہ کہ اگر وہ اس امر عظیم کی تابعداری کریں تو اللہ انہیں ''اپنی رحمت کے دو حصے'' عطا فرمائے گا، جن کی تعداد اور کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب الاجارۃ من العصر الی اللیل،۳/۶۹، حدیث (۲۲۷۱)۔

ایمان کا اجر، تقویٰ کا اجر، اوامر کی بجا آوری کا اجر، منہیات سے اجتناب کا اجر، یا یہ کہ تثنیہ (کے صیغہ سے) یکے بعد دیگرے مسلسل (اجر) دیا جانا مراد ہے'' (۱)۔

اورفرمان باری ﴿**ویجعل لکم نوراً تمشون به**﴾۔

اس میں کئی اقوال ہیں:

۱- کہا گیا ہے کہ یہاں نور سے مراد ''قرآن کریم'' ہے۔

۲- کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''ہدایت'' ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ان میں سے درست ترین قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے ایک نور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ چلیں گے، اور قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ان لوگوں کے لئے نور اور ہدایت ہے جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں' کیونکہ جو ان پر ایمان لائے گا ہدایت یاب ہوگا'' (۲)۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی ''ہدایت''، جس کے ذریعہ وہ بے بصیرتی اور جہالت کے بعد علم وبصیرت حاصل کریں گے اور اللہ انہیں بخش دے گا، چنانچہ اللہ نے انہیں نور اور مغفرت سے فضیلت عطا فرمائی ہے...اور یہ آیت کریمہ (۳) اس آیت کی طرح ہے:

﴿**یا أیها الذین آمنوا إن تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیئاتکم ویغفر لکم والله ذو الفضل العظیم**﴾ (۴)۔

اے مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿**ویجعل لکم نوراً تمشون به**﴾ یعنی تمہیں علم' ہدایت اور نور عطا

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۸۴۲۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/۲۱۳۔

(۳) تفسیر القرآن العظیم، ۴/۳۱۸۔

(۴) سورۃ الانفال: ۲۹۔

فرمائے گا، جس کے ذریعہ تم جہالت کی تاریکیوں میں چلو گے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا﴿واللہ ذو الفضل العظیم﴾ (اللہ بہت بڑے فضل والا ہے) چنانچہ فضل عظیم کے مالک (اللہ عزوجل) کے فضل پر اس ثواب کی کثرت کوئی عجب نہیں، جس کا فضل آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کو عام ہے، کوئی مخلوق اس کے فضل سے چشم زدن اور ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں ہوتی'' (۱)۔

فرمان باری﴿تمشون بہ﴾۔

کہا گیا ہے کہ تم اسے (نور کو) لیکر لوگوں میں چلو گے، انہیں اسلام کی دعوت دو گے (۲)، اور کہا گیا ہے کہ تم اسے لیکر پل صراط پر چلو گے (۳)، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ان دونوں اقوال کو اکٹھا کر دیا ہے، فرماتے ہیں: ''اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون بہ﴾ میں اس بات کی خبر ہے کہ ان کا تصرف اور نقل وحرکت جس سے انہیں نفع ہوگا وہ نور ہی کے ذریعہ ہوگا، اور یہ کہ ان کا نور کے بغیر چلنا ان کے لئے کوئی سودمند نہیں بلکہ اس کا نقصان فائدہ سے زیادہ ہے، اور اس بات کا بیان ہے کہ نور والے ہی چلیں گے اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ مجبور اور ناکارے ہیں، چنانچہ ان کے دل کی کوئی حرکت ہے نہ ان کے احوال واقوال کی اور نہ ہی نیکیوں کی طرف ان کے قدم چلتے ہیں، اسی طرح جب روشنی والوں کے قدم چلیں گے تو ان کے قدم پل صراط پر چلنے سے عاجز ہوں گے، اور اللہ کے فرمان ﴿تمشون بہ﴾ میں ایک انوکھا نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح ان روشنیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان دنیا میں چلتے تھے اسی طرح اپنی روشنیوں سے پل صراط پر بھی چلیں گے، اور جس کے پاس روشنی نہ ہوگی اسے پل صراط پر ایک قدم بھی چلنے کی طاقت نہ ہوگی، لہٰذا وہ شدید ضرورت کے باوجود چل نہ سکے گا'' (۴)۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۸۳۷۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/ ۲۵۶۔

(۳) تفسیر البغوی، ۴/ ۳۰۲۔

(۴) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/ ۴۳۔

دوسرا مطلب: نور وظلمات سنت نبویہ میں

احادیث نبویہ میں نور، اس کے حصول کی ترغیب، اللہ عزوجل سے اس کے سوال کرنے کا ذکر آیا ہے اسی طرح تاریکیوں اوران کے اسباب کا ذکر بھی آیا ہے، اس سلسلہ میں چند احادیث وآثار حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

"اللهم اجعل في قلبي نوراً، وفي لساني نوراً، وفي سمعي نوراً، وفي بصري نوراً، ومن فوقي نوراً، ومن تحتي نوراً، وعن يميني نوراً، وعن شمالي نوراً، ومن أمامي نوراً، ومن خلفي نوراً، واجعل في نفسي نوراً، وأعظم لي نوراً، وعظم لي نوراً، واجعل لي نوراً، واجعلني نوراً، اللهم أعطني نوراً، واجعل في عصبي نوراً، وفي لحمي نوراً، وفي دمي نوراً، وفي شعري نوراً، وفي بشري نوراً"(۱)۔

اے اللہ میرے دل میں، میری زبان میں، میرے کان میں، میری آنکھ میں، میرے اوپر سے، میرے نیچے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے، میرے آگے سے، میرے پیچھے سے نور بنا دے، میری ذات میں نور بنا دے، میرے نور کو بڑا اور باعظمت بنا دے، میرے لئے نور بنا دے، مجھے نور بنا دے، مجھے نور عطا فرما، اور میرے اعصاب میں، میرے گوشت میں، میرے خون میں، میرے بال میں اور میری جلد میں نور بنا دے۔

امام ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ کی مراد حق کی روشنی اور اس کا بیان وو ضاحت ہے، گویا کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! میرے ان اعضاء کو حق میں استعمال فرما اور میرے تصرفات اور نقل وحرکت کو درستی اور خیر کی راہ پر قائم رکھ''(۲)۔

---

(۱) متفق علیہ بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، ۷/۱۹۱، حدیث (۶۳۱۶)، وصحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ۱/۵۲۵، حدیث (۷۶۳)۔

(۲) النھایہ فی غریب الحدیث والاثر لابن الاثیر، باب نون مع واؤ، مادہ ''نور'' ۵/۱۲۵۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اعضاء جسم، تصرفات، نقل وحرکت، حالات اور عمومی طور پر چھ سمتوں میں نور کا سوال کیا ہے تا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی بے نوری کا شکار نہ ہو''(۱)۔

اس کی مزید وضاحت امام قرطبی رحمہ اللہ کے بیان سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں: ''اسے ظاہر پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے، ایسی صورت میں آپ ﷺ کے سوال کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آپ کے ہر ہر عضو میں نور بھر دے جس سے ان تاریکیوں میں آپ اور آپ کے متبعین یا آپ کے متبعین میں سے اللہ جسے چاہے' وہ روشنی حاصل کرے، یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ روشنیاں علم وہدایت سے استعارہ ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه﴾(۲)۔

کیا وہ شخص جس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِيْ بِهِ فِي النَّاسِ﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا جس کو لئے ہوئے وہ آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔

یعنی علم اور ہدایت'' آگے فرماتے ہیں: ''نور کے معنیٰ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ جو چیز اس کی طرف منسوب کی جائے وہ اس کا مظہر ہے، اور وہ اپنے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، چنانچہ سورج کی روشنی دیکھی جانے والی چیزوں کا مظہر ہے، دل کی روشنی معلومات کا گنجینہ کھولتی ہے، اور جوارح کا نور ان پر ظاہر ہونے والی نیکیاں ہیں' گویا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان اعضاء پر ہمیشہ ہمیش اطاعت کے اعمال ظاہر ہونے کی

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۶/۲۹۱، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر، ۱۱/۱۱۸۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

دعا فرمائی ہے، واللہ اعلم (۱)۔

امام طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ’’ایک ایک عضو کے لئے نور طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت ومعرفت کے انوار سے مزین وآراستہ اور جہالت وگناہ کی تاریکی سے عاری ہوجائے، کیونکہ شیاطین ہر شش جانب کو وسوسوں سے گھیرے ہوئے ہوتے ہیں تو ان سے چھٹکارا ان شش جہات کو روشن کرنے والے انوار سے ہوسکتا ہے، اور یہ سارے انوار ہدایت، بیان اور حق کی روشنی سے عبارت ہیں اور ان انوار کے مطالع کی رہنمائی اللہ عزوجل کے فرمان سے ہوتی ہے (۲):

﴿الله نور السماوات والأرض﴾ تا ﴿نور على نور يهدي الله لنوره من يشاء﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا......نور پر نور ہے‘ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۲) ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”الطهور شطر الإيمان، والحمد لله تملأ الميزان، وسبحان الله والحمد تملآن أو يملأ ما بين السماوات والأرض، والصلاة نور...“الحديث (۴)۔

پاکی آدھا ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور حمد دونوں آسمانوں اور زمین کو بھر دیتے ہیں یا سبحان اللہ آسمانوں اور زمین کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے...الحدیث۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان: ’’الصلاة نور‘‘ (نماز نور ہے)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ’’اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو نماز کو اس کی صحت وکمال کی جملہ شرطوں کے ساتھ ادا کرے گا وہ اس کے دل کو روشن کردے گی، بایں طور کہ اس میں مکاشفات اور علوم

---

(۱) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۲/ ۳۹۵۔

(۲) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/ ۱۱۸۳، وفتح الباری لابن حجر، ۱۱/ ۱۱۸۔

(۳) سورۃ النور: ۳۵۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، باب فضل الوضوء، ۱/ ۲۰۳، حدیث (۲۲۳)۔

ومعارف کے انوار روشن ہوں گے حتیٰ کہ اس کی کما حقہ رعایت کرنے والے کا معاملہ یہاں تک جا پہنچے گا کہ وہ کہے:

"وجعلت قرة عيني في الصلاة"(۱)۔

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کر دی گئی ہے۔

اور یہ نماز قیامت کے روز کی تاریکیوں میں اپنی رعایت کرنے والے کا راستہ روشن کرے گی، نیز قیامت کے دن نمازی کے چہرے کو روشن کرے گی، چنانچہ اس کا چہرہ اور اعضاء وجوارح روشن اور پرنور ہوں گے(۲)۔

امام نووی فرماتے ہیں: ''رہا نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''نماز نور ہے'' تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور فواحش ومنکرات سے روکے گی اور درستگی کی طرف رہنمائی کرے گی جیسا کہ نور سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کا اجر قیامت کے دن نمازی کے لئے روشنی کی شکل میں ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ: نماز معارف کے انوار روشن کرنے' دل کے انشراح اور حقائق کے مکاشفات کا سبب ہے کیونکہ دل اسی سے وابستہ اور ظاہری وباطنی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واستعينوا بالصبر والصلاة﴾(۳)۔

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ: نماز قیامت کے دن (نمازی) کے چہرے پر ظاہری نور ہوگی اور دنیا میں بھی اس چہرے پر روشنی اور جمال ہوگی برخلاف اس شخص کے جو نماز نہیں پڑھتا، واللہ اعلم''(۴)۔

---

(۱) مسند احمد،۳/ ۱۲۸، ۱۹۹، ۲۸۵، وسنن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، ۷/۶۲۔

(۲) المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۱/ ۴۷۶۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۴۵۔

(۴) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳/ ۱۰۳۔

میں (مولف) کہتا ہوں کہ یہ نور مذکورہ تمام چیزوں کو شامل ہے، واللہ اعلم۔

(۳) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ''ایک وقت کی بات ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آواز (۱) سنی، تو اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا، اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا، توانہوں (جبریل) نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج ہی زمین پر اترا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں اترا، اس (اترنے والے) نے سلام کیا اور کہا: آپ ان دونوں روشنیوں سے خوش ہوجایئے جو آپ کو عطا ہوئے ہیں، آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئے، (وہ ہیں:) سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات، آپ ان دونوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو ضرور عطا ہوگا'' (۲)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فرشتہ کا یہ کہنا کہ آپ دو روشنیوں سے خوش ہوجایئے'' یعنی دو عظیم اور روشن چیزوں سے خوش ہوجایئے، جن کے ذریعہ آپ ان کے پڑھنے والوں کو روشنی عطا کریں گے، اس وصف سے سورۂ فاتحہ کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ سورۂ فاتحہ اجمالی طور پر ایمان، اسلام اور احسان کے معانی پر مشتمل ہے، اور یہ چیزیں مجموعی طور پر دینی قواعد کے اصول اور علوم ومعارف کی کنجیوں کو شامل ہیں، اور سورۂ بقرہ کو اس وصف کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا اور ان آیات کی حسن اتباع، ان کے معانی کو تسلیم کرنے، اللہ سے رونے اور گڑگڑانے اور تمام امور میں اللہ کی طرف رجوع ہونے کے ذکر کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش پر مشتمل ہے اور ان کے جاننے کے بعد جو اس میں ان کی دعا کی قبولیت کا بیان ہے، کہ پھر اللہ نے ان سے تخفیف کردی، انہیں بخش دیا اور وہ نصرت ومدد سے ہمکنار ہوئے، اور اس میں ان کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جن کی جستجو باعث طوالت ہے'' (۳)۔

---

(۱) دروازہ کھولنے کی آواز کے مثل، شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳۳۹/۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرہ، ۵۵۴/۱، حدیث (۸۰۶)۔

(۳) دیکھئے: المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۴۳۴/۲۔

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"إن هـذه الـقبـور مملوء ة ظلمة على أهلها، و إن الـلـه عـز وجل ينورها لهم بصلاتي عليهم"(۱)۔

یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر میری نماز کے سبب ان میں روشنی کرتا ہے۔

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کا فرمان 'یہ قبریں اپنے اندر مدفون لوگوں پر تاریکیوں سے بھری ہوئی ہیں' الخ" اسلوب حکیم کی طرح ہے، یعنی میت پر نماز جنازہ ادا کرنے میں اس کی حقارت یا رفعت شان بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز جنازہ اس کے لئے سفارشی کے طور پر ہے تاکہ اللہ اس کی قبر کو روشن کردے..."(۲)۔

(۵) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی آنکھ بند کرتے ہوئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی (درج ذیل) دعا مروی ہے:

"الـلهـم اغـفـر لأبـي سلمة، وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين، واغفرلنا وله يا رب العالمين، وافسح له في قبره ونور له فيه"(۳)۔

اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کا درجہ بلند فرما، اور ان کے بعد ان کے پسماندگان میں ان کا جانشین بنا، اور اے رب العالمین! ہماری اور ان کی مغفرت فرما، اور ان کی قبر میں کشادگی فرما، اور اس میں ان کے لئے روشنی اور نور عطا فرما۔

ابوسلمہ کے لئے یہ بڑی عظیم دعا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بلندئ درجات کی دعا فرمائی، یعنی ان کا درجہ بلند فرما، انہیں ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما جنھیں تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے اور ان کے بعد ان

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی القبر، ۲/۶۵۹، حدیث (۹۵۶)۔

(۲) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/۱۳۹۵، نیز دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح للملا علی القاری، ۴/۱۷۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء لہ اذا حضر، ۲/۶۳۴، حدیث (۹۲۰)۔

کے پسماندگان مثلاً ان کے اہل واولاد کا جانشین ہوجا، ان کے معاملات ومصالح کی حفاظت فرما اور انہیں اپنے علاوہ کے حوالہ نہ فرما کیونکہ وہ ان کے پسماندگان (یعنی بعد میں باقی) ہیں، اور ''غـابـرین'' سے مراد بقیہ لوگ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فأنجيناه وأهله إلا امرأته كانت من الغابرين﴾ (۱)۔

سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ انہیں لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔

یعنی عذاب میں باقی ماندہ لوگوں میں سے تھی، اور ''غبـر'' کا لفظ اضداد میں سے ہے باقی رہنے کے معنیٰ میں آتا ہے اور جانے کے بھی (۲)۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ''وافسح له في قبره ونور له فيه''۔

یعنی ان کی قبر میں کشادگی کردے اور اس کی تاریکی دور فرما'' (۳)۔

(٦) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مکہ ومدینہ کے درمیان خُم نامی ایک چشمہ پر ہمارے درمیان خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی اور پھر ہمیں وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا:

''أمـا بـعـد، ألا أيهـا الـناس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من اتبعـه كـان عـلـى الهـدى، ومـن تـركـه كان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به'' (۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۸۳۔

(۲) دیکھئے: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۲/۳۷۵، وشرح النووی علی صحیح مسلم، ۶/۴۷۸، وشرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۴/۱۳۷۴۔

(۳) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح للملا علی القاری، ۴/۸۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ۴/۱۸۷۳، حدیث (۲۴۰۸)۔

حمد وثنا کے بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے...الحدیث۔

امام نووی رحمہ اللہ فرمان نبوی "هو حبل الله" (وہ اللہ کی رسی ہے) کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: "کہا گیا ہے کہ اللہ کی رسی سے مراد اس کا عہد و پیمان ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ کی رضا ورحمت تک پہنچانے والا زینہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا وہ نور ہے جس کے ذریعہ وہ ہدایت عطا فرماتا ہے" (۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی کتاب پر عمل کرنا اس کی رحمت، رضا، ہدایت اور اس کی توفیق تک پہنچاتا ہے، واللہ المستعان۔

(۷) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے فتنۂ قبر اور سوالوں پر مسلمانوں کے جواب کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

"ثم يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين، ثم ينور له فيه" (۲)۔

پھر اس کی قبر میں ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی وسعت کردی جائے گی، پھر اس میں روشنی کردی جائے گی۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی قبر وسیع کرکے ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کردی جائے گی اور پھر اس وسیع قبر میں روشنی کردی جائے گی (۳)۔

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۵/۱۹۱۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ۴/۲۷۴، حدیث (۱۰۷۱)، وابن ابی عاصم، کتاب السنہ، ۲/۴۱۶، حدیث (۸۶۴)، علامہ البانی اسے صحیح سنن ترمذی (۲/۳۶۹) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/۱۳۹۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی بشرح سنن الترمذی، ۴/۶۸۳۔

(۸) عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع کیا ہے، اور فرمایا ہے:

"إنه نور المسلم"(۱)۔

یہ مسلمان کا نور ہے۔

(۹) کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من شاب شيبة في الإسلام كانت له نوراً يوم القيامة"(۲)۔

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اسلام (کی حالت) میں سفید ہو گئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

(۱۰) عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من شاب شيبة في سبيل الله كانت له نوراً يوم القيامة"(۳)۔

جس کے بال (بڑھاپے کے سبب) اللہ کی راہ میں سفید ہو گئے، وہ قیامت کے روز اس کے لئے روشنی ہوں گے۔

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی النہی عن نتف الشیب، ۵/۱۲۵، حدیث: (۲۸۲۱) وابن ماجہ، کتاب الادب، باب نتف الشیب، ۲/۱۲۲۶، حدیث (۳۷۲۱)، ومسند احمد بن حنبل، ۲/۱۷۹، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۱۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (۲/۳۶۹) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث ۱۲۴۳) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من شاب شیبۃ فی سبیل اللہ، ۴/۱۷۲، حدیث (۱۶۳۴)، وسنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب النہی عن نتف الشیب، ۸/۱۳۶، حدیث (۵۰۶۸)، وصحیح ابن حبان، بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۷/۲۵۱، حدیث (۲۹۸۳)، امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی بسند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اس کے ہم معنیٰ الفاظ میں روایت کیا ہے، کتاب الترجل، باب نتف الشیب، ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۲)، ومسند احمد، ۴/۱۱۳، ۲۳۶، و ۶/۲۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۳/۲۴۸، حدیث: ۱۲۴۴) اور صحیح سنن ترمذی (۲/۱۲۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) جامع ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل من شاب شیبۃ فی سبیل اللہ، ۴/۱۷۲، حدیث (۱۶۳۵)، اور فرمایا ہے کہ: "یہ حدیث حسن صحیح ہے" امام ابن حبان نے بروایت ابونجیح سلمی روایت کیا ہے، ۷/۲۵۲، حدیث (۲۹۸۴)۔

(۱۱) عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الشيب نور المؤمن ، لا يشيب رجل شيبة في الإسلام إلا كانت له بكل شيبة حسنة، ورفع بها درجة"(۱)۔

سفید بال مومن کا نور ہے جس کسی شخص کے بال اسلام میں سفید ہوتے ہیں اسے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی ملتی ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

(۱۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"لا تنتفوا الشيب؛ فإنه نور يوم القيامة ، ومن شاب شيبة في الإسلام ، كتب له بها حسنة ، وحط عنه بها خطيئة، ورفع له بها درجة"(۲)۔

سفید بال نہ اکھیڑو، کیونکہ وہ قیامت کے روز روشنی ہوگا، اور جس شخص کے بال اسلام میں سفید ہو گئے، اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند ہوگا۔

اس معنیٰ کی بیشمار حدیثیں ہیں، جو دس سے زائد صحابۂ کرام سے مروی ہیں، مذکورہ پانچ حدیثیں سفید بالوں کی فضیلت بیان کرتی ہیں اور یہ کہ انہیں نہ اکھیڑا جائے، کیونکہ وہ مسلمان کا نور اور وقار ہیں، اور وقار انسان کو غرور وتکبر سے روکتا ہے اور اسے اطاعت اور توبہ کی طرف مائل کرتا ہے، اس کی نفسانی خواہشات سرد پڑ جاتی ہیں، چنانچہ وہ اس کا نور بن جاتا ہے جو حشر کی تاریکیوں میں اس کے آگے آگے چلے گا' یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کر دے گا (۳)، چنانچہ سفید بال بذات خود نور ہو جائے گا جس سے وہ شخص ہدایت

(۱) شعب الایمان للبیہقی، ۵/ ۲۰۵، حدیث (۶۳۸۷)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/۱۲۴۳) میں حسن قرار دیا ہے، نیز امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنیٰ الفاظ سے روایت کیا ہے، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب، ۴/ ۸۵، حدیث (۴۲۰۲)۔

(۲) صحیح ابن حبان، ۷/ ۲۵۳، حدیث (۲۹۸۵)، اس کی سند کو علامہ شعیب ارنووط نے حسن کہا ہے، نیز علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۳/ ۲۴۷، حدیث: ۱۲۴۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے: شرح الطیبی بر مشکاۃ المصابیح، ۹/ ۲۹۳۴۔

یاب ہوگا، اور قیامت کے روز اس کے سامنے دوڑے گا' اور بال کی سفیدی گرچہ بندہ کی اپنی کمائی نہیں ہوتی، لیکن اگر اس کا سبب جہاد یا خوف الٰہی ہو تو اسے اس کے قائم مقام سمجھا جائے گا، چنانچہ داڑھی، مونچھ' عنفقہ (نچلے ہونٹ اور داڑھ کے درمیانی بال) اور ابرو کے سفید بالوں کو اکھیڑنا مکروہ ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حرام کہا جائے تو بھی بعید (مبالغہ) نہ ہوگا (۱)۔

اور جو اس سفیدی کو سیاہی سے تبدیل کرے گا (کالا خضاب لگائے گا) اسے یہ نور حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ وہ توبہ کرلے یا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے (۲)۔

یہ سفید بال اعمال صالحہ کی روشنی کا بھی سبب ہے، چنانچہ وہ مسلمان کی قبر میں روشنی ہوگا اور حشر کی تاریکیوں میں اس کے سامنے دوڑے گا (۳)۔

یہ فضیلت ایک سفید بال سے بھی حاصل ہوتی ہے وہ (ایک بال) روشنی اور موقف کی تاریکیوں اور ہولناکیوں سے نجات دلانے والا ہوگا (۴)۔

ان احادیث میں وارد یہ فضیلت مسلمان کو سفید بال کے نہ اکھیڑنے کی رغبت دلاتی ہے، اور اکھیڑنے سے زیادہ سنگین اسے سیاہی سے تبدیل کرنا ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے روکا اور تنبیہ فرمائی ہے۔

چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ کی مانند سفید تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد" (۵)۔

اسے کسی چیز سے بدل لو اور سیاہی سے اجتناب کرو۔

---

(۱) دیکھئے: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۶/ ۱۵۶، وتحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۵/ ۲۶۱۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ۶/ ۱۵۷۔

(۳) دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح، لملا علی القاری، ۸/ ۲۳۵۔

(۴) دیکھئے: تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، للمبارکفوری، ۵/ ۲۶۱۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینہ، باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ أو حمرۃ وتحریمہ بالسواد، ۳/ ۱۶۶۳، حدیث (۲۱۲)۔

''ثغامہ'' ایک سفید پودا ہے جس کا پھول اور پھل دونوں سفید ہوتا ہے، بالوں کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے جو برف یا نمک کی طرح سفید ہوتا ہے(۱)۔

فرمان نبوی ''اسے کسی چیز سے بدل لو'' سفیدی سے بدلنے کا حکم ہے، یہی خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے بھی کہا ہے، لیکن کسی نے اس کے وجوب کی بات نہیں کہی ہے بلکہ یہ مستحب ہے(۲)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب نہیں لگایا' صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے صحیح سندوں کی بنیاد پر ثابت ہے کہ آپ نے مہندی اور زردی (پیلے رنگ) کا خضاب لگایا ہے''(۳)۔

شاید امام قرطبی رحمہ اللہ کا اشارہ ابورمثہ رضی اللہ عنہ کی (درج ذیل) حدیث کی طرف ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

"أتيت أنا وأبي النبي ﷺ، وكان قد لطخ لحيته بالحناء"(۴)۔

یعنی میں اور میرے ابا جان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (دیکھا کہ) آپ اپنی داڑھی مبارک کو حنا (مہندی) سے رنگے ہوئے تھے۔

نیز انہی سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں:

"أتيت النبي ﷺ ورأيته قد لطخ لحيته بالصفرة"(۵)۔

---

(۱) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۵/ ۴۱۸۔

(۲) حوالہ سابق، ۵/ ۴۱۸۔ میں (راقم الحروف) نے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو مورخہ ۲۱/ ۸/ ۱۴۱۸ھ کو سنن نسائی کی حدیث (۵۰۷۳) کی شرح کرتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: ''خضاب سنت موکدہ ہے واجب نہیں''۔

(۳) حوالہ سابق، ۵/ ۴۱۸۔

(۴) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/ ۱۴۰، حدیث (۵۰۸۳)، وابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، ۴/ ۸۶، حدیث (۴۲۰۶)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/ ۱۰۴۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/ ۱۴۰، حدیث (۵۰۸۴)، وابوداود، کتاب الترجل، باب فی الخضاب، ۴/ ۸۶، حدیث (۴۲۰۸)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/ ۱۰۴۴) اور مختصر الشمائل المحمدیہ (ص/ ۴۰، ۴۱ حدیث: ۳۶، ۳۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زرد رنگ سے رنگے ہوئے ہیں۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا، تو میں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اپنی داڑھی کو خلوق (ایک قسم کی خوشبو جس کا رنگ زرد کے قریب ہوتا ہے) سے رنگتے ہیں!! انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کو زرد کرتے تھے، اور اس سے زیادہ کوئی رنگ آپ کو محبوب نہ تھا''(۱)۔

یہ تو رہے نبی کریم ﷺ کے عملی دلائل، آپ کی قولی حدیثوں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن أحسن ما غيرتم به الشيب: الحناء والكتم"(۲)۔

سب سے بہتر چیز جس سے تم اپنے بالوں کی سفیدی بدلو گے حنا (مہندی) اور کتم (ایک پودا جس سے سیاہی مائل سرخ رنگ پیدا ہوتا ہے) ہیں۔

۱۱- اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرا جس نے اپنے بالوں میں مہندی لگا رکھی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ما أحسن هذا؟'' کیا خوب ہے یہ! فرماتے ہیں کہ ایک دوسرا شخص گزرا جو اپنے بالوں کو مہندی اور کتم دونوں سے رنگا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''هذا أحسن من هذا'' یہ اس (پہلے) سے بھی بہتر ہے، بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک تیسرے شخص کا گزر ہوا، جس نے اپنے بالوں میں زرد خضاب لگا رکھا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الخضاب بالصفرۃ، ۸/۱۴۰، حدیث (۵۰۸۵)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/۱۰۴۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن نسائی، کتاب الزینۃ، باب الخضاب بالحناء والکتم، ۸/۱۳۹، حدیث (۵۰۷۷-۵۰۸۰)، نیز بروایت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ، حدیث (۵۰۸۱، ۵۰۸۲) وابوداود، کتاب الترجل، باب ''فی الخضاب''، ۴/۸۵، حدیث (۴۲۰۵)۔

''هذا أحسن من هذا كله'' یہ اُن تمام سے بہتر ہے(۱)۔

اورعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ سبتی (۲) جوتے پہنتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس (ایک خوشبودار پودا جس کا رنگ سرخ کے قریب ہوتا ہے) اور زعفران (ایک خوشبودار پودا جس کا رنگ گیروا ہوتا ہے) سے زرد کرتے تھے'' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے(۳)۔

میں (راقم الحروف) نے علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ: ''زردی استعمال کرنے کا ذکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین میں بھی وارد ہے، اور داڑھی یا مونچھ یا سر کے بال زعفران کے استعمال سے مستثنیٰ ہیں'' (۴)۔

نیز یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''مہندی یا زرد رنگ یا مہندی اور کتم کا خضاب لگانا سنت ہے'' (۵)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک خالص مہندی اور مہندی اور کتم کا خضاب لگانے کی بات ہے تو اس میں اختلاف کرنا مناسب نہیں' کیونکہ اس بارے میں حدیثیں صحیح ہیں البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں مسئلہ دو حالتوں پر محمول ہے:

۱- ملک (یا شہر) کی عادت، چنانچہ جس شخص کے یہاں کا (ماحول) خضاب نہ لگانا ہو اس کا ماحول کے خلاف عمل کرنا ایک قبیح اور ناپسندیدہ شہرت ہے۔

---

(۱) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب الصفرہ ،۴/۸۶، حدیث (۴۲۱۱) علامہ البانی نے مشکاۃ المصابیح کی تحقیق میں فرمایا ہے: ''اس کی سند جید ہے'' ۲/۱۲۶۶۔

(۲) سبتی ''سبت'' کی طرف منسوب ہے جس کے معنیٰ دباغت دی ہوئی اور بال اتاری ہوئی جلد کے ہیں، اور دباغت ایک مخصوص عمل کو کہتے ہیں جس سے جلد کی رطوبت اور بدبو زائل ہو جاتی ہے، آپ ﷺ ایسی ہی جلد سے بنا ہوا جوتا پہنا کرتے تھے۔ (مترجم)

(۳) سنن نسائی، کتاب الزینہ، باب تصفیر اللحیۃ بالورس والزعفران، ۸/۱۸۶، حدیث (۵۲۴۴)، وابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب الصفرہ ،۴/۸۶، حدیث (۴۲۱۰)، علامہ البانی نے اسے صحیح سنن نسائی (۳/۱۰۶۵، حدیث: ۴۸۳۹) اور صحیح سنن ابوداود (۲/۷۹۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) یہ بات میں نے علامہ رحمہ اللہ سے مورخہ ۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ بروز اتوار، بعد نماز مغرب جامع امیرہ سارہ میں سنن نسائی کی حدیث (۵۲۴۴) کی شرح کرتے ہوئے سنا ہے۔

(۵) یہ بات میں نے علامہ رحمہ اللہ سے مورخہ ۲۴/۸/۱۴۱۸ھ کو مذکورہ مقام پر سنن نسائی کی حدیث (۵۰۸۵) کی شرح کرتے ہوئے سنی ہے۔

۲- بالوں کی سفیدی میں لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا، چنانچہ بعض صاف ستھرے سفید بال خضاب شدہ بالوں سے خوبصورت لگتے ہیں، اوراس کے برعکس بھی ہوتا ہے، لہٰذا جسے خضاب برا لگے وہ اس سے اجتناب کرے، اور جسے اچھا لگے وہ استعمال کرے، اور خضاب کے دو فائدے ہیں:

پہلا فائدہ: گرد وغبار اور دھوئیں وغیرہ سے بالوں کی حفاظت۔

دوسرا فائدہ: اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی مخالفت (۱)، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم" (۲)۔

یہود ونصاریٰ اپنے بالوں کو نہیں رنگتے ہیں، لہٰذا ان کی مخالفت کرو۔

مزید فرماتے ہیں: ''لیکن یہ بالوں کا رنگنا سیاہی کے علاوہ سے ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''واجتنبوا السواد'' یعنی سیاہی سے اجتناب کرو، واللہ اعلم'' (۳)۔

نیز فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے فرمان ''واجتنبوا السواد'' یعنی سیاہی سے اجتناب کرو، کالے خضاب سے اجتناب کرنے کا حکم ہے، اور ایک جماعت نے اسے ناپسند کیا ہے، ان میں سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ بھی ہیں، اس حدیث سے ظاہر بھی یہی ہوتا ہے، اس (کالے سے اجتناب) کی علت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ عورتوں سے حیلہ اپنانے کے قبیل سے ہے، اور یہ کہ وہ چہرے میں سیاہی ہے، لہٰذا ناپسندیدہ ہے' کیونکہ یہ جہنمیوں کے حلیہ سے مشابہت رکھتا ہے'' (۴)۔

پھر آپ (امام قرطبی رحمہ اللہ) نے سلف صالحین کی ایک بڑی جماعت کا ذکر کیا ہے' جو اپنے بالوں کو سیاہی سے رنگا کرتے تھے، اور فرمایا ہے کہ ''میں نہیں جانتا کہ ابوقحافہ کی حدیث کے تئیں ان کا کیا عذر ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اس کا کم سے کم درجہ کراہت ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے'' (۵)۔

---

(۱) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۵/۴۲۰۔

(۲) متفق علیہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ۴/۱۷۵ حدیث (۳۴۶۲) وصحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب فی مخالفۃ الیہود فی الصبغ، ۳/۱۶۶۳، حدیث (۲۱۰۳)۔

(۳) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۵/۴۲۰۔

(۴) حوالہ سابق، ۵/۴۱۹۔

(۵) حوالہ سابق، ۵/۴۱۹۔

میں (راقم) کہتا ہوں کہ جہاں تک سلف رحمہم اللہ جو سیاہی کا استعمال کیا کرتے تھے ان کے عذر کی بات ہے تو وہ اس بات پر محمول ہے کہ انہیں سیاہی سے رنگنے کے بارے میں صریح ممانعت کی حدیث نہیں پہنچی تھی، واللہ اعلم۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد وعورت کے لئے بالوں کو زرد یا سرخ سے رنگنا مستحب ہے اور صحیح ترین قول کے مطابق کالا خضاب لگانا حرام ہے'' (۱)۔

سیاہ خضاب کی حرمت کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کے اختیار کردہ رائے کی تائید عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یکون قوم یخضبون في آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام، لا یریحون رائحة الجنة'' (۲)۔

آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کبوتر کے سینہ کی مانند کالا خضاب لگائیں گے، ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔

میں (راقم) نے سماحۃ الامام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''اس حدیث کی سند جید (عمدہ) ہے، اور یہ حدیث بالوں کو سیاہی سے بدلنے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ وعید ہے'' (۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۴/ ۳۲۵۔

(۲) سنن ابوداود، کتاب الترجل، باب ماجاء فی خضاب السواد، ۴/ ۸۷، حدیث (۴۲۱۲)، وسنن نسائی کتاب الزینہ، باب النہی عن الخضاب بالسواد، ۸/ ۱۳۸، حدیث (۵۰۷۵)، ومسند احمد، ۱/ ۲۷۳، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۶/ ۴۹۹) میں فرمایا ہے: ''اس حدیث کی سند قوی ہے'' نیز علامہ البانی نے اس کی سند کو غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام میں صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیخین (امام بخاری ومسلم) کی شرط پر ہے، ص ۸۴۔

(۳) یہ بات میں نے آں جناب سے مورخہ ۲۱/ ۸/ ۱۴۱۸ھ کو بروز اتوار بعد نماز مغرب بدیعہ (ریاض) کی جامع امیرہ سارہ میں سنن نسائی کی حدیث (۵۰۷۵) کی شرح کرتے ہوئے سنا ہے۔

اورفرمان نبوی ﷺ:"كحواصل الحمام" کا مطلب ہے،یعنی کبوتر کے سینہ کی مانند،عام طور پر، کیونکہ بعض کبوتروں کے سینے سیاہ نہیں ہوتے (۱)۔

کالے خضاب کی قباحت پر بعض سلف جو کالا خضاب لگایا کرتے تھے،ان کا درج ذیل قول بھی دلالت کرتا ہے:

نسود أعلاها وتأبى أصولها ولا خير في الأعلى إذا فسد الأصل (۲)

ہم بالوں کے اوپری حصہ کو سیاہ کرتے ہیں،جبکہ ان کی جڑیں یونہی رہتی ہیں،اور جب اصل (جڑ) ہی خراب ہوتو اوپری حصہ میں کوئی بھلائی نہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کی حدیثوں میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بالوں کی سفیدی کے بدلنے کے تعلق سے جن باتوں سے منع فرمایا ہے وہ دو چیزیں ہیں:

ایک اسے اکھیڑنا،اور دوسرے اس میں کالا خضاب لگانا۔

اور جن چیزوں کی اجازت دی ہے وہ اسے رنگنا اور کالے خضاب کے علاوہ جیسے مہندی اور کتم وغیرہ سے اسے بدلنا ہے،حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل رہا ہے...رہا کالا خضاب تو اسے اہل علم کی ایک جماعت نے ناپسند کیا ہے،اور سابقہ دلائل کی روشنی میں بلا شبہ یہی درست بھی ہے،امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا آپ کالا خضاب ناپسند کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم!یہ ان مسائل میں سے جن پر انھوں نے قسم کھائی ہے...اور اس مسئلہ میں کچھ لوگوں نے رخصت دی ہے،ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متبعین ہیں،اور حسن،حسین،سعد بن ابی وقاص،عبداللہ بن جعفر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے،لیکن ان حضرات سے اس کا ثبوت محل نظر ہے،اور (بالفرض) اگر ثابت بھی ہوتو رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی کی بات کا کوئی اعتبار نہیں،آپ ﷺ کی سنت سب سے زیادہ مستحق اتباع ہے،

---

(۱) دیکھئے: شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح،۹/۲۹۳۳،ومرقاۃ المفاتیح،لملاعلی القاری،۸/۲۳۲۔

(۲) شرح مشکل الآثار،للطحاوی،۹/۳۱۴۔

گر چہ مخالفت کرنے والے اس کی مخالفت کریں''(۱)۔

سفید بالوں اور ان کی تبدیلی کے بارے میں وارد احادیث کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) سفید بال دنیا وآخرت میں مومن کا نور ہے۔

(۲) سفید بالوں کے اکھیڑنے کی ممانعت نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۳) سفید بالوں سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) سفید بالوں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۵) سفید بالوں سے گناہ مٹائے جاتے ہیں۔

(۶) بالوں میں کالا خضاب استعمال کرنے کی حرمت۔

(۷) سفید بالوں کو مہندی، یا زرد رنگ یا مہندی اور کتم کے ذریعہ رنگنا سنت موکدہ ہے۔

(۸) مہندی کا رنگ سرخ اور مہندی اور کتم کا رنگ سیاہی وسرخی کے مابین ہوتا ہے۔

(۹) سلف صالحین میں سے جنھوں نے بالوں میں کالے خضاب کا استعمال کیا ان کے پاس کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابل کسی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں خواہ کوئی بھی ہو۔

(۱۱) بالوں کی سفیدی کے درازی عمر کے علاوہ بھی کئی اسباب ہیں۔

چنانچہ بسا اوقات خوف الٰہی یا دوسرے کسی سبب سے بھی بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے بال سفید ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا:

"شيبتني هود، والواقعة، والمرسلات، وعم يتسآء لون، وإذا الشمس كورت"(۲)۔

---

(۱) تہذیب ابن القیم، مطبوع مع معالم السنن الخطابی، ۶/۱۰۴، نیز دیکھئے: غذاء الالباب لشرح منظومۃ الآداب، للشیخ محمد السفارینی، ۱/۴۱۵-۴۲۰، ۴۲۱ و ۴۲۸۔

(۲) جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعہ، ۵/۴۰۲، حدیث (۳۲۹۷) اور انھوں نے اس کی تحسین فرمائی ہے، نیز علامہ البانی نے اسے مختصر شمائل الترمذی، (ص ۴۰، حدیث: ۳۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساء لون (نبأ) اور سورۂ اذا الشّمس کورت (تکویر) نے مجھے بوڑھا کردیا (میرے بال سفید کردیئے)۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے بال سفید ہوگئے! تو آپ نے فرمایا:

"شيبتني هود وأخواتها"(۱).

سورۂ ہود اور اس کی بہنوں (ہم موضوع سورتوں) نے میرے بال سفید کردیئے۔

اللہ عزوجل ہی درستی کا توفیق دہندہ ہے۔

(۱۳) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''میں تمنا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ باحیات رہیں یہاں تک کہ ہمیں پیچھے چھوڑیں - آپ کا مقصود ہے کہ آپ ﷺ ان میں سب سے آخر میں وفات پاتے - لیکن اگر محمد ﷺ کی وفات بھی ہوجائے تو اللہ نے تمہارے درمیان ایک نور بنا رکھا ہے جس سے تم ہدایت یاب ہوگے، جس سے اللہ نے محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمایا تھا'' (۲)۔

عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں ''نور'' سے مراد قرآن عظیم ہے کیونکہ اس میں ہدایت اور نور ہے، چنانچہ جو اس پر عمل کرے گا وہ صراط مستقیم اور روشن حق پر گامزن ہوگا (۳)۔

(۱۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله عز وجل خلق خلقه في ظلمة فألقى عليهم من نوره، فمن أصابه من ذلك النور اهتدى، ومن أخطأه ضل، فلذلك أقول: جف القلم على علم الله"(۴)۔

---

(۱) الشمائل للترمذی، اور علامہ البانی نے مختصر شمائل الترمذی (ص ۴۰، حدیث: ۳۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، ۸/۱۶۰، حدیث (۷۲۱۹)۔

(۳) دیکھئے: فتح الباری لابن حجر، ۱۳/ ۲۰۹، وارشاد الساری للقسطلانی، ۱۵/ ۱۸۰۔

(۴) جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ہذہ الامہ، ۵/ ۲۶، حدیث (۲۶۴۲) اور انھوں نے فرمایا ہے کہ ''یہ حدیث حسن ہے'' ومسند احمد، ۲/ ۱۷۶، نیز امام حاکم نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/ ۳۰، علامہ البانی نے اس کی سند کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث/ ۱۰۷۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا اور ان پر اپنا نور ڈالا، جسے اس نور کا حصہ حاصل ہوا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جسے حاصل نہ ہوا وہ گمراہ ہوگیا، اسی لئے میں کہتا ہوں: اللہ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور ان پر اپنے نور کا کچھ حصہ ڈالا، جسے اس نور کا کچھ حصہ حاصل ہوا وہ جنت کی طرف راہ یاب ہوا اور جس سے وہ نور خطا کر گیا' اس تک نہ پہنچا وہ گمراہ ہوا اور راہ حق سے منحرف ہوگیا کیونکہ ہدایت یابی اور گمراہی اللہ کے علم کے مطابق جاری ہوئی ہے اور اللہ نے ازل میں اس کا فیصلہ فرما دیا ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں، قلم خشک ہو جانا اسی کی تعبیر ہے، اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جس ایمان واطاعت اور کفر ومعصیت کا فیصلہ ہو چکا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے کے سبب میں کہتا ہوں کہ قلم خشک ہو چکا ہے(۱)۔

(۱۵) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس سے تاریک رات میں نکلے، یکا یک ان دونوں کے سامنے ایک روشنی ظاہر ہوئی (اور ساتھ ساتھ چلتی رہی) یہاں تک کہ جب وہ دونوں جدا ہوئے تو روشنی بھی جدا ہو کر ان دونوں کے ساتھ ہوگئی۔

اور معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ ثابت سے اور وہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص'' اور حماد فرماتے ہیں کہ ہمیں ثابت نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے خبر دی ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے پاس تھے''(۲)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''معمر کی روایت کو امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اپنی سند سے موصول ذکر کیا ہے، اور انہی کی سند سے امام اسماعیلی نے بایں الفاظ روایت کیا ہے: ''اسید بن حضیر اور ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گئے تک گفتگو کرتے رہے اور رات انتہائی تاریک تھی، پھر دونوں نکلے دراں حالیکہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، یکا یک ان میں سے ایک کی لاٹھی میں

---

(۱) تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۷/۴۰۱۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب منقبۃ أسید بن حضیر وعباد بن بشیر، رضی اللہ عنہما، ۳/۲۷۰، حدیث (۲۸۰۵)۔

روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ جب دونوں جدا ہوئے تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی، اس طرح دونوں اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتے رہے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچے''۔

اور حماد بن سلمہ کی روایت کو امام احمد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ان الفاظ سے موصول ذکر کیا ہے:

''اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما گھٹا ٹوپ اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، چنانچہ جب دونوں نکلے تو دونوں میں سے ایک کی لاٹھی میں روشنی ہوگئی اور دونوں اس روشنی میں چلتے رہے، اور جب دونوں نے جدا ہوکر اپنی اپنی راہ لی تو دوسرے کی لاٹھی میں بھی روشنی ہوگئی''(۱)۔

یہ اولیاء کرام کی کرامات کے قبیل سے ہے کیونکہ نیکوکار حضرات کو جب کوئی خلاف عادت امر پیش آتا ہے تو وہ کرامت کہلاتا ہے، اور اگر کسی فاسق کو پیش آجائے تو وہ شیطانی عمل (شعبدہ) ہے، اور اگر کسی مجہول اور گمنام شخص کو پیش آجائے تو اس کا معاملہ کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔

یہ نور جوان دونوں صحابۂ کرام کو پیش آیا ایمان اور تقویٰ کے نور پر مبنی ہے، جس سے ان کا باطن منور ہوا تھا، اور اللہ نے دونوں میں سے ہر ایک کی لاٹھی میں روشنی پیدا کردی جس سے ان کا ظاہر روشن ہوگیا، یہ فضیلت ہر مومن کو حاصل ہو یہ ضروری نہیں، بلکہ یہ مسئلہ اللہ عزوجل کے سپرد (اس کی مشیت پر مبنی) ہے۔

(۱۶) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من قرأسورة الكهف يوم الجمعة أضاء له من النور ما بين الجمعتين"(۲)۔

جو شخص جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھے گا اس کے دو جمعہ کے مابین روشنی رہے گی۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**أضاء له من النور**'' کے معنیٰ ہیں کہ اس کے دل میں، یا قبر میں یا حشر کے روز سب سے بڑے مجمع میں نور روشن ہوگا، ''**مابين الجمعتين**'' یعنی دو جمعوں کے درمیان کے وقت کی مقدار اور اسی طرح ہر جمعہ میں ہوگا جس میں وہ (اس) سورہ کی تلاوت کرے گا''(۳)۔

---

(۱) فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ۷/ ۱۲۵۔

(۲) سنن بیہقی، ۳/ ۲۴۹، مستدرک حاکم، اور انہوں کی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/ ۳۶۸، سنن دارمی (موقوفاً) فضائل القرآن، باب فی فضل سورة الكهف، ۲/ ۳۲۶، حدیث (۳۴۱۰)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے تعدد طرق کی بنیاد پر ارواء الغلیل (۳/ ۹۴، حدیث/ ۶۲۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ۴/ ۶۷۸۔

امام طیبی فرماتے ہیں: ''أضــــاء لــه'' (فعلٍ) لازم اور ''مــــا بيــن الجــمعتين'' ظرف بھی ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں دونوں جمعوں کے مابین بذات خود روشنی کا ہوجانا مبالغہ کے طور پر ہوگا، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ فعل متعدی ہو اور ظرف مفعول بہ''(۱)۔

(۱۷) امام مالک رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بیٹے! علماء کی صحبت اختیار کرو اور انکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے اسی طرح زندگی عطا کرتا ہے جس طرح مردہ زمین کو آسمان کی موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے''(۲)۔

چنانچہ لقمان حکیم کے قول ''علماء کی صحبت اختیار کرو اور انکے سامنے زانوے تلمذ تہ کرو'' سے زیادتیٔ قرب مقصود ہے، اور ''کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے زندگی عطا کرتا ہے'' یہ علم کا حصول، عمل کی پختگی اور قول وفعل میں درستی کا نام ہے، یعنی دین میں تفقہ پر مشتمل علم، بصیرت کے نفاذ کے ساتھ اللہ کی معرفت، عمل کے لئے حق کی تلاش وجستجو اور باطل سے اعراض''(۳)۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے دلوں کو ایسے ہی زندہ کرتا ہے جس طرح بارش سے زمین کو، اس سے علم نافع اور عمل صالح کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے، علم وعمل کی اسی فضیلت کی بنا پر محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''کچھ لوگ طلب علم اور علماء کی صحبت کو ترک کرکے (نفلی) نماز اور روزے میں لگ گئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض کی جلد خشک ہوکر ہڈی سے چپک گئی، پھر انھوں نے سنت کی مخالفت کی اور ہلاک ہوگئے اور مسلمانوں کا ناحق خون بہایا، اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، جو کوئی جہالت کی بنیاد پر کوئی عمل کرتا ہے اس کی برائی اچھائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے''(۴)۔

---

(۱) شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۵/۱۶۷۵۔

(۲) موطا امام مالک، ۲/۱۰۰۲۔

(۳) دیکھئے: شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک، ۴/۵۵۳، والحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ عز وجل، از شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی، ص ۲۷۔

(۴) اسے امام ابن عبدالبر نے اپنی سند سے الاستذکار میں روایت کیا ہے، ۲۷/۴۳۴، حدیث (۴۱۷۷۹)۔

(۱۸) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً، فأي قلب أشربها نكت فيها نكتة سوداء، وأي قلب أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء، حتى تصير على قلبين: على أبيض مثل الصفا لا تضره فتنة ما دامت السماوات والأرض، والآخر أسود مرباداً كالكوز مجخياً، لا يعرف معروفاً ولا ينكر منكراً إلا ما أشرب من هواه"(۱)۔

فتنے دلوں کو چٹائی کی ایک ایک تیلی کی مانند لاحق ہوں گے، چنانچہ جو دل اسے جذب کرلے گا اس پر سیاہ نکتے پڑ جائیں گے اور جو اسے انکار کردے گا اس پر ایک سفید نکتہ پڑ جائے گا یہاں تک کہ دو طرح کے دل ہوجائیں گے، ایک سفید چکنے پتھر کی مانند جسے جب تک زمین وآسمان قائم رہیں گے کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا' اور دوسرا سیاہ مٹیالے الٹے پیالہ کی مانند جو نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا اور نہ برائی پر نکیر کرے گا' سوائے اس کے جو باطل خواہشات اس نے جذب کئے ہیں۔

عربوں کی زبان میں ''فتنہ'' دراصل آزمائش' امتحان اور جانچ پڑتال کا نام ہے، پھر عام گفتگو میں ہر اس امر کو فتنہ کہا جانے لگا جس کا انجام کار برا ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: ''فتن الرجل'' آدمی فتنہ میں پڑ گیا، جب وہ فتنہ میں جا واقع ہوا اور اچھی حالت سے بری حالت میں تبدیل ہوجائے۔

فرمان نبوی ﷺ: "تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً"، کا معنیٰ یہ ہے کہ فتنے دلوں کی سطح پر ایسے ہی لگ جائیں گے جیسے چٹائی سونے والے کے پہلو میں لگ جاتی ہے اور سخت دباؤ کے سبب اس کے جسم میں اثر انداز ہوجاتی ہے، اور پھر تھوڑا تھوڑا دوبارہ سہ بارہ لاحق ہوں گے، چنانچہ جو دل بھی فتنہ کو جذب کرے گا اس میں مکمل طور پر داخل اور پیوست ہوجائے گا اور پانی کی طرح جگہ بنالے گا، اس پر ایک سیاہ نکتہ لگ جائے گا اور پھر جب فتنہ سر ابھارے گا تو یہ دل اسے اسی طرح جذب کرے گا جس طرح اسپنج پانی کو جذب کرلیتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہ اور الٹے ہوئے پیالہ کی مانند ہوجائے گا اور ''کوز'' پینے کے اس برتن

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریباً، ۱/ ۱۲۸، حدیث (۱۴۴)۔

کو کہتے ہیں جس کا اوپری حصہ کشادہ ہو بشرطیکہ اس میں ٹونٹی اور دستانہ ہو، اور اگر دستانہ نہ ہوتو انہیں ''اکواب'' کہا جاتا ہے''(۱)۔

چنانچہ جب دل پلٹ جائے گا تو اس پر معروف ومنکر گڈمڈ ہوجائیں گے اور بسا اوقات بیماری اس پر قابو پالے گی تو وہ معروف کو منکر اور منکر کو معروف، سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت، حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھے گا اور اس بنا پر وہ اپنی خواہشات نفس کو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر حکم اور فیصل مانے گا اور اس کا تابع فرمان اور پیروکار رہوگا۔ اور دوسرا دل سفید ہوگا اس میں ایمان کا نور اور اس کے دیئے روشن ہوں گے، جب اس پر فتنہ لاحق ہوگا تو وہ اس کا انکار کرے گا اور ٹھکرا دے گا جس سے اس کے نور، روشنی اور قوت میں مزید اضافہ ہوجائے گا، ایمان کی گرہوں پر اس کی اسی گرفت، شدت اور خلل سے سلامتی کے سبب اسے اس چکنے پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر کوئی چیز نہیں لگتی، چنانچہ اس دل پر فتنے لاحق نہ ہوں گے نہ ہی اس پر ان کا کوئی اثر ہوگا برخلاف سیاہ مٹیالے دل کے، ''مرباد: اس رنگ کو کہتے ہیں جو سفیدی، سیاہی اور گدلے پن کے مابین راکھ کے رنگ کے مثل ہوتا ہے''(۲)، یہ سیاہ اور پلٹا ہوا دل ہے جس میں کوئی بھلائی یا حکمت اثر انداز نہیں ہوتی ہے، اسی لئے اس کی تشبیہ اس الٹے پیالہ سے دی گئی ہے جس میں پانی نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے دل میں ہر گناہ کے سبب تاریکی چھا گئی ہے اور وہ فتنوں کی آغوش میں چلا گیا ہے نیز اس سے اسلام کا نور زائل ہوچکا ہے، اور دل آبخورے کی مانند ہے کہ جب وہ پلٹ جاتا ہے تو اس میں موجود شے انڈل جاتی ہے اور اس کے بعد پھر کوئی شے اس میں داخل نہیں ہوسکتی (۳)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فتنے جو دلوں کو لاحق ہوتے ہیں وہ دراصل دلوں کی بیماری کے اسباب ہیں، یہ شہوات، شبہات، ضلالت وگمراہی اور گناہوں کے فتنے ہیں، اور بدعات ظلم وجہالت کے فتنے ہیں، پہلا قصد وارادہ کی خرابی کا موجب ہے اور دوسرا علم وعقیدہ کی خرابی کا موجب ہے''(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: مشارق الانوار، للقاضی عیاض، ۱/۳۴۹۔

(۲) دیکھئے: مشارق الانوار للقاضی عیاض، ۱/۲۷۹۔

(۳) دیکھئے: شرح النووی علی صحیح مسلم، ۲/۵۳۰ تا ۵۳۱، واغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان لابن القیم، ۱/۱۶۔

(۴) حوالہ سابق، ۱/۱۷۔

نیز فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دلوں کی قسمیں بیان فرمائی ہیں، جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا(۱): ''دلوں کی چار قسمیں ہیں:

۱-قلب اجرد: جس میں روشن چراغ ہوتا ہے، یہ مومن کا دل ہے۔

۲-قلب اغلف: یہ کافر کا دل ہے۔

۳-قلب منکوس: یہ منافق کا دل ہے جو جانتا ہے پھر انکار کر دیتا ہے۔

۴-وہ دل جس میں دو مادے ہوتے ہیں: ایمان اور نفاق، چنانچہ اس میں ایمان کی مثال اس شجر کی سی ہے جو پاکیزہ پانی سے سیراب ہوتا ہو، اور نفاق کی مثال اس زخم کی سی جس میں خون و پیپ بھرا ہو، ان دونوں میں سے جو چیز اس پر غالب ہوگی وہ غالب اور زیادہ ہوگی''(۲)۔

چنانچہ ''**قلب اجرد**'' وہ دل ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ سے مجرد اور خالی ہو، ایسا دل حق کے علاوہ (باطل) سے خالی اور محفوظ ہوتا ہے، اس میں جگمگا تا چراغ ہوتا ہے جو ایمان کا دیا اور اس کی روشنی ہوتا ہے، الغرض یہ دل باطل کے شبہات اور ضلالت و گمراہی کے خواہشات سے عاری اور ایمان و عمل کے نور سے منور ہوتا ہے۔

اور ''**قلب اغلف**'' کافر کا دل ہے کیونکہ کفر اس کا غلاف ہوتا ہے اور اس کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوتا ہے لہٰذا اس تک علم و ایمان کی روشنی نہیں پہنچتی، جب اس سے توحید خالص اور نبی کریم ﷺ کی خالص اتباع کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ پشت پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اور ''**قلب منکوس**'' منافق کا دل ہے، یہ سب سے برا اور خبیث ترین دل ہے، کیونکہ وہ باطل کو حق سمجھتا ہے اور باطل پرستوں سے دوستی اور محبت رکھتا ہے اور حق کو باطل سمجھتا ہے اور حق پرستوں سے دشمنی رکھتا ہے

---

(۱) اغاثۃ اللہفان من مصائد الشیطان لابن القیم، ۱/ ۱۷۔

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر موقوفاً ذکر کیا ہے، اور ابوداود سجستانی کی طرف منسوب کیا ہے نیز اس کی سند ذکر کی ہے، پھر فرمایا ہے کہ یہ مرفوعا بھی مروی ہے اور مرفوعاً مسند احمد میں ہے، کتاب الایمان لابن تیمیہ، ص ۲۸۸، میں (مولف کتاب) کہتا ہوں کہ وہ مسند احمد (۳/ ۱۷) میں ہے، علامہ البانی فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ مرفوع کی سند ضعیف ہے، صحیح موقوف ہے''، کتاب الایمان لابن تیمیہ ص ۲۸۸۔

اوراس کے باوجود وہ کفر چھپاتا ہےاورایمان ظاہر کرتا ہے۔

اور''وہ دل جس کے دومادے ہوتے ہیں'' وہ دل ہے جس میں حق راسخ نہ ہوا ہواوراس میں حق کا چراغ روشن نہ ہو بایں طور کہ وہ اس حق کے لئے خالص نہ ہو جسے دیکر اللہ عزوجل نے اپنے رسول کومبعوث فرمایا ہے، چنانچہ وہ کبھی ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہواور کبھی کفر کی بہ نسبت ایمان سے زیادہ قریب ہو، اورحکم غالب کا ہوگا اور وہی معتبر ہوگا(۱)۔

(۱۹) عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

''طوبی للغرباء'' فقيل: من الغرباء يا رسول الله؟ قال: **''أناس صالحون في أناس سوء كثير، من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم''** قال: وكنا عند رسول الله ﷺ يوماً آخر حين طلعت الشمس فقال رسول الله ﷺ: **''سيأتي أناس من أمتي يوم القيامة نورهم كضوء الشمس''** قلنا: من أولئك يا رسول الله ﷺ؟ فقال: **''فقراء المهاجرين والذين تُتَّقى بهم المكاره، يموت أحدهم وحاجته في صدره، يحشرون من أقطار الأرض''**(۲)۔

اجنبیوں کے لئے خوش خبری ہے،عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اجنبی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے' فرماتے ہیں کہ: ہم ایک دوسرے روز طلوع آفتاب کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قیامت کے روز آئیں گے جو سورج کی طرح روشن اور تابناک ہوں گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: فقراء مہاجرین اور وہ جن کے ذریعہ ناپسندیدہ امور سے بچا جاتا ہے، ان میں سے کسی کی

---

(۱) دیکھئے: اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان، ۱/ ۱۸، ۱۹۔

(۲) مسند احمد، ۲/ ۱۷۷، علامہ البانی نے اسے طرق کی بنیاد پر سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۴/ ۱۵۳، حدیث/ ۱۶۱۹) میں صحیح قرار دیا ہے، اور علامہ شیخ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی ترتیب اور شرح میں صحیح قرار دیا ہے، ۱۰/ ۱۳۵، ۱۳۶، حدیث (٦٦٥٠)، و۱۲/ ۲۸، حدیث (٧٠٧٢) و۱۲/ ۷۹، حدیث (٧٠٧٢)۔

وفات ہوتی ہے اور اس کی ضرورت اس کے سینہ ہی میں رہتی ہے، یہ لوگ روئے زمین کے گوشہ گوشہ سے اٹھائے جائیں گے۔

یہ نور عام مسلمانوں کو قیامت کے روز حاصل ہونے والے نور سے بڑا ہوگا، اسی لئے امام ابن القیم رحمہ اللہ نے قیامت کے روز مومنوں کے نور کا تذکرہ کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ وہ ان کے ایمان یقین اور اخلاص کی قوت کے اعتبار سے ہوگا، فرماتے ہیں: ''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح...''(۱)۔

(۲۰) ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: جس دن زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اور آسمان کو بھی اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''هم في الظلمة دون الجسر''(۲)۔

وہ تاریکی میں پل صراط پر ہوں گے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الجسر'' -جیم پر زبر اور زیر کے ساتھ- اس چیز کو کہتے ہیں جس پر عبور کیا جائے، یہاں پل صراط مراد ہے، اور ''دون'' کے معنیٰ اوپر کے ہیں، جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''علی الصراط''(۳) (یعنی پل صراط پر) کے الفاظ ہیں۔

جن احادیث سے زمین کی تبدیلی کے وقت لوگوں کے پل صراط پر ہونے کا پتہ چلتا ہے وہ قریب قریب الفاظ میں وارد ہیں، چانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ عزوجل کے فرمان:

﴿يوم تبدل الأرض غير الأرض والسماوات﴾۔

جس دن زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا۔

---

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ، ۲/۸۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب صفۃ منی الرجل والمرأۃ وان الولد مخلوق من مائہما، ۱/۲۵۲، حدیث (۳۱۵)۔

(۳) المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، ۱/۵۷۴، ۷/۳۵۲، نیز دیکھئے: اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للابی، ۲/۱۵۶۔

کے بارے میں دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

"على الصراط"(۱)۔

یعنی پل صراط پر ہوں گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ترمذی کی روایت میں "على جسر جهنم" کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کے پل پر ہوں گے) اور مسند احمد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں "على متن جهنم" کے الفاظ ہیں (یعنی جہنم کی پشت یعنی اوپری حصہ پر ہوں گے) (۲)۔

ظاہری دلائل اس بات کے متقاضی ہیں کہ اس زمین کو بدل کر دوسری زمین لائی جائے گی (۳)۔

اور تبدیل شدہ زمین کی صفت کے بارے میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے کہ وہ سرخی مائل سفید زمین ہوگی، چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"يحشر الناس يوم القيامة على أرض بيضاء عفراء، كقرصة النقي، ليس فيها علم لأحد"(۴)۔

قیامت کے روز لوگ صاف ستھرے خالص آٹے کی روٹی کی مانند سرخی مائل سفید زمین پر جمع کئے جائیں گے جس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی۔

"الأرض العفراء" ایسی سفید زمین کو کہتے ہیں جو خالص سفید نہیں بلکہ سرخی مائل ہو، اور آپ ﷺ کے فرمان "القرصة النقي" میں قرصہ کے معنی روٹی کے ہیں، اور نقی اس آٹے کو کہتے ہیں جو غش اور

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب فی البعث والنشور وصفۃ الارض یوم القیامہ، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۱)، اور آیت کریمہ سورۃ ابراہیم (۴۸) کی ہے۔

(۲) فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ۱۱/۳۷۶، اور جامع ترمذی کی روایت (۳۱۲۱) میں ہے۔

(۳) دیکھئے: لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۷/۳۵۱۔

(۴) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قبض اللہ الارض یوم القیامہ، ۴/۲۴۸، حدیث (۶۵۲۱)، وصحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب فی البعث والنشور وصفۃ الارض یوم القیامہ، ۴/۲۱۵۰، حدیث (۲۷۹۰)۔

ملاوٹ سے پاک (چھنا ہوا اور خالص) ہو، اور آپ کے فرمان: ''لیس فیها علم لأحد'' کے معنیٰ ہیں کہ اس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی، نہ کوئی رہائش گاہ نہ عمارت اور نہ کوئی نشان ہوگا اور نہ ہی راستوں کے نشانات میں سے کوئی چیز ہوگی، جیسے پہاڑ اور بڑے (نمایاں) چٹان وغیرہ، اور اس سے دنیا کی زمین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ فنا ہو جائے گی (۱)۔

(۲۱) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة ، واتقوا الشح ،فإن الشح أهلك من كان قبلكم، حملهم على أن سفكوا دماء هم، واستحلوا محارمهم"(۲)۔

ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکی ہوگا اور بخل سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک و برباد کر دیا، انہیں اپنا خون بہانے اور محارم کو حلال سمجھنے پر آمادہ کر دیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حدیث کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن یہ سزا دی جائے گی کہ وہ تہ بہ تہ تاریکیوں میں ہوگا، جس دن مومنین ایسی روشنی میں ہوں گے جو ان کے سامنے اور دائیں جانب سے دوڑے گی، جس وقت منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے:

﴿انظرونا نقتبس من نوركم﴾۔

ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔

تو ان سے جواباً کہا جائے گا:

﴿ارجعوا وراء كم فالتمسوا نوراً﴾ ''(۳)۔

(۱) المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبی، ۷/ ۳۵۰، وشرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۷/ ۱۴۰، وفتح الباری لابن حجر، ۱۱/ ۳۷۵۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، باب تحریم الظلم، ۴/ ۱۹۹۶، حدیث (۲۵۷۸)، وصحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، بالفاظ: ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ'' ۳/ ۱۳۶، حدیث (۲۴۴۷)۔

(۳) المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، ۶/ ۵۵۶، اور آیت کریمہ سورۃ الحدید (۱۳) کی ہے، نیز دیکھئے: شرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۶/ ۳۷۰، واکمال اکمال المعلم بشرح صحیح مسلم للابی، ۸/ ۵۳۴۔

تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: ''ظلم دو گناہوں پر مشتمل ہے: ایک ناحق غیر کا مال ہڑپ کرنا، اور دوسرا رب سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی مخالفت کا اعلان کرنا، اور ظلم کی معصیت سب سے سنگین ہے، کیونکہ عام طور پر ظلم کمزور شخص پر ہی ہوتا ہے جسے بدلہ کی طاقت نہیں ہوتی، اور ظلم دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر دل ہدایت کے نور سے منور ہوتو عبرت وموعظت سے ہمکنار ہوتا ہے، چنانچہ جب متقی حضرات تقویٰ کے سبب حاصل شدہ اپنے نور کی روشنی میں دوڑیں گے تو ظالم کو ظلم کی تاریکی اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کا ظلم اسے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچائے گا'' (۱)۔

اور فرمان نبوی ''اتقوا الشح، فإن الشح أهلك من كان قبلكم''۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ ''شح''، بخل سے شدید تر اور ہاتھ روکنے (نہ دینے) میں بخل سے بڑھ کر ہے، اور کہا گیا ہے کہ ''شح'' لالچ کے ساتھ بخالت کا نام ہے، اور کہا گیا ہے کہ ''شح'' اس چیز کی لالچ کا نام ہے جو اپنے پاس نہ ہو جبکہ ''بخل'' اپنے پاس موجود مال سے نہ نکالنے کا نام ہے (۲)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظلم کی تین قسمیں ہیں:

۱- شرک کا ظلم۔ ۲- گناہوں کا ظلم۔ ۳- نفس کا ظلم۔

اور اس سے واضح الفاظ میں دو قسمیں ہیں: ایک بندے کا اپنے نفس پر ظلم کرنا، اور اس کی دو قسمیں ہیں: شرک کا ظلم اور گناہوں کا ظلم، اور دوسرا بندے کا کسی دوسرے پر ظلم کرنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دہندہ، مددگار اور راہ راست کی رہنمائی کرنے والا ہے۔

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح بخاری، ۵/۱۰۰۔

(۲) دیکھئے: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ۶/ ۵۵۷، وشرح نووی علی صحیح مسلم، ۱۶/۱۷۱، واکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للابی، ۸/۵۳۴۔

دوسرا مبحث:
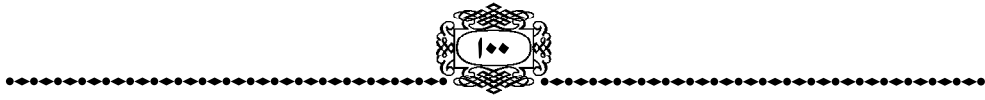
توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں

پہلا مطلب: توحید کا نور

پہلا مسلک: توحید کا مفہوم:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تنہا لائق عبادت ہونے، عظمت وجلال اور صفات کمال میں واحد اور بے مثال ہونے اور اسماء حسنیٰ میں منفرد اور نادرۂ روزگار ہونے کا علم رکھنے اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اعتراف کرنے کا نام توحید مطلق ہے(۱)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لاإِلٰهَ إِلا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾(۲)۔

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء، اپنی صفات اور افعال میں تنہا اور اکیلا ہے، چنانچہ نہ تو اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم نام ہے اور نہ ہمسر، اور نہ ہی کوئی اس کے مثل ہے اور نہ مشابہ، اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی خالق اور مدبر ہے؛ اور جب بات ایسی

---

(۱) دیکھئے: القول السدید في مقاصد التوحید للسعدی، ص:۱۸۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۶۳۔

ہے تو وہی اس بات کا حقیقی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا جائے''(۱)۔

دوسرا مسلک: توحید کے اثبات میں روشن دلائل:

توحید کے اثبات پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں روشن براہین اور واضح دلائل بے شمار ہیں، لیکن ان میں سے چند دلائل بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ، مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا أُرِيْدُ أَنْ يُطْعِمُوْنِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾(۲)۔

اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں قوت والا مضبوط ہے۔

مفہوم یہ ہے کہ میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کا اقرار کریں(۳)۔

(۲) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلاً أَنِ اعْبُدُوْا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ، فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ﴾(۴)۔

اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری عبادت کرو، اور طاغوت سے اجتناب کرو، تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ لوگوں پر گمراہی ثابت ہوگئی۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص:۶۰۔

(۲) سورۃ الذاریات: ۵۶ تا ۵۸۔

(۳) الجامع لأحکام القرآن الکریم للقرطبی، ۱۷/ ۵۷۔

(۴) سورۃ النحل: ۳۶۔

ان آیات میں اللہ عزوجل اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اس کی حجت تمام امتوں پر قائم ہو چکی ہے، اور کوئی بھی اگلی یا پچھلی امت نہیں ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے، اور وہ سارے انبیاء ورسل ایک دعوت اور ایک دین پر متفق ہیں، اور وہ ہے تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں، پھر انبیاء کی دعوت کو تسلیم کرنے کے اعتبار سے امتیں دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں، ایک وہ جن کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، چنانچہ ان امتوں نے رسولوں کی اتباع کی، اور دوسرے وہ جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، چنانچہ انھوں نے راہ ہلاکت کی پیروی کی (۱)۔

(۳) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (۲)۔

اور ہم نے آپ ﷺ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے قبل تمام رسولوں کی رسالت کا نچوڑ اور خلاصہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دینا اور اس بات کی وضاحت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اور اس کے علاوہ کی عبادت باطل ہے (۳) اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُوْنَ﴾ (۴)۔

اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھئے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۳۹۳۔

(۲) سورۃ الأنبیاء: ۲۵۔

(۳) جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبری، ۱۸/ ۴۲۷، وتیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۴۷۰۔

(۴) سورۃ الزخرف: ۴۵۔

(۴) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشادگرامی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً﴾ (۱)۔

اور تمہارے رب نے صاف صاف فیصلہ کردیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان (حسن سلوک) کرو۔

پس اللہ تعالیٰ نے توحید کا فیصلہ کرتے ہوئے، وصیت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور تاکیدی طور پر لازم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ﴾ اور تمھارے رب نے دینی طور پر فیصلہ کردیا ہے اور شرعا لازم کردیا ہے کہ ﴿أَلَّا تَعْبُدُوْا﴾ تم زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ کسی کی عبادت نہ کرو ﴿إِلا إِيَّاهُ﴾ سوائے اسی (اللہ) کے، کیونکہ وہ تنہا، اکیلا، منفرد اور بے نیاز ہے (۲)۔

(۵) تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنی امتوں سے کہتے رہے کہ:

﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾ (۳)۔

اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، کیونکہ وہی خالق، رازق اور تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے، اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ مخلوق اور محتاج ہے، اسے کسی معاملہ کا کوئی اختیار نہیں (۴)۔

(۶) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (۵)۔

اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۲۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبری، ۱۷/۱۳/۴۱۳، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۳۴، وتیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۴۰۷۔

(۳) سورۃ الأعراف: ۵۹۔

(۴) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۲۵۵۔

(۵) سورۃ البینۃ: ۵۔

کر کے۔

(۷) اوراللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔

اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور اس میں میں جن چیزوں سے دوچار ہوں، اور ان تمام میں اللہ جو کچھ بھی مجھ پر جاری کرے اور جو کچھ بھی میرے نوشتہ تقدیر میں مقدر کرے سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک عبادت نہیں، جیسا کہ اس کی بادشاہت اور اس کی تدبیر میں اس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں، اسی بات کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور میں اس امت میں اپنے رب کا سب سے پہلا اقراری، یقین کرنے والا اور تابع فرمان ہوں (۲)۔

(۸) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: "**يا معاذ هل تدري ما حق الله على عباده؟**" اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کا زیادہ علم رکھتے ہیں" تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**حق الله على عباده أن يعبدوه ولا يشركوا به شيئا**" اللہ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں، پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا: "**يا معاذ هل تدري ما حق العباد على الله إذا فعلوه**" اے

---

(۱) سورۃ الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبری، ۱۲/ ۲۸۳، وتیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۲۴۵۔

معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جب وہ ایسا کر لیں؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں''، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**حق العباد على الله أن لا يعذب من لا يشرك به شيئاً**''، بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے(۱)۔

یہ عظیم حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عبادتیں مشروع قرار دی ہیں، اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ کسی کو شریک نہ کریں، نیز بندوں کا حق اللہ عز وجل پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس ثواب کے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ ان کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے، اور یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول حق اور سچے وعدہ کے بموجب ثابت ہوا ہے جس میں نہ تو خبر کے جھوٹ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی وعدہ خلافی کا کوئی اندیشہ، بلکہ یہ وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر از روئے فضل وکرم اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات پر اپنے مومن بندوں کے لئے ایک حق اسی طرح واجب کر لیا ہے جس طرح اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے، اسے کسی مخلوق نے اللہ پر لازم نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عدل کے فیصلہ سے اپنی ذات پر رحمت لکھ لی ہے اور اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر لیا ہے(۲)۔

(۹) عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

''... فإن الله حرم على النار من قال : لا إله إلا الله ، يبتغي بذلك وجه الله''(۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: بخاری، کتاب اللباس، باب ارداف الرجل خلف الرجل، ۷/ ۸۹، حدیث نمبر (۵۹۶۷)، ومسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً، ۱/ ۵۸، حدیث نمبر (۳۰)، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں، حدیث نمبر (۲۸۵۶) و (۶۵۰۰)۔

(۲) دیکھئے: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ۱/ ۲۰۳، وشرح النووی علی مسلم، ۱/ ۳۴۵، ومجموع فتاوی ابن تیمیۃ، ۱/ ۲۱۳۔

(۳) متفق علیہ: بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت، ۱/ ۱۲۵، حدیث نمبر (۴۲۵)، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ بعذر، ۱/ ۴۵۵، حدیث نمبر (۳۳)۔

...بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام قرار دیا ہے جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو اور اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔

تیسرا مسلک: توحید کی قسمیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت کا حقدار ہے، چنانچہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لئے ساری عبادتیں کرنا اور پورے دین کو اللہ کے لئے خالص کر دینا ہی توحید الوہیت ہے، اور یہی کلمۂ ''لا الہ الا اللہ'' کا معنیٰ ومفہوم ہے، اور یہ توحید توحید کی تمام قسموں (۱) کو شامل اور مستلزم ہے، کیونکہ توحید کی دو قسمیں ہیں:

۱- توحید خبری علمی اعتقادی (۲)۔

یہ توحید معرفت اور اثبات ہے، اور یہی توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات بھی ہے، یہ ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات، اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے اپنی مشیت کے مطابق اپنے بندوں سے اپنی کتابوں کے ذریعہ کلام کرنے کی حقیقت کے اثبات کا نام ہے، اور اس کی قضاء وقدر اور اس کی حکمت کے عموم کو ثابت کرنے اور اس کی ذات کو ان تمام عیوب ونقائص سے مبرا ومنزہ کرنے کا نام ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

۲-توحید طلبی قصدی ارادی۔

یہ طلب اور قصد میں توحید ہے، اور اسی کا نام توحید الوہیت یا عبادت ہے (۳)۔

تفصیلی طور پر توحید کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہو جاتی ہیں:

---

(۱) دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید للشیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، ص:۴۷، والقول السدید للسعدی، ص:۱۷، وبیان حقیقۃ التوحید للشیخ صالح الفوزان، ص:۲۰۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم، ۳/۴۴۹۔

(۳) دیکھئے: اجتماع الجیوش الاسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ لابن القیم، ۲/۹۴، ومعارج القبول لحافظ الحکمي، ۱/ ۹۸، وفتح المجید لعبدالرحمٰن بن حسن، ص:۱۷۔

پہلی قسم: توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے جو تنہا تخلیق، بادشاہت، روزی اور تدبیر کائنات کا مالک ہے جس نے اپنی تمام مخلوقات کی پرورش نعمتوں سے کی ہے، اور اپنی مخلوق کے چیدہ و برگزیدہ افراد یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے سچے پیروکاروں کی پرورش صحیح عقائد، اچھے اخلاق، نفع بخش علوم اور اعمال صالحہ کے ذریعہ کی ہے، اور دلوں اور ثمر آور روحوں کی یہ نفع بخش تربیت دنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی کے لئے ہے۔

دوسری قسم: توحید اسماء وصفات:

توحید اسماء وصفات اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر پہلو سے مطلق کمال سے متصف ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسماء وصفات کو اپنے لئے ثابت کیا ہے یا جنھیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے لئے ثابت کیا ہے انھیں ان کے معانی اور ان سے متعلق کتاب وسنت میں وارد احکام سمیت اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کے شایان شان اس طرح ثابت کیا جائے کہ نہ کسی صفت کی نفی لازم آئے، نہ اس کا معنیٰ معطل ہو، نہ اس میں تحریف کی جائے، نہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ دی جائے، اور نہ ہی اس کی کیفیت بیان کی جائے، اور ان تمام نقائص وعیوب کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنی ذات سے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی ذات سے نفی کی ہو، اور ہر اس چیز کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جو اللہ کے کمال کے منافی ہو۔

توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے، جیسے سورۂ حدید کے ابتداء میں، سورۂ طٰہ میں، سورۂ حشر کے اخیر میں، سورۂ آل عمران کے اخیر میں اور مکمل سورۂ اخلاص میں وغیرہ (۱)۔

تیسری قسم: توحید الوہیت (توحید عبادت):

توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے، توحید عبادت علم، عمل اور اعتراف کے ساتھ اس بات کے

---

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۷، والقول السدید في مقاصد التوحید لعبد الرحمٰن السعدي، ص: ۱۴ تا ۱۷، ومعارج القبول، ۱/ ۹۹۔

پختہ عقیدہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبادت کا حقدار ہے، اور تمام عبادتوں کا تنہا مستحق اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، نیز اللہ تعالیٰ کے لئے پورے دین کو خالص کر دینا، توحید الوہیت توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات دونوں کو شامل ومستلزم ہے، کیونکہ الوہیت ہی وہ صفت ہے جو تمام اوصاف کمال اور اوصاف ربوبیت وعظمت کو عام ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی اور لائق پرستش ہے، اس لئے کہ وہی جلال وعظمت کی خوبیوں کا مالک ہے، اور اس لئے بھی کہ اسی نے اپنی مخلوقات پر ہر طرح کے انعامات ونوازشات نچھاور کئے ہیں۔

چنانچہ اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور صفت ربوبیت میں اس کی انفرادیت سے لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہ ہو۔

توحید الوہیت ہی شروع سے اخیر تک تمام رسولوں کی دعوت کا مقصود اصیل تھا، اور توحید کی اس قسم کا بیان سورۂ ﴿قُلْ یَا أَیُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ میں اور درج ذیل فرمان باری تعالیٰ میں ہوا ہے:

﴿ قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَیْئاً وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾(۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)! اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم میں کا بعض بعض کو رب بنائے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

اسی طرح سورۂ سجدہ کے شروع واخیر میں، اور سورۂ غافر کے شروع، درمیان اور اخیر میں، اور سورۂ اعراف کے شروع اور اخیر میں، اور قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں توحید الوہیت کا بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ہر سورت میں توحید کی قسموں کا بیان ہوا ہے، قرآن کریم از اول تا آخر توحید کی قسموں ہی

(۱) سورۃ آل عمران:۶۴۔

کے بیان پر مشتمل ہے؛ کیونکہ قرآن کریم یا تو اللہ تبارک وتعالیٰ ، اس کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے اقوال کی خبر دیتا ہے، اور یہی توحید علمی خبری اعتقادی یعنی ''توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات'' ہے، اور یا تو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے اور دیگر معبودان باطلہ سے رشتہ توڑنے کی دعوت دیتا ہے اور یہی توحید ارادی طلبی یعنی ''توحید الوہیت'' ہے، اور یا تو قرآن کریم امر ونہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وجوب کے بیان پر مشتمل ہے، اور یہ ساری چیزیں توحید کے حقوق اور تتمہ میں شامل ہیں، اور یا تو قرآن کریم اہل توحید کے اعزاز واکرام اور انھیں دنیا میں عطا ہونے والی نصرت وتائید اور آخرت میں عطا ہونے والی عزت افزائی کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کا ثمرہ ہے، اور یا تو قرآن کریم اہل شرک اور انھیں دنیا میں دی جانے والی سزاؤں اور آخرت میں ہونے والے عذاب کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کے حکم سے خارج ہونے والے کا انجام ہے، الغرض قرآن کریم مکمل طور پر توحید، اس کے حقوق اور اس کے ثمرات اور شرک اور اہل شرک اور ان کے انجام کے بیان پر مشتمل ہے(۱)۔

چوتھا مسلک: توحید کے فوائد اور ثمرات:

توحید کے بڑے عظیم فضائل، لائق تعریف ثمرات اور بہترین نتائج ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- دنیا وآخرت کی بھلائی توحید کے فضائل وثمرات میں سے ہے۔

۲- توحید دنیا وآخرت کی مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات کا سب سے عظیم سبب ہے، اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ دنیا وآخرت کی مصیبتیں ٹالتا ہے اور نعمتیں اور بھلائیاں کھولتا ہے۔

۳- توحید خالص سے دنیا وآخرت میں مکمل امن وسلامتی پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم، ۳/۴۵۰، وفتح المجید ص:۱۷-۱۸، والقول السدید ص:۱۶، ومعارج القبول، ۱/۹۸۔

(۲) سورۃ الأنعام:۸۲۔

جولوگ ایمان لائے اوراپنے ایمان کوشرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

۴- صاحب توحید (موحد یا توحید پرست) مکمل ہدایت اور ہر اجر وغنیمت کی توفیق سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ گناہوں کی مغفرت فرماتا اور خطاؤں کو مٹاتا ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

"يا ابن آدم إنك لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأتيتك بقرابها مغفرةً" (۱)۔

اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ لے کر آئے اور پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا ہو، تو میں تیرے پاس زمین (کی وسعتوں) بھر بخشش لے کر آؤں گا۔

۶- توحید کی بدولت موحد کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرماتا ہے، چنانچہ عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من شهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمداً عبده ورسوله، وأن عيسىٰ عبد الله ورسوله وكلمته ألقاها إلى مريم و روح منه، وأن الجنة حق، وأن النار حق، أدخله الله الجنة على ما كان من العمل" (۲)۔

جس نے اس بات کی گواہی دی کہ کوئی حقیقی معبود نہیں سوائے اللہ واحد کے، اس کا کوئی شرک نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے

---

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، باب فضل التوبۃ والاستغفار، ۵/ ۵۴۸، حدیث نمبر (۳۵۴۰)، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی (۳/ ۱۷۶) اور سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ (حدیث نمبر: ۱۲۷، ۱۲۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الأنبیاء، باب قولہ تعالیٰ: ﴿يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ ۴/ ۱۶۸، حدیث نمبر (۳۲۵۲)، ومسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً، ۱/ ۵۷، حدیث نمبر (۲۸)۔

رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا، اور اس کی طرف سے روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے، اور یہ کہ جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا خواہ جیسا بھی عمل ہو۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة" (۱)۔

جوشخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۷- توحید جب دل میں راسخ اور پیوست ہو جاتی ہے تو موحد کو جہنم میں داخل ہونے سے بالکلیہ روک دیتی ہے، چنانچہ عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"...فإن الله حرم على النار من قال: لا إله إلا الله ، يبتغي بذلك وجه الله" (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جو کہے "لا الہ الا اللہ" اور وہ اس سے اللہ کی رضا کا خواہاں ہو۔ (یعنی خلوص نیت سے کہے)

۸- اگر بندے کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو وہ اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے سے مانع ہوگا (۳)۔

۹- اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کا سب سے عظیم سبب توحید ہی ہے، اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے والا سب سے خوش بخت شخص وہ ہے جس نے خلوص دل یا خلوص نیت سے "لا الہ الا اللہ" پڑھا ہو (۴)۔

---

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ، ۱/۹۴، حدیث نمبر (۹۳)۔

(۲) بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد في البیوت، ۱/۱۲۶، حدیث نمبر (۴۲۵)، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الرخصۃ في التخلف عن الجماعۃ بعذر، ۱/۴۵۵-۴۵۶، حدیث نمبر (۳۳)۔

(۳) دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لما خلقت بيدي﴾، حدیث نمبر (۷۴۱۰)، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، ۱/۱۷۰، حدیث نمبر (۱۸۳، ۱۹۳)۔

(۴) بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، ۱/ ۳۸، حدیث نمبر (۹۹)۔

۱۰- تمام ظاہری وباطنی اعمال واقوال کی قبولیت ، کمال اور ان پر اجر وثواب کا مرتب ہونا توحید پر موقوف ہے، چنانچہ جس قدر اللہ کے لئے توحید اور خلوص وللّٰہیت قوی اور مضبوط تر ہوگا اسی قدر یہ اعمال واقوال بھی مکمل اور تام ہوں گے۔

۱۱- توحید بندے پر نیکیوں کی انجام دہی اور برائیوں کے ترک کو سہل اور آسان بنا دیتی ہے اور اسے مصائب میں تسلی بخشتی ہے، چنانچہ موحد پر جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی توحید میں مخلص ہو نیکیوں کی انجام دہی آسان ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنے رب کی رضا اور ثواب کی امید ہوتی ہے، اسی طرح اس کے لئے ان معاصی اور گناہوں کو ترک کرنا آسان ہوتا ہے جنھیں انجام دینے کے لئے اس کا نفس آمادہ ہوتا ہے، کیونکہ اسے اللہ کی ناراضگی اور سزا کا خوف ہوتا ہے۔

۱۲- توحید جب دل میں مکمل ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ موحد کے لئے ایمان کو محبوب بنا دیتا ہے اور اسے اس کے دل میں مزین وآراستہ کردیتا ہے، اور اس کے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ اور مبغوض کردیتا ہے، اور اسے ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما دیتا ہے۔

۱۳- توحید بندے کے لئے ناپسندیدہ چیزیں ہلکی اور سہل بناتی ہے اور اس پر آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں کو آسان کردیتی ہے، چنانچہ بندہ اپنے دل میں توحید کے کمال و رسوخ کے اعتبار سے تکالیف ومصائب کو شرح صدر، اطمینان قلب اور اللہ کی کڑوی تقدیروں پر تسلیم ورضا کا ثبوت دیتے ہوئے قبول کرتا ہے۔توحید انشراح صدر کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

۱۴- توحید بندے کو مخلوق کی غلامی، ان سے لو لگانے، ان سے ڈرنے اور امید وابستہ کرنے اور ان کی خاطر عمل کرنے کی قید وبند سے آزاد کرتی ہے۔

اور یہی حقیقی عزت اور عظیم شرف ہے، اور اسی سے بندہ اللہ کا عبادت گزار ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ کسی سے امید کرتا ہے نہ اس کے علاوہ کسی سے خوف کھاتا ہے، اور اسی سے اس کی فلاح وکامیابی کی تکمیل ہوتی ہے۔

۱۵- توحید جب بندے کے دل میں مکمل ہوجاتی ہے اور مکمل اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو بندے کا تھوڑا عمل بھی زیادہ ہوجاتا ہے، اور اس کے نیک اعمال واقوال بلا حساب گنا در گنا ہو

جاتے ہیں۔

۱۶- اللہ تبارک وتعالیٰ نے موحدین کے لئے دنیا میں فتح وکامرانی ،نصرت وتائید،عزت وشرف، ہدایت یابی،نیکیوں کی توفیق،اصلاح احوال اوراعمال واقوال میں استقامت وراستی کی ضمانت لی ہے۔

۱۷- اللہ عزوجل مومنین وموحدین کا دنیاوآخرت کے شرور وفتن سے بچاؤ اور دفاع کرتا ہے اوران پر پاکیزہ زندگی،اپنی ذات سے حصول اطمینان اوراپنی یاد سے محبت وانسیت کے حصول کا احسان فرماتا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''ان باتوں کے شواہد(دلائل) کتاب وسنت میں بکثرت ہیں جو معروف ہیں،واللہ اعلم''(۱)۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:''اوردلوں کوسروراورلذت تامہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اوراس کی پسندیدہ چیزوں کے ذریعہ اس سے قریب ہوکرہی حاصل ہوسکتی ہے،اوراللہ کی محبت اللہ کے علاوہ ہرمحبوب سے اعراض کرکے ہی مکمل ہوسکتی ہے،اوریہی کلمہ''لاالہ الا اللہ'' کی حقیقت ہے(۲)۔

---

(۱)القول السدید في مقاصد التوحید،ص:۲۵۔

(۲)مجموع الفتاوی،۲۸/۳۲۔

دوسرامطلب: شرک کی تاریکیاں

پہلامسلک: شرک کامفہوم:

"شرك" اور "شركت" دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں، اور کبھی دونوں مشترک اور متشارک ہوتے ہیں اور کبھی دونوں الفاظ ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، اور "أشرك بالله" کامفہوم ہے اللہ کے ساتھ کفر کیا ،لہٰذا وہ مشرک یا مشرکی قرار پایا، اور دونوں الفاظ سے اسم "شرك" ہی آتا ہے، اور "رغبنا في شرككم" کامفہوم ہے، ہم نے تمہارے نسب میں شریک ہونے کی خواہش کی (۱)۔

اور "أشرك بالله" کامعنیٰ ہے اللہ کی بادشاہت یا اس کی عبادت میں اس کا شریک بنایا، لہٰذا ''شرک'' کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائیں جب کہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، نیز شرک اعمال کو ضائع و برباد کرنے والا اور ثواب سے محروم کرنے والا ہے، چنانچہ جس کسی نے محبت یا تعظیم میں اللہ کے علاوہ کو اللہ کے برابر قرار دیا یا ملت ابراہیمی کے مخالف نقوش اور مبادی کی پیروی کی وہ مشرک ہے (۲)۔

شرک کی دوقسمیں ہیں:

۱-شرک اکبر: جوانسان کوملت سے خارج کر دیتا ہے۔

۲-شرک اصغر: جوانسان کوملت سے خارج نہیں کرتا (۳)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ شرک اکبر کی ایسی تعریف جو اپنے تمام اقسام وافراد کو جامع ہو یہ

---

(۱) دیکھئے: القاموس المحیط، باب کاف، فصل شین، ص: ۱۲۴۰۔

(۲) الأجوبۃ المفیدۃ لمھمات العقیدۃ لعبدالرحمٰن الدوسری، ص: ۴۱۔

(۳) دیکھئے: قضیۃ التکفیر، از: مؤلف کتاب، ص: ۱۱۹۔

ہے کہ بندہ عبادت کا کوئی حصہ یا عبادت کی کوئی قسم غیر اللہ کے لئے انجام دے۔ چنانچہ ہر عقیدہ یا قول یا عمل جس کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ شارع نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، اسے اللہ وحدہ لاشریک کے لئے انجام دینا توحید، ایمان اور اخلاص ہے اور اسے غیر اللہ کے لئے پھیر دینا کفر وشرک ہے۔

یہ شرک اکبر کا ایسا ضابطہ ہے جس سے کوئی چیز خارج نہیں ہوسکتی، رہی شرک اصغر کی تعریف تو شرک اصغر ہر اس وسیلہ اور ذریعہ کو کہتے ہیں جس سے شرک اکبر تک پہنچا جائے، جیسے وہ ارادے، اقوال اور افعال جو عبادت کے مرتبہ تک نہ پہنچیں (۱)۔

دوسرا مسلک: ابطال شرک کے روشن دلائل:

شرک کے ابطال اور مشرکین کی مذمت میں واضح اور قطعی دلائل بے شمار ہیں، ان میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ہر وہ شخص جس نے کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ، یا جن کو پکارا، یا اس کے لئے کسی بھی قسم کی کوئی عبادت کی تو اس نے اللہ کو چھوڑ کر اسے معبود بنالیا (۲)، اور یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے سلسلہ میں ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْماً عَظِيْماً ﴾ (۳)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہ جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۲- ان قطعی دلائل وبراہین میں سے جن کی وضاحت ایسے شخص کے لئے مناسب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنالئے اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

---

(۱) دیکھئے: القول السدید في مقاصد التوحید لعبد الرحمٰن السعدي، ص: ۳۱، ۳۲، ۵۴۔

(۲) دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص: ۲۴۲۔

(۳) سورۃ النساء: ۴۸۔

﴿ أَمِ اتَّخَذُوْا آلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ﴾(۱)۔

کیا ان لوگوں نے زمین سے جنھیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کرتے ہیں، اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں، وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ نہیں ہے اور وہ سب (اللہ کے آگے) جواب دہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر نکیر فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ زمین سے دیگر معبود بنا لئے، خواہ وہ پتھر ہوں یا لکڑی یا ان کے علاوہ دیگر بت ہوں جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، تو کیا یہ لوگ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور انہیں اٹھا سکتے ہیں؟؟۔

جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، انہیں اس بات کی کوئی قدرت نہیں، اور اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ دیگر معبود عبادت کے حق دار ہوتے تو یقیناً زمین وآسمان فنا ہو جاتے، اور زمین وآسمان کی مخلوقات بھی تباہ وبرباد ہو جاتیں، کیونکہ ایک سے زیادہ معبودان کا ہونا آپس میں ایک دوسرے کو منع کرنے، آپس میں جھگڑنے اور باہم اختلاف کرنے کا متقاضی ہے، اور اسی وجہ سے ہلاکت وتباہی پیدا ہوگی۔

چنانچہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کر لیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا نہ چاہے، یا ایک کوئی چیز دینا چاہے جبکہ دوسرا نہ چاہے، یا دونوں میں سے ایک کسی جسم کو ہلانا چاہے اور دوسرا روکنا چاہے، تو ایسی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور زندگی برباد ہو جائے گی، کیونکہ:

☆ دونوں معبودوں کی چاہت کا بیک وقت پایا جانا محال ہے، اور یہ انتہائی باطل شے ہے، کیونکہ اگر دونوں کی چاہتیں بیک وقت پائی جائیں تو اس سے دو متضاد چیزوں کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا، نیز یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز بیک وقت زندہ بھی ہو مردہ بھی ہو، متحرک بھی ہو ساکن بھی ہو۔

☆ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی چاہت حاصل نہ ہو تو اس سے ہر دو معبودوں کا عاجز ودرماندہ ہونا

---

(۱) سورۃ الأنبیاء: ۲۱-۲۳۔

لازم آئے گا، اوردرماندگی ربوبیت کے منافی ہے۔

☆ اوراگردونوں میں سے کسی ایک کی چاہت پائی جائے اوروہی نافذ ہو، دوسرے کی نہیں، تو جس کی چاہت پائی جائے گی وہی قدرت والامعبود مانا جائے گااوردوسراعاجز، کمزوراور بےبس قرار پائے گا۔

☆ اورتمام معاملات میں دونوں کا ایک ہی چاہت پرمتفق ہونا غیرممکن ہے، اوراس وقت متعین ہوجاتا ہے کہ طاقتوراوراپنے معاملے پرغالب وہی ذات ہے تنہا جس کی چاہت پائی جارہی ہے، جسے نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے، نہ آڑے آنے والا، نہ جھگڑنے والا، نہ مخالف اور نہ ہی کوئی شریک ہے، اور وہ اللہ عزوجل ہے جو پیدا کرنے والاتنہا معبود ہے جس کے سوانہ کوئی معبود برحق ہےاورنہ کوئی رب اور پالنہار، اور اسی وجہ سےاللہ عزوجل نے دلیل تمانع کا ذکرکرتے ہوئے ارشادفرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹانہیں بنایاہے، اورنہ اس کے ساتھ کوئی اورمعبود ہے، ورنہ ہرمعبوداپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا، اور ہرایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے ان تمام اوصاف سے جن سے یہ متصف کرتے ہیں، وہ غیب وحاضر کا جاننے والا ہےاور جوشرک یہ کرتے ہیں اس سے بلندوبالا ہے۔

عالم علوی وسفلی کا استحکام اوراز وقت خلقت اس کا نظم ونسق اوربعض کا بعض سے ربط انتہائی گہرااورمکمل ہے، ارشادباری ہے:

﴿مَا تَرَى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ﴾(۲)۔

آپ اللہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی بےسلیقگی اورکجی نہ دیکھیں گے۔

---

(۱)سورۃ المؤمنون:۹۱،۹۲۔

(۲)سورۃ الملک:۳۔

اور ہر چیز مسخر اور مخلوقات کی مصلحتوں کے لئے حکمت کے ساتھ پابند کی ہوئی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا مدبر ایک ہے، اس کا رب ایک ہے، اس کا معبود ایک ہے، جس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق (۱)۔

۳- تمام عقلاء کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ جن معبودان کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ تمام وجوہ سے کمزور، عاجز اور بے بس ہیں، نیز یہ معبودان اپنے لئے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لئے کسی بھی نفع یا نقصان، زندگی یا موت، دینے یا نہ دینے، بلند یا پست کرنے، عزت یا ذلت دینے کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہیں جن سے معبود حقیقی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) متصف ہے، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور جس کے یہ اوصاف ہوں اس سے کیسے امید لگائی جا سکتی ہے یا ڈرا جا سکتا ہے؟ اور ایسے معبود سے کیسے سوال کیا جا سکتا ہے جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی چیز کا علم ہے؟ (۲)۔

اللہ عز وجل کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے ان کی عاجزی و درماندگی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی طرح بیان فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ أَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرّاً وَّلَا نَفْعاً وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (۳)۔

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا علم رکھنے والا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیة، ۹/۳۵۲، ۳۵۴، ۳۳۷-۳۸۲، ۱/۳۵-۳۷، وتفسیر البغوی، ۳/۲۴۱، ۳۱۶، وابن کثیر، ۳/۲۵۵، ۶/۱۷۶، وفتح القدیر للشوکانی، ۳/۴۰۲، ۴۹۶، وتفسیر عبد الرحمٰن السعدی، ۵/۲۲۰، ۳۷۴، وأیسر التفاسیر لأبي بکر جابر الجزائری، ۳/۹۹، ومناھج الجدل في القرآن الکریم للدکتور زاھر بن عواض الألمعي، ص: ۱۵۸-۱۶۱۔

(۲) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۲/۸۳، ۲۱۹، ۲۷۷، ۴۱۷، ۳/۴۷، ۲۱۱، ۳۱۰، وتفسیر السعدي، ۲/۳۲۷، ۴۲۰، ۳/۲۹۰، ۴۵۱، ۵/۲۷۹، ۴۵۷، ۶/۱۵۳، وأضواء البیان للشنقیطي، ۲/۴۸۲، ۳/۱۰۱، ۳۲۲، ۵۹۸، ۵/۴۴، ۶/۲۶۸۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۷۶۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ أَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئاً وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ، وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْراً وَّلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ، وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَايَتَّبِعُوْكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ، إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ، أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاءَ كُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ، إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ، وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ، وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدَى لَايَسْمَعُوْا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾(۱)۔

کیا وہ ایسے کوشریک ٹھہراتے ہیں جوکسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہیں، اور ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود کی بھی مدد نہیں کر سکتے ، اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم انہیں پکارو یا خاموش رہو، بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، اگر تم سچے ہو تو انہیں پکارو اور پھر وہ تمہارا کہنا پورا کر دیں!!، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں، آپ کہہ دیجئے تم اپنے سارے شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، یقیناً میرا مددگار (دوست) اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، اور تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں، اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لئے بلاؤ تو وہ اس کو نہ سنیں گے، اور ان کو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں

(۱) سورۃ الأعراف:۱۹۱-۱۹۸۔

حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئاً وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرّاً وَّلَا نَفْعاً وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتاً وَّلَا حَيَاةً وَّلَا نُشُوْراً﴾ (۱)۔

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنھیں اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان ونفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

اور یہ معبودان باطلہ ان صفات کے ساتھ ساتھ نہ اپنے عابدوں سے تکلیف کے ہٹانے کے مالک ہیں اور نہ ہی اسے دوسروں کی طرف پھیرنے کے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهِ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِ عَنْكُمْ وَلَاتَحْوِيْلاً﴾ (۲)۔

کہہ دیجئے اللہ کے سوا جنھیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

۴- یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جن انبیاء یا صالحین یا فرشتوں یا مسلمان جنوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بیزار ہو کر خود عمل صالح اور اپنے رب سے قریب ہونے میں منافست کے ذریعہ اللہ کی طرف محتاجی کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے؟ (۳)۔

ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ الفرقان:۳۔

(۲) سورۃ الاسراء:۵۶۔

(۳) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۴۸، وتفسیر السعدی، ۴/ ۲۹۱۔

﴿ أُولٰئِکَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْراً﴾ (۱)۔

جنھیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، بے شک تیرے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہئے۔

۵- اللہ تبارک وتعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں تمام پہلو سے دعاء کی عدم قبولیت اور عاجزی کے تمام اسباب موجود ہیں، کیونکہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کی مقدار کے بھی مالک نہیں، نا مستقل طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور نہ ہی ان معبودان باطلہ میں سے اللہ کا کوئی اس کی بادشاہت اور تدبیر میں معاون اور مددگار ہے، اور نہ ہی سفارش اس کے پاس کچھ نفع دے سکتی ہے سوائے اس کے جس کے لئے اللہ کی اجازت ہو (۲)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلَا فِيْ الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (۳)۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کا تمھیں گمان ہے ان سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اسکے پاس کچھ نفع نہیں دے سکتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۵۷۔

(۲) دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۳/ ۳۷، وتفسیر سعدی، ۶/ ۲۷۴۔

(۳) سورۃ سبا: ۲۲، ۲۳۔

﴿ ذَلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ، إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ (۱)۔

یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہت ہے، اوراس کے سوا جنھیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، اور آپ کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ جیسا خبردار خبر نہ دے گا۔

۶- ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ (۲)۔

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۷- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظَّالِمِيْنَ، وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ فاطر: ۱۳، ۱۴۔

(۲) سورۃ الزمر: ۳۸۔

(۳) سورۃ یونس: ۱۰۶، ۱۰۷۔

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت نہ کرنا جو تجھے نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو ایسی صورت میں تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

اور یہ ہر مخلوق کا وصف ہے کہ نہ تو وہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، درحقیقت نفع ونقصان پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور جس شخص نے ایسے کو پکارا جو نہ تکلیف پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، تو اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور جب نبی کریم ﷺ غیر اللہ کو پکار کر مشرکین اور ظالموں میں سے ہو سکتے ہیں تو آپ کے علاوہ کی کیا حیثیت ہے!!(۱)۔

چنانچہ جو نفع ونقصان کا مالک ہے صرف وہی تنہا عبادت کا حقدار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ يَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَّمْسَسْکَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۲)۔

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اللہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

۸- اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ، وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَهُمْ أَعْدَاءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ کَافِرِيْنَ﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی ص: ۳۳۱۔

(۲) سورۃ الأنعام: ۱۷۔

(۳) سورۃ الأحقاف: ۵، ۶۔

اوراس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں ، بلکہ ان کی پکار سے محض غافل اور بے خبر ہوں ، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اوران کی عبادت سے صاف انکار کر جائیں گے۔

کیا ان لوگوں سے زیادہ گمراہ اور کوئی ہے جو ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو دنیا میں اپنی اقامت کی مدت تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے ، وہ ان سے ذرہ کے بقدر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے ، وہ نہ تو ان کی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ان کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں ، یہ تو ان کی دنیوی حالت ہے ، ورنہ آخرت میں تو وہ ان کے شرک کا صریح انکار کردیں گے اوران کے دشمن ہو جائیں گے ، ان کا بعض بعض کو لعنت کرے گا اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرے گا (۱)۔

۹-معقول حقائق کو محسوس شکل میں ظاہر کرنے کے لئے مثالوں کا بیان کرنا واضح اور قوی ترین اسالیب میں سے ہے ، اور یہ انتہائی عظیم شیء ہے جس سے بت پرستوں کی ان کے عقیدہ اور عبادت وتعظیم میں ان کے خالق ومخلوق کو مساوی قرار دینے کے ابطال کے لئے ان کی تردید کی جاسکتی ہے ، چونکہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں اس لئے میں مندرجہ ذیل صرف تین مثالوں پر اکتفا کروں گا جن سے مقصود واضح ہو جائے گا :

(الف) ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ يَـا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَـاباً وَّلَـوِ اجْتَـمَعُوْا لَهُ وَإِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَّايَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ، مَا قَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ (۲)۔

اے لوگوایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سنو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کرسکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں ، بلکہ مکھی اگر ان سے کوئی چیز

---

(۱) دیکھئے : تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان ، ص : ۷۲۴۔

(۲) سورۃ الحج : ۷۳ ، ۷۴۔

لے بھاگے تو یہ تو اسے اس سے چھین بھی نہیں سکتے، بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔

ہر بندے کے لئے ضروری ہے کہ اس مثال کو سنے اور کما حقہ اس میں غور وتدبر کرے، کیونکہ یہ مثال اس کے دل سے شر وفساد کے جراثیم کو کاٹ کر رکھ دے گی، جب وہ معبودان باطلہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہے اگر چہ سارے کے سارے اس کے پیدا کرنے کے لئے جمع ہو جائیں، تو اس سے بڑی چیز کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے مثلاً خوشبو وغیرہ تو اس سے بدلہ لینے کی بھی انہیں قدرت نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے چھین لیں، یعنی نہ تو انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی قدرت ہے جو کہ سب سے کمزور مخلوق ہے، اور نہ ہی اس سے بدلہ لینے اور چھینی ہوئی چیز کے واپس لینے کی طاقت ہے، الغرض ان معبودان باطلہ سے عاجز ودرماندہ اور کمزور کوئی چیز نہیں ہے، تو کیسے ایک عقلمند شخص اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کو اچھا سمجھتا ہے؟۔

یہ مثال شرک کے بطلان اور مشرکین کی تجہیل میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بلیغ ترین مثالوں میں سے ہے(١)۔

(ب) شرک کے بطلان، مشرکین کے خسارہ اور انہیں اپنے مقصود کے برعکس حاصل ہونے کے سلسلہ کی ایک بہترین اور واضح الدلالت مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتاً ، وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُوْنَ ﴾(٢)۔

---

(١) دیکھئے: أمثال القرآن لابن القیم، ص: ٤٧، والتفسیر القیم لابن القیم، ص: ٣٦٨، وتفسیر البغوی، ٣/ ٢٩٨، وتفسیر ابن کثیر، ٣/ ٢٣٦، وفتح القدیر للشوکانی، ٣/ ٤٧٠، وتفسیر السعدی، ٥/ ٣٢٦۔

(٢) سورۃ العنکبوت: ٤١-٤٣۔

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے کاش وہ جانتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنھیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

یہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے بیان فرمایا ہے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ عزت، قوت اور نفع کا خواہاں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ یہ لوگ ضعیف اور کمزور ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر انہیں کارساز بنالیا ہے وہ ان سے بھی کمزور ہیں اور ان کی مثال اپنی کمزوری اور کارساز بنانے سے جو ان کا مقصد ہے اس میں اس مکڑی کی سی ہے جو سب سے کمزور جانور ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے جو سب سے کمزور گھر ہوتا ہے، چنانچہ اس کے گھر بنا لینے سے اس کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنالیا وہ ضعیف اور کمزور ہیں اور انہیں کارساز بنانے سے ان کی کمزوری اور بے بسی میں اضافہ ہی ہوگا (۱)۔

(ج) ان بلیغ ترین مثالوں میں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مشرک کی چادر تار تار ہوتی ہے اور وہ اپنے معاملے میں حیران وششدر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلاً سَلَماً لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک وہ شخص جس میں باہم ضد رکھنے والے شریک ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کے لئے بیان فرمائی ہے، چنانچہ مشرک چونکہ مختلف

---

(۱) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۳/ ۴۶۸، وأمثال القرآن لابن القیم، ص: ۲۱، وفتح القدیر للشوکانی، ۴/ ۲۰۴۔

(۲) سورۃ الزمر: ۲۹۔

معبودوں کی پرستش کرتا ہے اس لئے اس کی تشبیہ اس غلام سے دی گئی ہے جو آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے والی ایک جماعت کی ملکیت میں ہو، جو بد اخلاق اور اس سے خدمت لینے کے اس قدر حریص ہوں کہ ان تمام لوگوں کو راضی کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو، اور اس طور پر وہ ایک طرح کے عذاب اور کڑھن میں ہو۔

اور موحد چونکہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک آقا کی ملکیت میں ہو، وہ صرف اسی کا ہو، اسے اس کے مقاصد کا علم ہو اور وہ اسے راضی کرنے کا گر سمجھتا ہو، تو ایسا غلام شریکوں کے باہمی کشاکش اور اختلاف سے امن وسکون میں ہوتا ہے، بلکہ وہ خالص اپنے آقا کا ہوتا ہے جس میں کسی کا کوئی تنازعہ نہیں، ساتھ ہی اس کا مالک اس کے ساتھ رحم وکرم، شفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتا ہے اور اس کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے، تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟؟ جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے!!!(۱)۔

۱۰-تنہا عبادت کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر چیز پر قدرت اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہو، مکمل سلطنت و غلبہ اور ہر چیز کی نگہبانی کا مالک ہو، ہر چیز کا جسے علم ہو، اور دنیا وآخرت اور نفع وضرر کا جو مالک ہو، دینا اور نہ دینا جس کے ہاتھ میں ہو، جس کی یہ شان ہو وہ اس لائق ہے کہ یاد رکھا جائے تو بھلایا نہ جائے، اور شکر کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے، اور اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے (۲)۔

اور کمال مطلق کے اوصاف صرف اور صرف اللہ عزوجل کے لئے ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن ان میں سے چند اوصاف کمال درج ذیل ہیں:

---

(۱) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۴/ ۸۷، وابن کثیر، ۴/ ۵۲، والتفسیر القیم لابن القیم، ص: ۴۲۳، وفتح القدیر للشوکانی، ۴/ ۴۶۲، وتفسیر السعدی، ۶/ ۴۶۸، وتفسیر الجزائری، ۴/ ۴۳۔

(۲) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۲۳۷، ۳/ ۱۷، ۲/ ۸۸، ۲/ ۳۷۲، وابن کثیر، ۱/ ۳۰۹، ۲/ ۵۷۲، ۳/ ۴۲، ۲/ ۱۲۷، ۴۳۵، ۵۷۰، ۱/ ۳۴۴، ۲/ ۱۳۸، وتفسیر السعدی، ۱/ ۳۱۳، ۷/ ۶۸۶، ۲/ ۳۸۱، ۳/ ۳۹۷، ۴/ ۲۰۴، ۶/ ۳۶۴، ۱/ ۳۵۶، ۲/ ۳۷۲، وأضواء البیان، ۲/ ۱۸۷، ۳/ ۲۷۱۔

۱- الوہیت میں منفرد:

عبادت کی مستحق تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی ذات ہے جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، جو قیوم ہے ، بذات خود قائم ہے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور مخلوق ہر ہر چیز میں اس کی محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کی کمال زندگی اور کمال قیومیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں اور اس کے قہر اور بادشاہت کے ماتحت ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِيْ الرَّحْمٰنِ عَبْداً، لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَداً﴾ (۱)۔

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ سب کے سب اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں، ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی کمال بادشاہت اور عظمت وکبریائی کی ایک دلیل ہے کہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا، چنانچہ تمام اہل وجاہت اور سفارشی اللہ کے غلام اور بندے ہیں، وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی اجازت ہوجائے، اور اللہ کی اجازت اسی کے لئے ہوگی جس سے وہ راضی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، اس کے علم کے ادنیٰ حصہ پر کوئی مطلع نہیں ہوسکتا سوائے اس کے جس کی اس نے ان کو اطلاع دیدی ہے، اور اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین کو وسیع ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کی حفاظت کئے ہوئے ہے، اور ان دونوں کی حفاظت اس کے لئے دشوار نہیں، بلکہ انتہائی سہل اور نہایت آسان ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات سے اپنی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اور اپنی عظمت وصفات سے عالی وبرتر ہے، وہ بلند ہے جو تمام مخلوقات پر غالب ہے اور تمام موجودات اس کے تابع ہیں، وہ عظیم، عظمت وکبریائی کی صفات کا جامع ہے، ان عظیم صفات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

---

(۱) سورۃ مریم: ۹۳، ۹۴۔

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَايُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَايَئُوْدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾(١)۔

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمان کی تمام چیزیں ہیں ۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتا تا ہے، وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

٢- وہ ایسا معبود ہے جس کی بادشاہت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے، ساری مخلوقات خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں، جن ہوں، فرشتے ہوں اسی کے تابع فرمان ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَّكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾(٢)۔

تمام آسمانوں والے اور زمین والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابع فرمان ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

٣- وہ ایسا معبود ہے جس کے ہاتھ میں نفع ونقصان کا اختیار ہے، چنانچہ اگر ساری مخلوق کسی ایک مخلوق کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جتنا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری مخلوق کسی مخلوق کو کچھ نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائے اور اللہ نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ارشاد باری ہے:

---

(١) سورۃ البقرۃ:٢٥٥۔

(٢) سورۃ آل عمران:٨٣۔

﴿ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾(۱)۔

اوراگراللہ تم کوکوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوااورکوئی اسے دورکرنے والانہیں،اوراگر وہ تم کوکوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والانہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کردے اوروہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے،اسے کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی،ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾(۲)۔

وہ جب کسی چیز کاارادہ کرتا ہے تو صرف اسے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ 'ہوجا' تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔

۵- اس کے علم کا ہر چیز کومحیط ہونا تمام امورغیب کوشامل ہے،اسے اس چیز کاعلم ہے جو ہو چکا ہے اور جو ہوگا،اور جونہیں ہوااگر ہوتا تو کیسا ہوتا(۳)،ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾(۴)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مَنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِيْنٍ﴾(۵)۔

اورآپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں،اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

---

(۱)سورۃ یونس:۱۰۷۔

(۲)سورۃ یٰس:۸۲۔

(۳)دیکھئے:تفسیر ابن کثیر،۱/۳۴۴،۲/۱۳۸،والسعدی،۲/۳۵۶،۲/۳۷۲۔

(۴)سورۃ آل عمران:۵۔

(۵)سورۃ یونس:۶۱۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾(۱)۔

اوراللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اللہ کے سوااور کوئی نہیں جانتا،اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں،اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے،اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾(۲)۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اوراس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان صفات اوران کے علاوہ کمال وعظمت کے دیگر اوصاف کو جانے گا وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا،کیونکہ وہی عبادت کا مستحق اور برحق معبود ہے۔

تیسرا مسلک: شفاعت:

اولاً: شفاعت کالغوی مفہوم:

کہا جاتا ہے:"شفع الشیء" یعنی کسی چیز میں ایک چیز اور ملا کر طاق کو جفت بنادیا(۳)۔

اصطلاحی تعریف: کسی دوسرے کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان کو دفع کرنے کے لئے سفارش کرنا (شفاعت کہلاتا ہے)(۴)۔

---

(۱)سورۃ الأنعام:۵۹۔

(۲)سورۃ الأنفال:۷۵۔

(۳)دیکھئے:القاموس المحیط ،باب العین،فصل الشین ،ص:۹۴۷،والنھایۃ في غریب الحدیث ،۲/ ۴۸۵،والمعجم الوسیط ،۱/ ۴۸۷۔

(۴)دیکھئے:شرح لمعۃ الاعتقاد للشیخ محمد بن صالح العثیمین ،ص:۸۰۔

جو شخص غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی شفاعت کا طالب ہوتا ہے اسے دعوت دینے میں قولی حکمت یہ ہے کہ اسے یہ سمجھایا جائے کہ شفاعت صرف تنہا اللہ کی ملکیت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعاً لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ثانیاً: غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کی درج ذیل اقوال حکمت سے تردید کی جائے گی:

۱-مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے، چنانچہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انبیاء، صالحین، فرشتے اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی اللہ کے یہاں بڑی وجاہت ہے اور ان کا بڑا اونچا مقام ہے لہٰذا یہ اللہ کے یہاں ہماری سفارش کریں گے جیسا کہ شاہان وسلاطین تک پہنچنے کے لئے اہل وجاہت اور وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے تا کہ انہیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا جا سکے، تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے کیونکہ ایسا کہہ کر اس نے اللہ عظیم وبرتر شہنشاہ کو دنیا کے فقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا، جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت وقوت کی تنفیذ کے لئے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج ہوتے ہیں، کیونکہ بادشاہوں اور عام لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں:-

پہلی وجہ: بادشاہوں کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے جن کا انہیں علم نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ: چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی تدبیر سے عاجز ہوتا ہے لہٰذا اس کے لئے مددگاروں اور درباریوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تیسری وجہ: بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچانا یا ان کے ساتھ احسان کرنا نہیں چاہتا، تو جب انہیں ایسا کوئی شخص ملتا ہے جو بادشاہ کو وعظ ونصیحت کرے، تو اپنی رعایا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بادشاہ کی ہمت اور اس کا ارادہ حرکت کرتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الزمر: ۴۴۔

لیکن اللہ عزوجل اپنی کمزور مخلوق کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، اور اپنے بندوں پر ایک ماں کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے پاس سفارش کرنے والے کی کبھی تو مستقل ملکیت ہوتی ہے اور کبھی وہ ان کا ساجھی و شریک ہوتا ہے اور کبھی ان کا معاون و مددگار، چنانچہ دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتے ہیں:

(الف) کبھی تو انہیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) کبھی انہیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

(ج) اور کبھی انہیں اپنے ساتھ کئے ہوئے اس کے احسان کا اسے بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں کی ایک دوسرے کے لئے سفارشیں اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے، یا کسی چیز کے ڈر سے، اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے، اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے(۱)۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے اور اس کا بطلان واضح طور پر بیان کر دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَلَا فِيْ الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ، وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾(۲)۔

کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار

(۱) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیۃ، ۱/ ۱۲۶-۱۲۹۔

(۲) سورۃ سبا: ۲۲، ۲۳۔

ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی سوائے ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا، اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔

اس آیت کریمہ نے مشرکین کے لئے شرک تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بڑی اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کردیا ہے، کیونکہ عبادت کرنے والا معبود سے تعلق محض اس لئے قائم کرتا ہے کہ اسے اس سے نفع کی امید ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ معبود اُن اسباب کا مالک ہو جن سے عابد فائدہ اٹھا سکے، یا ان اسباب کے مالک کا شریک، یا مددگار، یا وزیر، یا اس کا معاون ہو، یا صاحب جاہ ومنزلت ہوتا کہ اس کے پاس سفارش کرسکے، اور جب یہ چاروں چیزیں نہ پائی جائیں تو شرک کے اسباب وذرائع بھی ختم ہوگئے (۱)۔

۲- شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

(الف) مثبت شفاعت: مثبت شفاعت وہ شفاعت ہے جو اللہ عزوجل سے طلب کی جاتی ہے، اور اس کی دو شرطیں ہیں:

☆ **پہلی شرط:** سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو، ارشاد باری ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ (۲)۔

کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے۔

☆ **دوسری شرط:** سفارشی سے اور جس کے لئے سفارش کی جارہی ہے اس سے اللہ کی رضا مندی، ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ ﴾(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: التفسیر القیم لابن القیم، ص: ۴۰۸۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۵۵۔

(۳) سورۃ الأنبیاء: ۲۸۔

اور وہ سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے لئے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَ رَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴾(۱)۔

اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمٰن اجازت دیدے اور اس کی بات سے راضی ہو جائے۔

(ب) منفی شفاعت: منفی شفاعت وہ ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی جاتی ہے جس کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر شفاعت' نیز کافروں کے لئے شفاعت (بھی اسی منفی شفاعت میں شامل ہے) ارشاد ہے:

﴿ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴾(۲)۔

سفارشیوں کی سفارش انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

البتہ اس سے نبی کریم ﷺ کی وہ سفارش مستثنٰی ہے جو آپ ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کے لئے فرمائیں گے(۳)۔

۳- غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کے خلاف نص اور اجماع سے دلیل قائم کرنا، چنانچہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ آپ سے پہلے کے انبیاء نے لوگوں کے لئے یہ مشروع کیا کہ وہ فرشتوں، یا انبیاء، یا صالحین کو پکاریں اور ان سے سفارش طلب کریں، اور نہ صحابۂ کرام اور ان کے سچے تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسا کیا، اور نہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی نے اسے پسند کیا، نہ ائمۂ اربعہ نے، نہ ہی ان کے علاوہ کسی امام نے، نہ کسی ایسے مجتہد نے جس کے قول پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہو، نہ کسی ایسے شخص نے

---

(۱) سورۃ طٰہ: ۱۰۹۔

(۲) سورۃ المدثر: ۴۸۔

(۳) دیکھئے: بخاری مع الفتح، مناقب الأنصار، باب قصۃ أبی طالب، ۷/۱۹۳، حدیث نمبر (۳۸۸۳)، ومسلم، کتاب الایمان، باب أھون أھل النار عذاباً، ۱/ ۱۹۵، حدیث نمبر (۲۱۱)۔

جس کی بات کا اجماع کے مسائل میں اعتبار ہو، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہی لائق ہیں (۱)۔

چوتھا مسلک: بھرپور نعمتوں سے نوازنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے:

مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی نگاہوں اور دلوں کو اللہ کی ظاہری و باطنی، اور دینی و دنیوی عظیم نعمتوں کی طرف پھیرا جائے، کیونکہ اللہ عز وجل نے اپنے بندوں پر تمام نعمتیں نچھاور کر دی ہیں، ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ (۲)۔

اور تم پر جو بھی نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔

اور یہ دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ بندوں پر اپنا احسان جتلایا ہے، اور یہ کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اللہ نے جن نعمتوں کے ذریعہ بندوں پر احسان جتلایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

☆ **اولاً: اجمالی طور پر:**

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِيْ الْأَرْضِ جَمِيْعاً﴾ (۳)۔

وہ اللہ کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۵۹، ۳/ ۲۷، وابن کثیر، ۳/ ۴۵۱، ۴/ ۱۴۹، والشوکانی، ۱/ ۶۰، ۴/ ۴۲۰، والسعدی، ۱/ ۶۹، ۶/ ۱۶۱، ۷/ ۲۱، وأضواء البیان للشنقیطی، ۳/ ۲۲۵-۲۵۳۔

(۲) سورۃ النحل: ۵۳۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۹۔

(۴) سورۃ لقمان: ۲۰۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (۱)۔

اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا ہے، یقیناً اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہ احسان تمام ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نعمتوں کو شامل ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں اس انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں، اور یہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات سورج، چاند، ستارے وسیارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، ہر قسم کے حیوانات، درختوں اور پھلوں، معادن اور ان کے علاوہ بنی آدم کے مصالح کو اور عبرت، فائدہ، اور لطف اندوزی کی ضرورتوں کے مصالح کو شامل ہے۔

اور یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تنہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کسی کے لئے عبادت، ذلت وانکساری، ور حقیقی محبت لائق وسزاوار نہیں، اور یہ اللہ عز وجل کے حق ہونے اور اس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کے باطل ہونے کے وہ عقلی دلائل ہیں جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں (۲)۔

ارشاد ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الجاثیۃ: ۱۳۔

(۲) دیکھئے: تفسیر البغوی، ۱/ ۵۹، ۳/ ۲/ ۷، وابن کثیر، ۳/ ۴۵۱، ۴/ ۱۴۹، والشوکانی، ۱/ ۶۰، ۴/ ۴۲۰، والسعدی، ۱/ ۶۹، ۶/ ۱۶۱، ۷/ ۲۱، وأضواء البیان للشنقیطی، ۳/ ۲۲۵-۲۵۳۔

(۳) سورۃ الحج: ۶۲، نیز دیکھئے: سورۃ لقمان: ۳۰۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اوراس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔

☆ **ثانیاً: تفصیلی طور پر:**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِيْ الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَءَاتَاكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا إِنَّ الإِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾(۱)۔

اللہ عزوجل وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعہ سے تمہاری روزی کے لئے پھل نکالے ہیں، اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اوراس نے ندیاں اور نہریں تمہارے بس میں کر دی ہیں ،اسی نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں، اور رات و دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے، اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی ہوئی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے، یقیناً انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوْا مِنْهُ لَحماً طَرِيّاً وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ، وَأَلْقَىٰ فِيْ الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَأَنْهَاراً وَّسُبُلاً لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ، وَعَلٰمٰتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ، أَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ، وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ

(۱) سورۃ ابراہیم: ۳۲-۳۴۔

لَاتُحْصُوْهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾(١)۔

اور وہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اس سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے لئے زیورات نکال سکو، اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہوسکتا ہے کہ تم اس کی شکر گذاری بھی کرو، اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں، تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو، اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو، تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا وہ ذات جو ان نعمتوں کو اور ان عجیب مخلوقات کو پیدا کرتی ہے اس جیسی ہوسکتی ہے جو ان میں سے کچھ نہیں پیدا کرسکتی؟؟۔

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے کسی عضو یا کسی حاسہ کی بناوٹ وتخلیق کی نعمت کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، چہ جائے کہ اپنے جسم کی ساری نعمتوں اور ہر وقت و ہر لمحہ عطا ہونے والی مختلف انواع واقسام کی نعمتوں کا شمار کر سکے؟(٢)۔

کسی عقلمند کے لئے اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ صرف اس اللہ کی عبادت کرے جس نے اپنے بندوں پر یہ نعمتیں نچھاور کی ہیں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرے؛ کیونکہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اس کی ذات پاک ہے۔

---

(١) سورۃ النحل: ١٤-١٨، نیز دیکھئے: سورۃ النحل، (٣-١٢)۔

(٢) دیکھئے: فتح القدیر، ٣/١٥٤، ٣/١١٠، وأضواء البیان للشنقیطي، ٣/٢٥٣۔

پانچواں مسلک: شرک کے اسباب ووسائل:

نبی کریم ﷺ نے (اپنی امت کو) ان تمام چیزوں سے ڈرایا ہے جوشرک تک پہنچاتی ہوں، یا اس میں جا واقع ہونے کا سبب ہوں، اور انہیں کھول کر واضح طور پر بیان بھی کر دیا ہے، ان میں سے چند وسائل وذرائع مختصراً درج ذیل ہیں:

۱-صالحین کے بارے میں غلو:

یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہے، چنانچہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوْحٍ عَشَرَةُ قُرُوْنٍ كُلُّهُمْ عَلَى الإِسْلَامِ"(۱)۔

آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گذری ہیں یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے تعلق قائم کرنے لگے اور آہستہ آہستہ زمین میں شرک داخل ہوا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں(۲)۔

نوح علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا:

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَداًّ وَّلَا سُوَاعاً وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْراً ﴾(۳)۔

---

(۱) مستدرک حاکم، کتاب التاریخ، ۲/ ۵۴۶، فرماتے ہیں: ''یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور امام ابن کثیر نے اسے البدایۃ والنھایۃ (۱/ ۱۰۱) میں ذکر فرمایا ہے، اور امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے، دیکھئے: فتح الباری، ۶/ ۳۷۲۔

(۲) دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، ۱/ ۱۰۶۔

(۳) سورۃ نوح: ۲۳۔

اور انھوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، اور نہ ہی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔

یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کرلو، اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی (۱)۔

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت کی تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان قبر والے انبیاء و صالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعاء قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کئے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی دعوت دینے کی طرف پھیرتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام و مرتبہ والے انبیاء و صالحین کی تنقیص و توہین کرتا ہے اور ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضبناک ہوتے ہیں (۲)۔

اسی لئے اللہ عز وجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا

---

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ نوح، ۸/ ۶۶۷، حدیث نمبر (۴۹۲۰)۔

(۲) دیکھئے: تفسیر الطبری، ۲۹/ ۶۲، و فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص: ۲۴۶۔

ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ يَـا أَهْـلَ الْـكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسىٰ ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾(۱)۔

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ، اوراللہ پرحق بات ہی کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ ''کن'' سے پیدا شدہ) ہیں جسے مریم (علیہاالسلام) کی طرف ڈال دیا تھا، اوراس کے پاس کی روح ہیں۔

۲-تعریف میں مبالغہ اور حد سے تجاوز، اور دین میں غلو:

رسول اللہ ﷺ نے کسی کوحد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

" لا تطروني كما أطرت النصارىٰ ابن مريم فإني أنا عبده ، فقولوا: عبد الله ورسوله"(۲)۔

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھادیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

نیز ارشاد ہے:

"إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" (۳)۔

دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جولوگ تم سے پہلے تھے انہیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔

۳-قبروں پرمساجد کی تعمیر اوران میں تصویرکشی:

نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے اور قبروں کوسجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خودان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اوراسی لئے جب ام حبیبہ اور

---

(۱) سورۃ النساء:۱۷۱۔

(۲) بخاری مع فتح الباری (انہی الفاظ کے ساتھ)، کتاب الأنبیاء، باب قولہ تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب مريم...﴾ ،۶/۴۷۸، ۱۴۴/۱۲، اس کی شرح فتح الباری میں دیکھئے ۱۲/۱۴۹۔

(۳) نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصیٰ ،۵/۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمي ،۲/۱۰۰۸، واحمد، ۱/۳۴۷۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیسہ (گرجا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن أولـئك إذا كـان فيهـم الـرجـل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوروا فيه تلك الصور، أولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة" (۱)۔

بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

اور یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی امت کے لئے (بھلائی کی) حرص اور چاہت ہی تھی کہ جب آپ ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

"لـعنة الله على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور أنبيائهـم مساجد" قالت عائشة رضي الله عنها: يحذر ما صنعوا" (۲)۔

اللہ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہود ونصاریٰ کے عمل سے ڈرا رہے تھے۔

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

"ألا و إن مـن كـان قبـلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم و صالحيهم مساجد، ألا فلا تتخذوا القبور مساجد، فإني أنهاكم عن ذلك" (۳)۔

سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، خبردار! تم

---

(۱) بخاری مع فتح الباری، کتاب هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، ۱/۵۲۳، ۳/ ۲۰۸، ۷/ ۱۸۷، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ۱/ ۳۷۵۔

(۲) بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاة، باب: حدثنا ابو اليمان، ۱/۵۳۲، ۳/۲۰۰، ۶/۴۹۴، ۷/۱۸۶، ۸/۱۴۰، ۱۰/ ۲۷۷، ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها، ۱/ ۳۳۷۔

(۳) مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور، ۱/ ۳۷۷۔

قبروں کوسجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمھیں اس سے منع کررہاہوں۔

۴-قبروں کوسجدہ گاہ بنانا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کواپنی قبرکو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے،اورآپ کےعلاوہ مخلوق کے دیگرافراد بدرجۂ اولیٰ اس تحذیروتنبیہ کے مستحق ہیں،ارشادہے:

"اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد، اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد" (۱)۔

اے اللہ میری قبرکو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے،ایسے لوگوں پراللہ کاغضب شدیدتر ہوجنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کوسجدہ گاہ بنالیا۔

۵-قبروں پر چراغاں کرنااورعورتوں کاان کی زیارت کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ قبروں پرعمارت بنانا،ان پرچراغاں کرنا،ان کی گچکاری کرنا اوران پرلکھنا(کتبے وغیرہ لکھ کرلٹکانا یانصب کرنا)اوران پرمساجدتعمیر کرناوغیرہ شرک کے وسائل میں سے ہے،عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں:

"لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج"(۲)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پراوران پرمساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پرلعنت فرمائی ہے۔

---

(۱) مؤطاامام مالک،کتاب قصرالصلاۃ في السفر،باب جامع الصلاۃ،۱/۱۷۲،یہ روایت امام مالک کے نزدیک مرسل ہے،اورمسنداحمد کےالفاظ یہ ہیں:"اللهم لا تجعل قبري وثناً، ولعن الله قوماً اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد"،والحلیۃ لابی نعیم،۷/۳۱۷، نیزدیکھئے:فتح المجید،ص:۱۵۰۔

(۲) نسائی،کتاب الجنائز،باب التغلیظ في اتخاذ السرج علی القبور،۴/۹۴،وابوداؤد،کتاب الجنائز،باب في زیارۃ النساء القبور، ۳/۲۱۸،وترمذي،کتاب الصلاۃ،باب کراھیۃ أن یتخذ علی القبر مسجداً،۲/۱۳۶،وابن ماجہ في الجنائز،باب النھي عن زیارۃ النساء للقبور ۱/۵۰۲،واحمد،۱/۲۲۹،۲۸۷،۳۲۴،۳۳۷/۲،۳/۴۴۲،۴۴۳،وحاکم،۱/۳۷۴،نیزحدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں صاحب فتح المجید نے امام ابن تیمیہ سے جوکلام نقل فرمایاہےاسے دیکھئے،ص:۲۷۶۔

۶-قبروں پر بیٹھنااوران کی جانب رخ کر کے نمازادا کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے(۱)، اسی ضمن میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

"لا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها" (۲)۔

قبروں پر نہ بیٹھواور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

۷- قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں (نفل) نماز نہ پڑھنا:

نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ قبریں نماز کی جگہ نہیں ہے، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ پر درود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دور ہو یا نزدیک، لہٰذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

"لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم" (۳)۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔

نیز ارشاد ہے:

"إن لله ملائكة سياحين يبلغون من أمتي السلام" (۴)۔

بے شک زمین میں چکر لگانے والے اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک

---

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص:۲۸۱۔

(۲) مسلم، کتاب الجنائز، باب النھي عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، ۲/ ۶۶۸۔

(۳) ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، ۲/ ۲۱۸، (حسن سند سے)، واحمد، ۲/ ۳۵۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداؤد، ۱/ ۳۸۳۔

(۴) نسائی، ابواب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، ۳/ ۴۳، واحمد، ۱/ ۴۵۲، وفضل الصلاۃ علی النبی ﷺ لاسماعیل القاضي، حدیث نمبر (۲۱)، ص:۲۴، اوراس کی سند صحیح ہے۔

پہنچاتے ہیں۔

تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر کو جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا خواہ کوئی بھی ہو(۱)۔

۸-تصویریں اور قبروں پر قبّوں کی تعمیر:

نبی کریم ﷺ روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بھی بھیجا کرتے تھے۔

ابوالہیاج اسدی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ:

"ألا تدع تمثالاً إلا طمسته ولا قبراً مشرفاً إلا سويته" (۲)۔

کوئی مجسمہ (اسٹیچو) نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا کر رکھ دینا، اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔

۹-تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لئے کجاوہ کسنا (سفر کرنا):

جہاں نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند کیا ہے وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد: مسجدي هذا، والمسجد الحرام، والمسجد الأقصى" (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الدرر السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ لعبد الرحمٰن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵ تا ۱۷۴۔

(۲) مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویۃ القبر، ۲/ ۶۶۶۔

(۳) بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاۃ في مسجد مكة والمدينة، ۳/ ۶۳، ومسلم (انہی الفاظ کے ساتھ)، کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم الی حج وغیرہ، ۲/ ۹۷۶۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لئے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام، اور مسجد اقصیٰ۔

چنانچہ اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لئے کجاوے کسنا شامل ہے، نبی کریم ﷺ کے فرمان سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لئے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور گئے اور (واپس آ کر) بصرہ بن ابوبصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی، تو انھوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انھوں نے کہا: اگر میں نے تمہیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے!!، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

”لا تعمل المطى إلا إلى ثلاثه مساجد...“ (۱)۔

سفر نہیں کیا جا سکتا ہے مگر تین مسجدوں کے لئے....

اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا آپ کے علاوہ انبیاء وصالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لئے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا'' (۲)۔

۱۰- قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ زیارت قبور کی دو قسمیں:

پہلی قسم: مشروع زیارت جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اور موت کی یاد کے لئے - بشرطیکہ اسی کے لئے خاص سفر نہ کیا جائے - نیز سنت نبوی کی اتباع کے لئے۔

دوسری قسم: **مشرکانہ اور بدعی زیارت (۳)۔**

---

(۱) نسائی، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعۃ، ۳/۱۱۴، وما لک في المؤطا، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التي في يوم الجمعۃ، ۱/۱۰۹، مسند احمد، ۶/۷، ۳۹۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۹، وصحیح النسائی، ۱/۳۰۹۔

(۲) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیۃ، ۱/۲۳۴۔

(۳) دیکھئے: فتاوی ابن تیمیۃ، ۱/۲۳۳، والبدایۃ والنھایۃ، ۱۴/۱۲۳۔

اوراس قسم کی تین قسمیں ہیں:

(الف) جومردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں اور یہ لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

(ب) جومردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کردیتی ہے۔

(ج) جولوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا وہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے، یہ چیز متفقہ طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے(۱)۔

۱۱-سورج کے طلوع وغروب کے وقت نماز ادا کرنا شرک کے وسائل میں سے ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کی مشابہت ہوتی ہے جوان دونوں وقتوں میں سورج کا سجدہ کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

"لا تحروا بصلاتكم طلوع الشمس ولا غروبها فإنها تطلع بين قرني الشيطان"(۲)۔

اپنی نماز کے لئے سورج کے طلوع وغروب کے وقت کی تلاش نہ کرو، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شرک کے وسائل جوشرک تک پہنچاتے ہیں، ہر وہ وسیلہ وذریعہ ہے جوشرک اکبر کا راستہ ہو، اور جن وسائل کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا ہے ان میں سے ذی روح اشیاء کی تصویر، ایسی جگہ نذر کا پورا کرنا جہاں کسی بت کی پرستش ہوتی ہو یا جاہلیت کا کوئی تہوار یا میلہ لگتا رہا ہواور دیگر وسائل ہیں(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الدرر السنیة فی الأجوبة النجدیة، ۶/۱۶۵-۱۷۴۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، ۱/ ۵۶۸، حدیث نمبر(۸۲۸)۔

(۳) دیکھئے: الارشاد الی صحیح الاعتقاد، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۵۴-۷۰، ۱۱۳-۱۵۲۔

چھٹا مسلک: شرک کے انواع واقسام:

اولاً: شرک کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: شرک اکبر جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيْداً﴾ (۱)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

شرک اکبر کی چار قسمیں ہیں:

۱-دعاء کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (۲)۔

تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲-نیت، ارادہ اور قصد کا شرک:

ارشاد باری ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۱۶۔

(۲) سورۃ العنکبوت: ۶۵، نیز دیکھئے: الجواب الکافي لابن القیم، ص: ۲۳۰-۲۴۴، ومدارج السالکین، لابن القیم، ۱/ ۳۳۹-۳۴۶۔

لَایُبْخَسُوْنَ، أُوْلَـئِکَ الَّـذِیْـنَ لَیْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَبَاطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (۱)۔

جولوگ دنیوی زندگی اوراس کی رونق چاہتے ہیں، ہم انہیں ان کے سارے اعمال کا بدلہ یہیں بھرپور دیدیتے ہیں، اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب اکارت ہے، اوران کے سارے اعمال برباد ہونے والے ہیں۔

۳-اطاعت کا شرک:

یہ اللہ کی نافرمانی میں احبار ورہبان یعنی اپنے علماء اور پادریوں وغیرہ کی اطاعت کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِیَعْبُدُوْا إِلٰهاً وَّاحِداً لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾ (۲)۔

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک تنہا اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے منزہ اور پاک ہے۔

۴-محبت کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَنْدَاداً یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ﴾ (۳)۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی

(۱) سورۃ ہود، ۱۵، ۱۶، نیز دیکھئے: سورۃ الاسراء: ۸، وسورۃ الشوریٰ: ۲۰۔

(۲) سورۃ التوبۃ: ۳۱۔

(۳) سورہ البقرۃ: ۱۶۵۔

محبت اللہ سے ہونی چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اکبر عبادات کی قسموں میں سے کچھ بھی غیر اللہ کے لئے پھیر دینے کا نام ہے، جیسے غیر اللہ کو پکارے، یا غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، یا غیر اللہ کے لئے نذر مانے، یا قبر والوں کا یا جن وشیاطین کا کسی بھی قسم کی عبادت کے ذریعہ تقرب حاصل کرے، یا مردوں سے ڈرے کہ وہ اسے نقصان پہنچائیں گے، یا غیر اللہ سے حاجت برآری اور پریشانیوں سے نجات کی امید کرے جس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، ان کے علاوہ عبادت کی وہ ساری قسمیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوسکتی ہیں (۱)۔

دوسری قسم: شرک اصغر جو مشرک کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، معمولی ریاء ونمود اسی قبیل سے ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لَقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَداً﴾ (۲)۔

تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اور اسی قبیل سے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" (۳)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

اور اسی قبیل سے آدمی کا ''اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ'' یا ''جو اللہ چاہے اور آپ'' وغیرہ کہنا بھی ہے۔

اور شرک کی قسموں میں سے شرک خفی بھی ہے:

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص:۱۱۔

(۲) سورۃ الکھف: ۱۱۰۔

(۳) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، کتاب النذور والأیمان، باب ماجاء في کراھیۃ الحلف بغیر اللہ، ۴/۱۱۰، نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن الترمذی (۲/۹۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

"الشرك في هذه الأمة أخفىٰ من دبيب النملة السوداء علىٰ صفاةٍ سوداء في ظلمة الليل" (۱)۔

شرک اس امت میں رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

اوراس کا کفارہ یہ ہے کہ بندہ کہے:

"اللهم إني أعوذبك أن أشرك بك شيئاً و أنا أعلم، وأستغفرك من الذنب الذي لا أعلم" (۲)۔

اے اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کچھ بھی شریک کروں دراں حالیکہ میں جانتا ہوں، اور میں تجھ سے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَاداً وَّأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (۳)۔

اللہ تعالیٰ کے لئے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تمہیں علم ہو۔

کے بارے میں فرماتے ہیں: ''انداد'' وہ شرک ہے جو رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ کوئی کہے: اے فلاں! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم، اور کہے: اگر اسکی کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے یہاں چور آجاتے، اور اگر بطخ گھر میں نہ ہوتی تو چور آگھستے، اور آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ کہنا کہ: جو اللہ چاہے اور آپ، اور آدمی کا یہ کہنا کہ: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں (۴)۔

اور نبی کریم ﷺ کے فرمان:

---

(۱) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع ،۳/۲۳۳، اور تخریج الطحاویۃ از: ارنؤوط، ص:۸۳۔

(۲) اسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع ،۳/۲۳۳، ومجموعۃ التوحید لمحمد بن عبدالوھاب، وابن تیمیۃ، ص:۶۔

(۳) سورۃ البقرہ:۲۲۔

(۴) اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے، ۱/۵۶، اور ابن ابی حاتم کی طرف منسوب کیا ہے۔

"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" (۱)۔

جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

کے سلسلہ میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک نبی کے فرمان "فقد كفر أو أشــرك" کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ شدت اور تغلیظ پر محمول ہے (یعنی حقیقت مقصود نہیں ہے) اور اس کی دلیل عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمر کو "و أبي و أبي" (میرے باپ کی قسم، میرے باپ کی قسم) کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

"ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم " (۲)۔

سن لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قال في حلفه باللات والعزىٰ فليقل: لا إله إلا الله"(۳)۔

جس نے اپنی قسم میں کہا: "لات وعزیٰ کی قسم" تو اسے چاہئے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کہے۔

اور ممکن ہے کہ شرک خفی شرک اصغر میں داخل ہو، تو ایسی صورت میں شرک کی دو ہی قسمیں ہوں گی، شرک اکبر اور شرک اصغر، اس بات کی طرف ابن قیم رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے (۴)۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اصغر کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شرک ظاہر: اور وہ کچھ الفاظ واعمال ہیں:

---

(۱) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، ۴/۱۱۰، اس حدیث کی تخریج ص: (۱۵۲) حاشیہ نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔

(۲) اس روایت کو امام ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کتاب النذور والأیمان، باما جاء في كراهية الحلف بغير الله، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/۹۲۔

(۳) اس روایت کو امام ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کتاب النذور والأیمان، باما جاء في كراهية الحلف بغير الله، ۴/۱۱۰، نیز دیکھئے: صحیح الترمذی، ۲/۹۲۔

(۴) دیکھئے: الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي، تالیف ابن القیم، ص: ۲۳۳۔

الفاظ کی مثال جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، یا جو اللہ چاہے اور آپ، یا اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ، یا یہ اللہ کی طرف سے ہے اور آپ کی طرف سے، یا یہ اللہ کی برکتوں سے ہے اور آپ کی، وغیرہ کہنا، جبکہ صحیح یہ ہے کہ کہے: جو صرف اللہ چاہے، یا جو اللہ چاہے پھر آپ، اور اگر تنہا اللہ نہ ہوتا، یا اگر اللہ نہ ہوتا پھر آپ، اور یہ صرف اللہ کی جانب سے ہے، یا یہ اللہ کی جانب سے ہے اور پھر آپ کی جانب سے وغیرہ۔

اور اعمال کی مثال جیسے مصیبت کے رفع یا دفع کرنے کے لئے چھلا یا دھاگہ وغیرہ پہننا، جن یا نظر بد وغیرہ کے خوف سے تعویذیں لٹکانا، اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ایسا کرے کہ یہ چیزیں مصیبت کے آنے کے بعد اسے رفع کرتی ہیں یا آنے سے قبل اسے دور بھگاتی ہیں تو ایسا شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے، اور یہ ربوبیت میں شرک ہے کیونکہ اس شخص نے تخلیق و تدبیر میں اللہ کے شریک ہونے کا عقیدہ رکھا، اور عبادت میں بھی شرک ہے اس طور پر کہ ایک طرح سے اس نے اس کی عبادت کی، اور اس کے نفع کی امید اور لالچ میں اس کا دل اس سے لگا رہا، اور اگر اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا مصیبتوں کا رفع و دفع کرنے والا ہے لیکن مذکورہ چیزوں کو مصیبت کے دفع کرنے کا ایک سبب اور ذریعہ سمجھا تو بھی اس شخص نے ایک ایسی چیز کو جو نہ شرعی طور پر کوئی سبب ہے اور نہ ہی قدری طور پر، مصیبت کے رفع و دفع کرنے کا سبب بنا دیا، اور ایسا کرنا حرام اور شریعت اور تقدیر پر جھوٹ باندھنا ہے، شریعت پر جھوٹ یوں کہ شریعت نے ان چیزوں سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے، اور جس چیز سے شریعت نے منع کر دیا ہو وہ چیز نفع بخش اسباب میں سے نہیں ہو سکتی۔

اور تقدیر پر جھوٹ یوں کہ یہ چیزیں نہ تو معہود و غیر معہود اسباب میں سے ہیں جن سے مقصد حاصل ہو، اور نہ ہی جائز نفع بخش دواؤں میں سے ہیں، بلکہ یہ چیزیں منجملہ شرک کے وسائل میں سے ہیں کیونکہ لازمی طور پر ان چیزوں کے لٹکانے والے کا دل ان سے لگا رہتا ہے اور یہ چیز ایک قسم کا شرک اور شرک کا ذریعہ ہے۔

شرک اصغر کی دوسری قسم: شرک خفی:

شرک خفی ارادوں، نیتوں اور مقاصد کا شرک ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ریاء ونمود:

ریاء: عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں کہ لوگ دیکھیں اور اس کی عبادت پر اس کی تعریف و ستائش کریں۔

''ریاء'' اور ''سمعت'' (نمود) میں فرق یہ ہے کہ ریاء دکھائی دینے والے اعمال میں ہوتا ہے، مثلاً نماز، صدقہ، حج اور جہاد وغیرہ، جبکہ سمعت سنے جانے والے اعمال میں ہوتا ہے، جیسے، تلاوت قرآن، وعظ ونصیحت، ذکر واذکار، انسان کا اپنے اعمال کے بارے میں گفتگو کرنا اور اس کی خبر دینا بھی اسی میں داخل ہے۔

دوسری قسم: انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا:

یعنی انسان اپنے اس عمل سے جس سے اللہ کی رضا کا حصول مقصود ہونا چاہئے' دنیوی ساز وسامان کا ارادہ رکھے۔ یہ نیتوں اور ارادوں کا شرک ہے اور کمال توحید کے منافی ہے، اور انسان کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے(۱)۔

ہم اللہ سے دنیا وآخرت میں عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں (۲)۔

ثانیاً: شرک اکبر اور شرک اصغر کے درمیان فرق:

۱- شرک اکبر انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جبکہ شرک اصغر دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲- شرک اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جبکہ شرک اصغر کا مرتکب اگر جہنم میں داخل ہوگا تو ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا۔

۳- شرک اکبر مشرک کے تمام اعمال کو ضائع وبرباد کر دیتا ہے جبکہ شرک اصغر تمام اعمال کو ضائع نہیں

---

(۱) دیکھئے: القول السدید في مقاصد التوحید، للسعدي، ص:۴۳، والجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي، لابن القیم، ص:۲۴۰، وکتاب التوحید، للعلامة صالح بن فوزان الفوزان، ص:۱۱-۱۲، والارشاد الی صحیح الاعتقاد للفوزان، ص:۱۳۴-۱۴۳۔

(۲) تفصیل کے لئے زیر نظر کتاب کا ص (۱۷۵ تا ۲۰۰) ملاحظہ فرمائیں۔

کرتا، بلکہ ریاء کاری اور دنیا طلبی صرف اسی عمل کو ضائع کرتی ہے جس میں وہ پائی جائے۔

۴-شرک اکبر خون و مال کو حلال کر دیتا ہے، جبکہ شرک اصغر کا معاملہ ایسا نہیں (۱)۔

۵ -شرک اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان دشمنی وعداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے مشرک سے دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، رہا شرک اصغر تو وہ مطلق طور پر دوستی رکھنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ شرک اصغر کے مرتکب سے اس قدر محبت کی جائے گی جس قدر اس میں توحید ہوگی، اور اس سے اس قدر دشمنی اور بغض رکھا جائے گا جس قدر اس میں شرک اصغر ہوگا (۲)۔

ساتواں مسلک: شرک کے آثار ونقصانات:

شرک کے بڑے خطرناک آثار، عظیم مفاسد اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں، ان میں سے چند نقصانات مختصراً اور اجمالاً درج ذیل ہیں:

۱-دنیا وآخرت کی برائی شرک کے آثار ونقصانات میں سے ہے۔

۲-شرک ہی دنیا وآخرت میں مصائب کا عظیم ترین سبب ہے۔

۳-شرک دنیا وآخرت میں خوف کا سبب ہے اور امن وامان کو عنقا بنا دیتا ہے۔

۴-مشرک دنیا وآخرت میں ضلالت وگمراہی کا شکار ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِيْداً﴾ (۳)۔

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

۵-اگر شرک اکبر کا مرتکب بغیر توبہ کئے ہوئے مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ، وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص:۱۲۔

(۲) دیکھئے: مصدر سابق، ص:۱۵۔

(۳) سورۃ النساء:۱۱٦۔

فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْماً عَظِيْماً﴾ (۱)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا، اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۶-شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع اور اکارت کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (۲)۔

اور اگر ان لوگوں نے بھی شرک کیا تو ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (۳)۔

اگر آپ نے بھی شرک کیا تو یقیناً آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

۷-شرک اکبر کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام اور جہنم واجب کر دیتا ہے، چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة، ومن مات يشرك بالله شيئاً دخل النار" (۴)۔

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۴۸۔

(۲) سورۃ الأنعام: ۸۸۔

(۳) سورۃ الزمر: ۶۵۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ، ومن مات مشرکاً دخل النار، ۱/۹۴، حدیث نمبر (۹۳)۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّـهُ مَـنْ يُّشْـرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾(۱)۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

۸-شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّـذِيْـنَ كَـفَـرُوْا مِـنْ أَهْـلِ الْـكِتَـابِ وَالْـمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أُوْلٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾(۲)۔

بے شک اہل کتاب کے کفار و مشرکین جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، یہ مخلوق کے سب سے بدترین لوگ ہیں۔

۹-شرک سب سے بڑا ظلم اور جھوٹ ہے، لقمان کی بات جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی، اس کو نقل کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (۳)۔

اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْماً عَظِيْماً﴾(۴)۔

اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

۱۰-اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ مشرکین سے بری ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ المائدۃ:۷۲۔

(۲) سورۃ البینۃ:۶۔

(۳) سورۃ لقمان:۱۳۔

(۴) سورۃ النساء:۴۸۔

﴿وأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهُ﴾(۱)۔

اوراللہ اوراس کے رسول ﷺ کی طرف سے بڑے حج کے دن لوگوں کوصاف اعلان ہے کہ اللہ اوراس کے رسول مشرکین سے بری (بیزار) ہیں۔

۱۱-شرک اللہ کے غضب وعقاب کے حصول اوراس کی رحمت سے دوری کا سب سے عظیم سبب ہے، ہم اللہ کوناراض کرنے والی ہر چیز سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۱۲-شرک نور فطرت کو گل کردیتا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے لوگوں کواپنی توحیدواطاعت پر پیدا کیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پراس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

"مامن مولودٍ إلا يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه، أو ينصرانه، أو يمجسانه"(۳)۔

ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے، پھراس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی، یا مجوسی بنالیتے ہیں۔

نیز حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إني خلقت عبادي حنفاء كلهم وإنهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم،

---

(۱) سورۃ التوبۃ:۳۔

(۲) سورۃ الروم:۳۰۔

(۳) متفق علیہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، ۲/۱۱۹، حدیث نمبر(۱۳۵۸)، ومسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولودٍ یولد علی الفطرۃ،۴/۲۰۴۷، حدیث نمبر(۲۶۵۸)۔

وحرمت عليهم ما أحللت لهم، وأمرتهم أن يشركوا بي ما لم أنزل به سلطاناً"(۱)۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو اپنی طرف یکسو(خالص موحد) پیدا کیا، پھران کے پاس شیاطین آئے اورانہیں ان کے دین سے پھیر دیا، اور جن چیزوں کو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا انھیں ان پر حرام کر دیا، اورانہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

۱۳-شرک اخلاق حمیدہ کو ملیا میٹ کر دیتا ہے، کیونکہ نفس کے پاکیزہ اخلاق فطرت سے منسلک ہیں، اور شرک جب فطرت ہی کو مٹا کر رکھ دیتا تو اللہ کی فطرت پر مبنی پاکیزہ اچھے اخلاق کو بدرجۂ اولیٰ ضائع وبرباد کر دے گا۔

۱۴-شرک عزت نفس (غیرت انسانی) کو مٹا دیتا ہے، کیونکہ مشرک روئے زمین کے تمام طاغوتوں (غیر اللہ) کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے کیونکہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اسے کوئی پناہ دینے والا نہیں، لہٰذا (اس عقیدہ کی بنیاد پر) وہ ہر اس چیز کے سامنے جھکتا ہے جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے، اور نہ ہی سمجھتی ہے، چنانچہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اوراسی کے لئے ذلت اختیار کرتا ہے، اور یہ انتہائی اہانت اور محرومی کی بات ہے، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۱۵-شرک اکبر جان ومال کو حلال کر دیتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"أمرت أن أقاتل الناس حتىٰ يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلاة، ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماء هم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله"(۲)۔

مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت

(۱) مسلم، کتاب الجنۃ، باب الصفات التي يعرف بها أهل الجنة وأهل النار، ۲۱۹۷/۱، حدیث نمبر (۲۸۶۵)۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب: ﴿فإن تابوا و أقاموا الصلاة و آتوا الزكاة فخلوا سبيلهم﴾، ۱۴/۱، حدیث نمبر (۲۵)، ومسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا "لا الٰہ الا اللہ" ۵۳/۱، حدیث نمبر (۲۰)۔

دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ دیں، جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال کو بچالیا، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

۱۶- شرک اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان عداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے اس سے دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۱۷- شرک اصغر ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے، اور وہ شرک اکبر کے وسائل وذرائع میں سے ہے۔

۱۸- شرک خفی یعنی ریا کاری اور دنیا طلبی کا شرک جس عمل میں پایا جاتا ہے اسے ضائع وبرباد کر دیتا ہے، اور یہ مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ناک ہے کیونکہ یہ بہت ہی زیادہ پوشیدہ ہے، اور اس کی خطرناکی امت محمدیہ پر بہت ہی زیادہ ہے۔

اے اللہ کے بندے! ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچو، ہم شرک سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اور دنیا وآخرت میں عفو وعافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

تیسرا مبحث:

اخلاص کا نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں

پہلا مطلب: اخلاص کا نور

پہلا مسلک: اخلاص کا مفہوم:

اخلاص کی لغوی تعریف (مفہوم):

"خلص یخلص خلوصاً" کے معنیٰ صاف ہونے اور آمیزش کے زائل ہوجانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "خلص من ورطتہ" یعنی وہ اپنے بھنور سے محفوظ رہا اور نجات پا گیا، اور کہا جاتا ہے: "خلصہ تخلیصاً" یعنی اس نے اسے چھٹکارا اور نجات دلوایا۔ اور اطاعت میں اخلاص کے معنیٰ ریاکاری ترک کردینے کے ہیں(۱)۔

اخلاص کی حقیقت (اصطلاحی تعریف):

اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے محض اللہ واحد کی قربت کا طالب ہو۔

اہل علم نے اخلاص کی کئی تعریفیں ذکر کی ہیں جو ایک دوسرے سے قریب قریب ہیں:

۱- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اطاعت میں تنہا مقصود جاننا اخلاص کہلاتا ہے۔

۲- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے اعمال ظاہر و باطن ہر دو صورت میں برابر ہوں، اور ریاکاری یہ ہے کہ بندے کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر اور اچھا ہو، اور سچا اخلاص یہ ہے کہ بندے کا

---

(۱) المعجم الوسیط ۱/ ۲۴۹، مختار الصحاح ص ۷۷۔

باطن اس کے ظاہر سے زیادہ پختہ اور پائیدار (بارونق) ہو۔

۳- ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ عمل کو ہر طرح کی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اخلاص کہلاتا ہے(۱)۔

سابقہ تعریفوں سے واضح ہوا کہ اخلاص: عمل کو اللہ واحد کی طرف پھیرنے اور اس سے قربت حاصل کرنے کا نام ہے، جس میں کوئی ریا ونمود، زائل ہونے والے ساز وسامان کی طلب اور بناوٹ نہ ہو، بلکہ بندہ صرف اللہ واحد کے ثواب کی امید کرے، اس کے عذاب سے ڈرے اور اس کی رضامندی کا حریص ہو۔

اسی لئے امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کردینا ریاکاری اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں چیزوں سے عافیت میں رکھے(۲)۔

مسلمان کی زندگی میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے قول وعمل، جملہ تصرفات اور ساری تعلیمات وتوجیہات سے صرف اللہ واحد کی ذات کا قصد کرے جس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

دوسرا مسلک: اخلاص کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق یعنی جن وانس کو تنہا اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اور تمام مکلفین (جن پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہیں) کو اخلاص کا حکم دیا ہے فرمایا:

﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾(۳)۔

اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنا أنزلنا إليک الكتاب بالحق فاعبد الله مخلصا له الدين، ألا لله الدين

---

(۱) مدارج السالکین لابن القیم ۹۱/۲۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۹۱/۲۔

(۳) سورۃ البینۃ: ۵۔

الخالص﴾(۱)۔

یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے' لہٰذا آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسلِمِينَ﴾(۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ الذي خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملاً﴾(۳)۔

جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اچھا عمل''، یعنی سب سے خالص اور درست ترین عمل، لوگوں نے عرض کیا: اے ابوعلی! سب سے خالص اور درست عمل کیا ہے؟ فرمایا: ''عمل جب خالص اللہ کے لئے ہو لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، اور اگر درست ہو خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (بیک وقت) خالص اور درست ہو، خالص کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو' اور درست کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی کے مطابق ہو(۴)، پھر انھوں نے درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تلاوت فرمائی:

﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُم إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرجُوا لِقَاءَ

---

(۱) سورۃ الزمر: ۲، ۳۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳۔

(۳) سورۃ الملک: ۲۔

(۴) مدارج السالکین ۲/۸۹۔

رَبِّهِ فَلْيَعمَلْ عَمَلاً صَالِحاً ولا يُشْرِك بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ (۲)۔

دین کے اعتبار سے اس شخص سے اچھا اور کون ہوسکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور نیکوکار ہو۔

''اسلام وجہ'' اللہ واحد کے لئے ارادہ وعمل کو خالص کرنے کا نام ہے اور ''احسان'' رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت طیبہ کی پیروی کا نام ہے (۳)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثلاث لا يغل عليهن قلب مسلم: إخلاص العمل لله، ومناصحة ولاة الأمر، ولزوم جماعة المسلمين، فإن دعوتهم تحيط من ورائهم" (۴)۔

تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اللہ کے لئے اخلاص عمل، حکام و امراء کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دعا انہیں انکے پیچھے سے گھیرے ہوتی ہے۔

اخلاص مسلمان کے عمل کی روح اور اس کی سب سے اہم خوبی ہے، اخلاص کے بغیر اس کی ساری کوشش و

---

(۱) سورۃ الکھف: ۱۱۰۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

(۳) مدارج السالکین ۲/۹۰۔

(۴) سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ۵/۳۴، حدیث نمبر: (۲۶۵۸) بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مسند احمد ۵/۱۸۳، بروایت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح (۱/۷۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

کارکردگی بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہے۔

ائمۂ اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اخلاص دل کے اہم ترین اعمال میں سے ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ پر توکل واعتماد، اس کے لئے اخلاص، اس سے ڈرنے اور امید وابستہ کرنے کے لئے دل کے اعمال ہی اصل اور بنیاد ہیں، اور اعضاء وجوارح کے اعمال اس کے تابع ہوتے ہیں کیونکہ نیت کی حیثیت روح کی اور عمل کی حیثیت اعضاء جسمانی کی ہے کہ جب جسم کا رشتہ روح سے ٹوٹتا ہے تو وہ مرجاتا ہے، چنانچہ دلوں کے احکام کی معرفت اعضاء وجوارح کے احکام کی معرفت سے زیادہ اہم ہے۔

لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے مخلص ہو، وہ ریا ونمود اور لوگوں کی مدح وستائش کی خواہش نہ کرے، بلکہ محض اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کرے، اسی کی خوشنودی کے لئے نیک اعمال انجام دے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قل هذه سبيلي أدعوا إلى الله﴾ (۱)۔

کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله﴾ (۲)۔

اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو۔

اخلاص تمام مسلمانوں پر واجب ہونے والا سب سے عظیم وصف (خوبی) ہے، تاکہ وہ اپنی دعوت وعمل سے محض ذات الٰہی اور دار آخرت (جنت) کے طلبگار اور لوگوں کی اصلاح کے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کے خواہاں ہوں (۳)۔

---

(۱) سورۃ یوسف: ۱۰۸۔

(۲) سورۃ حم السجدہ: ۳۳۔

(۳) دیکھئے: مجموع فتاویٰ سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ ۱/ ۳۴۹ و ۴/ ۲۲۹۔

تیسرا مسلک: اچھی نیت کا مقام اور اس کے ثمرات:

نیت عمل کی اساس و بنیاد اور اس کا وہ ستون ہے جس پر عمل کا دارومدار ہے' کیونکہ نیت عمل کی روح اور اس کا قائدورہبر ہے، اور عمل نیت کے تابع ہے، عمل کی صحت وخرابی نیت کی صحت وخرابی پر موقوف ہے، نیک نیتی سے توفیق اور بد نیتی سے رسوائی حاصل ہوتی ہے، نیت ہی کے اعتبار سے دنیا وآخرت کے مراتب و درجات میں فرق آتا ہے(١)، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرءٍ ما نوى..."(٢)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے...۔

اوراللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقةٍ أو معروف أو إصلاحٍ بين الناس ومن يفعل ذلک ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه أجراً عظيماً﴾(٣)۔

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں، ہاں! بھلائی اس کے مشوروں میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے، اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا اجر وثواب دیں گے۔

یہ ارشاد ربانی نیت کے مقام ومرتبہ اور اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ کہ اللہ کی طرف دعوت دینے والوں اور دیگر مسلمانوں کے لئے نیت کی اصلاح ضروری ہے، کیونکہ اگر نیت درست ہوگی تو بندہ بیش بہا اجر وثواب سے نوازا جائے گا، اگر چہ اس نے محض سچی نیت ہی کی ہو عمل نہ کیا ہو، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(١) دیکھئے: النیۃ واثرھا فی الاحکام الشرعیۃ، از ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان ١/١٥١۔

(٢) متفق علیہ بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ١/٩، حدیث نمبر: (١)، مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ ﷺ: "انما الأعمال بالنية" ٣/١٥١٥، حدیث نمبر: (١٩٠٧)۔

(٣) سورۃ النساء: ١١٤۔

"إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيماً صحيحاً"(۱)۔

جب بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو بھی حالت اقامت اور صحت مندی کے عمل طرح اس کا عمل (اور اجر) لکھا جاتا ہے۔

نیز فرمایا:

"ما من امرىءٍ تكون له صلاة بليل فيغلبه عليها نوم إلا كتب له أجر صلاته و كان نومه عليه صدقة"(۲)۔

جس شخص کا بھی رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے کا معمول ہوتا ہے اور کبھی اس پر نیند غالب آ جاتی ہے تو اس کے لئے اس نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نینداس کے لئے صدقہ قرار پاتی ہے۔

نیز فرمایا:

"من توضأ فأحسن الوضوء ثم خرج إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا أعطاه الله مثل أجر من صلى وحضر لا ينقص ذلك من أجره شيئاً"(۳)۔

جو شخص خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر مسجد جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اسے مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے والوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے' اس سے اس کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه"(۴)۔

---

(۱) بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب: یکتب للمسافر ما کان یعمل فی الاقامۃ ۴/۲۰۰، حدیث نمبر: (۲۹۹۶)۔

(۲) ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب من نوی القیام فنام ۲/۲۴، حدیث نمبر: (۱۳۱۴)، نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب من کان له صلاۃ بلیل فغلبه علیها نوم ۳/۲۷۵، حدیث نمبر: (۱۷۸۴) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (۲/۲۰۴) اور صحیح الجامع (۵/۱۶۰، حدیث نمبر: ۵۵۶۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فیمن خرج یرید الصلاۃ فسبق بها ۱/۱۵۴، حدیث نمبر: (۵۶۴)، نسائی، کتاب الامامہ، باب حد ادراک الجماعۃ ۲/۱۱۱، حدیث نمبر: (۸۵۵) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: ''اس کی سند قوی ہے'' ۶/۱۳۷۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشهادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ ۳/۱۵۱۷، حدیث نمبر: (۱۹۰۹)۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچی نیت کے ساتھ شہادت مانگتا ہے، اللہ اسے شہیدوں کے مراتب تک پہنچا تا ہے خواہ اس کی موت اس کے بستر پر ہی ہو۔

یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر فضل و احسان پر دلالت کرتی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمایا:

"لقد تركتم بالمدينة أقواماً ما سرتم مسيراً ولا أنفقتم من نفقةٍ ولا قطعتم من وادٍ إلا وهم معكم فيه"، قالوا: يا رسول الله كيف يكونون معنا وهم بالمدينة؟ فقال:"حبسهم العذر"(۱)۔

تم مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو کہ تم جس راستے سے بھی گزرتے ہو یا جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا جو بھی وادی طے کرتے ہو وہ اس میں تمہارے ساتھ ہوتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول جب وہ مدینہ میں ہیں تو ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں عذر نے روک رکھا ہے۔

نیک نیتی کے سبب اللہ تعالیٰ معمولی عمل بھی گنا در گنا کر دیتا ہے، چنانچہ لوہے (ہتھیار) سے لیس ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قتال (جہاد) کروں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرنا' اس نے اسلام قبول کیا اور پھر (اللہ کی راہ میں) لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:"عمل قليلاً وأجر كثيراً" اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا(۲)۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا' اللہ کے رسول ﷺ اسے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر ، باب من حبسه العذر عن الغزو ۳/ ۲۸۰، حدیث نمبر: (۲۸۳۹) ابوداود، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی القعود من العذر ۳/ ۱۲، حدیث نمبر: (۲۵۰۸) الفاظ سنن ابوداود کے ہیں۔

(۲) متفق علیہ بروایت براء رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الجهاد والسیر ، باب: عمل صالح قبل الجهاد ۳/ ۲۷۱، حدیث نمبر: (۲۸۰۸) الفاظ صحیح بخاری ہی کے ہیں، مسلم، کتاب الامارة، باب ثبوت الجنة للشهید ۳/ ۱۵۰۹، حدیث نمبر: (۱۹۰۰)۔

اسلام کے احکام سکھار ہے تھے اور وہ اپنے اونٹ پر روانہ ہوا تھا کہ اس کے اونٹ کا پیر ایک نیولے کے سوراخ میں جا پھنسا اور اس نے اسے نیچے گرا دیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمل قليلاً وأجر كثيراً'' تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا، حماد نے اس بات کو تین بار دہرایا(۱)۔

نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ مباح اعمال میں برکت عطا فرماتا ہے جس پر بندہ کو ثواب ملتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إذا أنفق الرجل على أهله يحتسبها فهو له صدقة''(۲)۔

جب بندہ اپنے اہل وعیال پر حصول ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''إنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت عليها حتى ما تجعل في في امرأتك''(۳)۔

تم اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جو کچھ بھی خرچ کروگے تمہیں اس پر اجر ملے گا' حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالوگے اس میں بھی (تمہیں اجر ملے گا)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''إنما الدنيا لأربعة نفرٍ: عبد رزقه الله مالاً وعلماً فهو يتقي فيه ربه ويصل فيه رحمه ويعلم لله فيه حقاً فهذا بأفضل المنازل، وعبد رزقه الله علماً ولم يرزقه مالاً فهو

---

(۱) مسند امام احمد ۴/ ۳۵۷۔

(۲) متفق علیہ بروایت ابو مسعود رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبة ولكل امرئ مانوىٰ ۱/ ۲۴، حدیث نمبر: (۵۵)، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزوج والاولاد ۲/ ۶۲۵ حدیث نمبر: (۱۰۰۲)۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیہ ۱/ ۲۴، حدیث نمبر: (۵۶)، مسلم، کتاب الوصیہ، باب الوصیة بالثلث ۳/ ۱۲۵۰، حدیث نمبر: (۱۶۲۸)۔

صادق النية يقول: لو أن لي مالاً لعملت فيه بعمل فلانٍ فهو بنيته فأجرهما سواءٌ، وعبد رزقه الله مالاً ولم يرزقه علماً فهو يخبط في ماله بغير علمٍ، لا يتقي فيه ربه ولا يصل فيه رحمه ولا يعلم لله فيه حقاً فهو بأخبث المنازل، وعبد لم يرزقه الله مالاً ولا علماً، فهو يقول: لو أن لي مالاً لعملت فيه بعمل فلان، فهو بنيته، فوزرهما سواءٌ"(۱)۔

دنیا چار قسم کے لوگوں کے لئے ہے: ایک وہ بندہ جسے اللہ نے مال اور علم سے نوازا ہے' اس میں وہ اپنے رب سے ڈرتا اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ کے لئے حق جانتا ہے، ایسا شخص سب سے افضل مرتبہ پر فائز ہے، دوسرا وہ بندہ جسے اللہ نے علم سے نوازا ہے اور مال سے محروم کر رکھا ہے، لیکن وہ بندہ نیک نیت ہے کہتا (تمنا کرتا) ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل (خرچ) کرتا، تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ دونوں کا اجر یکساں اور برابر ہے، تیسرا وہ جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہے، لیکن علم سے محروم کر رکھا ہے' تو وہ بغیر علم کے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے' نہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا کوئی حق جانتا ہے' تو ایسا شخص بدترین درجہ کا آدمی ہے، چوتھا وہ بندہ جسے اللہ نے مال و دولت اور علم و آگہی دونوں سے محروم کر رکھا ہے' تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس میں فلاں (تیسرے) کی طرح تصرف کرتا' تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ ان دونوں کا گناہ یکساں ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

"إن الله عز وجل كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلك، فمن هم بحسنةٍ فلم يعملها كتبها الله عنده حسنة كاملة ..."(۲)۔

---

(۱) ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء مثل الدنيا مثل اربعة نفر ۴/۵۶۲، حدیث نمبر: (۲۳۲۵) وابن ماجہ، کتاب الزهد، باب النیۃ، حدیث نمبر: (۴۲۲۸) ومسند احمد ۴/۱۳۰، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی (۲/۲۷۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) متفق علیہ بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة او بسيئة ۷/۲۳۹، حدیث نمبر: (۶۴۹۱) ومسلم، کتاب الایمان، باب اذا هم العبد بحسنة كتبت له واذا هم بسيئة لم تكتب ۱/۱۱۷، حدیث نمبر: (۱۳۱)۔

اللہ عز وجل نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں، پھر اس کی وضاحت فرمائی' چنانچہ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے عملاً انجام نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس پوری نیکی لکھتا ہے۔

چوتھا مسلک: اخلاص کے فوائد وثمرات:

اخلاص کے بڑے اچھے ثمرات اور بڑے عظیم اور جلیل القدر فوائد ہیں، ان میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

۱- دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اخلاص کے فضائل وثمرات میں سے ہیں۔

۲- اخلاص اعمال کی قبولیت کا سب سے عظیم سبب ہے، بشرطیکہ نبی کریم ﷺ کی اتباع شامل ہو۔

۳- اخلاص کے نتیجہ میں بندے کو اللہ کی اور پھر فرشتوں کی محبت حاصل ہوتی ہے' اور زمین (والوں کے دلوں) میں اس کی مقبولیت لکھ دی جاتی ہے۔

۴- اخلاص عمل کی اساس اور اس کی روح ہے۔

۵- اخلاص تھوڑے عمل اور معمولی دعا پر بیش بہا اجر اور عظیم ثواب عطا کرتا ہے۔

۶- مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو لکھا جاتا ہے، وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو۔

۷- مخلص جس عمل کی بھی نیت کرے لکھ لیا جاتا ہے گر چہ اسے انجام نہ دے سکے۔

۸- مخلص اگر سو جائے یا بھول جائے تو معمول کے مطابق جو عمل کرتا تھا اسے لکھا جاتا ہے۔

۹- اگر مخلص بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو اس کے اخلاص کے سبب اس کے لئے وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ حالت اقامت وصحت میں کیا کرتا تھا۔

۱۰- اخلاص کے سبب اللہ تعالیٰ امت کی مدد فرماتا ہے۔

۱۱- اخلاص آخرت کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔

۱۲- دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔

۱۳- اخلاص کے سبب آخرت میں درجات کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔

۱۴- (اخلاص کے سبب) گمراہی سے نجات (ملتی ہے)۔

۱۵- اخلاص ہدایت میں اضافہ کا سبب ہے۔

۱۶- لوگوں میں نیک نامی اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔

۱۷- دل کا اطمینان اور نیک بختی کا احساس ہوتا ہے۔

۱۸- دل (نفس) میں ایمان کی تزیین وآرائش ہوتی ہے۔

۱۹- مخلص لوگوں کی صحبت وہم نشینی کی توفیق ملتی ہے۔

۲۰- حسن خاتمہ نصیب ہوتا ہے۔

۲۱- دعاؤں کی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۲- قبر میں نعمت اور شادمانی کی بشارت ملتی ہے۔

۲۳- جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات عطا ہوتی ہے۔

ان فوائد وثمرات کی دلیلیں کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں (۱)۔

میں اللہ عزوجل سے اپنے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے قول وعمل میں اخلاص کا سوال کرتا ہوں۔

---

(۱) سابقہ دونوں مسلکوں میں ذکر کردہ اموراس پر دلالت کرتے ہیں، نیز دیکھئے: کتاب الاخلاص، از حسین العوایشہ، ص ۶۴۔

دوسرا مطلب: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں

پہلا مسلک: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکیاں:

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ انسان کوئی نیک عمل کرے اور اس سے کسی دنیاوی ساز وسامان کا طالب ہو، یہ شرک ہے جو توحید واجب کے کمال کے منافی اور عمل کو برباد کر دینے والا ہے، یہ ریا کاری سے بھی سنگین تر ہے کیونکہ دنیا چاہنے والے کا ارادہ اس کے بہت سارے اعمال پر غالب ہوتا ہے، جبکہ ریا کاری اس کے کسی عمل میں پائی جاتی ہے اور کسی عمل میں نہیں پائی جاتی اور اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، اور مومن ان دونوں چیزوں سے دور رہتا ہے۔

ریا کاری اور انسان کے اپنے نیک عمل سے دنیا طلب کرنے کے درمیان فرق:

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی اس چیز میں دونوں مشترک ہیں کہ انسان اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے مزین وآراستہ کر کے پیش کرے' تا کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعظیم اور مدح وستائش کریں، یہ ریا کاری اور دنیا طلبی دونوں ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کے سامنے دکھاوا اور ان سے عزت اور مدح وستائش کی طلب ہے۔

رہا دنیا کے لئے عمل کرنا تو وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نیک عمل کرے جسے لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ کوئی دنیوی ساز وسامان مقصود ہو، جیسے کوئی کسی کی طرف سے حصول مال کی غرض سے حج کرے یا مال غنیمت کی خاطر جہاد کرے وغیرہ، یعنی ریا کار لوگوں کی مدح وستائش کے لئے عمل کرتا ہے جب کہ دنیا کے لئے عمل کرنے والا دنیوی ساز وسامان کے حصول کے لئے نیک عمل کرتا ہے، اور دونوں ہی خسارے اور گھاٹے میں ہیں۔

ہم اللہ عز وجل کے غضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک عذاب سے اس کی پناہ

چاہتے ہیں(۱)۔

کچھ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو دنیا وآخرت میں اس عمل والے کے خسارے اور گھاٹے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من كان يريد الحياة الدنيا وزينتها نوف إليهم أعمالهم فيها وهم فيها لايبخسون، أولئك الذين ليس لهم في الآخرة إلا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون﴾(۲)۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہے ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلاها مذموماً مدحوراً﴾(۳)۔

جس کا ارادہ اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہوا سے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں سردست دیتے ہیں، پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿من كان يريد حرث الآخرة نزد له في حرثه ومن كان يريد حرث الدنيا نؤته

---

(۱) دیکھئے: فتح المجید، ص۴۴۲ وتیسیر العزیز الحمید، ص۵۳۴۔

(۲) سورۃ ہود: ۱۵، ۱۶۔

(۳) سورۃ الاسراء: ۱۸۔

منها وماله في الآخرة من نصيب﴾(۱)۔

جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

مزید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا وما له في الآخرة من خلاق﴾(۲)۔

بعض لوگ ایسے (بھی) ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من تعلم علماً مما يبتغى به وجه الله عز وجل لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة" يعنى ريحها(۳)۔

جو کوئی اللہ عز وجل کی خوشنودی کی خاطر حاصل کیا جانے والا علم محض کسی دنیوی ساز وسامان کے حصول کے لئے سیکھے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء، ولا لتماروا به السفهاء، ولا لتخيروا به المجالس، فمن فعل ذلك فالنار النار"(۴)۔

اس مقصد سے علم نہ حاصل کرو کہ اس کے ذریعہ تم علماء پر فخر کرو، نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ کم علموں

---

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۲۰۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۰۰۔

(۳) ابوداود، کتاب العلم، باب: فی طلب العلم لغیر اللہ ۳/۳۲۳، حدیث نمبر: (۳۶۶۴) ابن ماجہ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم ۱/۹۳، حدیث نمبر: (۲۵۲) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۴۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) ابن ماجہ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ۱/۹۳، حدیث نمبر: (۲۵۴) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۴۸) اور صحیح الترغیب (۱/۴۶) میں صحیح قرار دیا ہے، مذکورہ دونوں جگہوں پر اور بھی حدیثیں ہیں۔

سے بحث ومباحثہ کرو، اور نہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجلسوں کا انتخاب کرو، جس نے ایسا کیا اس کے لئے جہنم ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لا تعلموا العلم لثلاث: لتماروا به السفهاء، وتجادلوا به العلماء، ولتصرفوا به وجوه الناس إليكم، وابتغوا بقولكم ما عند الله؛ فانه يدوم ويبقى وينفد ما سواه"(۱)۔

تین مقاصد کے لئے علم نہ حاصل کرو: تاکہ بے وقوفوں سے بحث ومباحثہ کرو، علماء سے جھگڑا اور مناظرہ کرو اور اس سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو، بلکہ اپنے قول سے وہ چیز (جنت) طلب کرو جو اللہ کے پاس ہے، کیونکہ وہی چیز باقی رہنے الی ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے ختم ہو جانے والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے لئے عمل کرنے والے کے لئے سعادت ونیک بختی کی ضمانت لی ہے، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه، وجمع له شمله، وأتته الدنيا وهي راغمة، ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه، وفرق عليه شمله، ولم يأته من الدنيا إلا ماقدر له"(۲)۔

جس کی فکر آخرت (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی مالداری اس کے دل میں کر دے گا، اس کے متفرق امور کو اکٹھا کر دے گا، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس کی فکر دنیا (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی فقیری اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) کر دے گا، اس کے امور کو منتشر کر دے گا اور دنیا سے بھی اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔

(۱) سنن الدارمی ۱/۷۰ موقوفاً، وابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ ۱/۹۶، حدیث نمبر: (۲۶۰) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۴۸) اور صحیح الترغیب والترھیب (۱/۴۸) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: حدثنا قتیبۃ ۴/۶۴۲، حدیث نمبر: (۲۴۶۵) امام ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کتاب الزھد، ۲/۱۳۷۵، حدیث نمبر: (۴۱۰۵)، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۳۵۱/۵) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث نمبر: ۹۵۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

دوسرا مسلک: دنیا کی خاطر عمل کی قسمیں:

دنیا کی خاطر عمل کی کئی قسمیں ہیں، امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں سلف صالحین سے چار قسمیں منقول ہیں:

پہلی قسم: وہ نیک عمل جسے بہت سے لوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں، جیسے صدقہ، نماز، لوگوں پر احسان اور ظلم کی تلافی وغیرہ، جسے انسان خالص اللہ کے لئے کرتا یا چھوڑتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا ثواب نہیں چاہتا، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے مال کی حفاظت کرے اور بڑھائے، یا اس کی اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے یا اس پر اور اس کے اہل وعیال پر اپنی نعمتیں باقی رکھے، اسے جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کی کوئی فکر نہیں ہوتی، تو ایسے شخص کو اس کے عمل کا ثواب دنیا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا، یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

دوسری قسم: یہ پہلی قسم سے بھی خطرناک اور بھیانک ہے، وہ یہ ہے کہ انسان نیک اعمال انجام دے اور اس کی نیت آخرت کے ثواب کی طلب نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانا ہو، یہ مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

تیسری قسم: یہ ہے کہ انسان نیک اعمال انجام دے اور اس سے مال مقصود ہو، مثال کے طور پر مال کی خاطر کسی کی طرف سے حج بدل کرے، اس سے رضائے الٰہی اور دار آخرت کا حصول مقصود نہ ہو، یا دنیا پانے کی غرض سے ہجرت کرے، یا مال غنیمت کی خاطر جہاد کرے، یا ڈگریوں کے حصول اور منصب پانے کے لئے علم حاصل کرے، ان تمام کاموں سے مطلقاً اللہ کی خوشنودی مقصود نہ ہو، یا مسجد کی ملازمت یا دیگر دینی ملازمتوں کے لئے قرآن کا علم حاصل کرے اور نماز کی پابندی کرے، اس سے ثواب کی خواہش مطلق طور پر نہ ہو۔

چوتھی قسم: یہ ہے کہ انسان خالص اللہ وحدہ لاشریک کے لئے اطاعت کا کام انجام دے، لیکن (ساتھ ہی) وہ اسلام سے خارج کر دینے والے کسی کفریہ عمل کا بھی مرتکب ہو، مثلاً کوئی شخص نواقض اسلام (اسلام کو

توڑنے والی چیزوں) میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے، یہ قسم انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے(۱)۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام چیزوں سے بچتا رہے جو اس کے عمل کو برباد کر دینے والے اور اللہ کے غیظ وغضب کا سبب ہوں' نیز مسلمانوں کو ان تمام بری قسموں سے بھی بچنا چاہئے، ہم ان تمام چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تیسرا مسلک: ریا کاری کی خطرناکی، اس کے اقسام اور اسباب:

اولاً: ریا کاری کی خطرناکی اور اس اس کے اثرات:

ریا کاری کی خطرناکی فرد' معاشرہ اور پوری امت پر بہت زیادہ ہے' کیونکہ ریا کاری سارے اعمال کو اکارت کر دیتی ہے، والعیاذ باللہ، ریا کاری کی خطرناکی درج ذیل امور میں ظاہر ہوتی ہے:

(۱) ریا کاری مسلمانوں کے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندي من المسيح الدجال؟ قال: قلنا: بلى، فقال: الشرك الخفي أن يقوم الرجل يصلي فيزين صلاته لما يرى من نظر رجل"(۲)۔

کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں، فرمایا: وہ شرک خفی ہے کہ آدمی کھڑا نماز پڑھے تو کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز اور سنوار لے۔

(۲) ریا کاری بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیئے کے جا گھسنے سے بھی زیادہ تباہ کن ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"ما ذئبان جائعان أرسلا في غنمٍ بأفسد من حرص المرء على المال والشرف

---

(۱) دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص۴۴۴ وتیسیر العزیز الحمید، ص۵۳۶ والقول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص۱۲۶۔

(۲) ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ ۲/۱۴۰۶، حدیث نمبر: (۴۲۰۴) اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۴۱۰/۲) میں حسن قرار دیا ہے۔

لدينه"(١)۔

بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیئے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا مال وشرف کا لالچ آدمی کے دین کونقصان پہنچا تا ہے۔

یہ ایک مثال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ مال کے لالچ سے دین برباد ہوجاتا ہے، وہ اس طرح کہ مال انسان کو اللہ کی اطاعت سے غافل کردے' اور دین کے نام پر دنیوی شرف کا لالچ بھی دین کوخراب کردیتا ہے' جب انسان کا مقصد ریا ونمود ہو۔

(٣) ریا کاری اعمال صالحہ کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، کیونکہ ریا کاری اعمال صالحہ کی برکت ختم کردیتی ہے، والعیاذ باللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كالذي ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر فمثله كمثل صفوان عليه تراب فأصابه وابل فتركه صلداً لا يقدرون على شيء مما كسبوا والله لايهدي القوم الكافرين﴾(٢)۔

جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر' اس کی مثال اس صاف (چکنے) پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے' ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافرقوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ ریاکاری کے وہ اثرات ہیں جو نیک عمل کو ایسے وقت میں کلی طور پر مٹادیتے ہیں جب انسان (نیک عمل کرنے والا) مجبور ہوکر رہ جاتا ہے اور اسے اس عمل کو لوٹانے کی استطاعت نہیں ہوتی۔

---

(١) سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب: حدثنا سوید، حدیث نمبر: (٢٣٧٦) ٤/ ٥٨٨، اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (٢/ ٢٨٠) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(٢) سورۃ البقرہ: ٢٦٤۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أيود أحدكم أن تكون له جنة من نخيل وأعناب تجري من تحتها الأنهار له فيها من كل الثمرات وأصابه الكبر وله ذرية ضعفاء فأصابها إعصار فيه نار فاحترقت كذلک يبين الله لكم الآيات لعلكم تتفكرون﴾(۱)۔

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں' اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ کو بگولا لگ جائے جس میں آگ بھی ہو پس وہ باغ جل جائے' اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔

چنانچہ اس عمل صالح کی مثال میوہ جات سے بھر پور عظیم باغ کی سی ہے' تو کیا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ چاہے کہ ان میوہ جات اور اس عظیم باغ کا مالک ہو' اور پھر ریا کاری کر کے اسے کلی طور پر مٹا دے' جبکہ وہ اس کا شدید حاجت مند بھی ہو؟ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك معي فيه غيري تركته وشركه"(۲)۔

میں شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں' جس نے کوئی عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک (دونوں) کو ترک کر دیتا ہوں۔

اور حدیث میں ہے:

"إذا جمع الله الأولين والآخرين ليوم القيامة' ليوم لا ريب فيه نادى منادٍ: من كان أشرك في عمل عمله لله أحداً فليطلب ثوابه من عند غير الله، فإن الله أغنى الشركاء

---

(۱) سورۃ البقرہ:۲۶۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ ۴/ ۲۲۸۹، حدیث نمبر: (۲۹۸۵)۔

عن الشرك"(١)۔

جب اللہ تعالیٰ تمام اولین وآخرین (اگلوں اور پچھلوں) کو قیامت کے روز جس کی آمد میں کوئی شک نہیں، جمع کرے گا، تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا: جس نے اللہ کے لئے کئے ہوئے کسی عمل میں کسی غیر کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب بھی اسی غیر اللہ سے طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہے۔

(۴) ریا کاری آخرت کے عذاب کا سبب ہے، اسی لئے قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں سے جہنم بھڑکائی جائے گی وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے: قاریٔ قرآن، مجاہد اور اپنے مال کا صدقہ کرنے والا، جنھوں نے اس لئے یہ اعمال انجام دیئے تھے تاکہ کہا جائے کہ 'فلاں قاری ہے' 'فلاں بڑا بہادر ہے' اور 'فلا بڑا سخی اور خیرات کرنے والا ہے ان کے اعمال خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ تھے (۲)۔

(۵) ریا کاری، ذلت وخواری اور پستی ورسوائی کا سبب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من سمع سمع الله به، ومن يرائي يرائي الله به"(٣)۔

جو شخص شہرت کے لئے کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب ظاہر کردے گا اور جو دکھاوے کے لئے عمل کرے گا اللہ اسے رسوا کردے گا۔

(٦) ریا کاری آخرت کے ثواب سے محروم کردیتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بشر هذه الأمة بالسناء (٤) والدين، والرفعة، والتمكين في الأرض، فمن عمل

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الکھف ۵/۳۱۴، حدیث نمبر: (۳۱۵۴) بروایت ابوسعد بن ابوفضالہ انصاری رضی اللہ عنہ، ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الریاء والسمعۃ ۲/۱۴۰۶، حدیث نمبر: (۴۲۰۳) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترھیب (۱/ ۱۸) اور صحیح سنن ترمذی (۳/۷۴) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: اس سلسلہ میں وارد حدیث صحیح مسلم میں ہے، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار ۳/۱۵۱۴، حدیث نمبر: (۱۹۰۵)۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ ۷/۲۴۲، حدیث نمبر: (۶۴۹۹)، صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ ۴/ ۲۲۸۹، حدیث نمبر: (۲۹۸۶)۔

(۴) اس کے معنیٰ رتبہ کی بلندی کے ہیں کیونکہ ''سناء'' بلندی کو کہتے ہیں، دیکھئے: المصباح المنیر ۱/۲۹۳۔

منهم عمل الآخرة للدنيا لم يكن له في الآخرة من نصيب"(۱)۔

اس امت کو برتری، دین، رفعت و بلندی اور زمین میں اقتدار کی بشارت دیدو، چنانچہ ان میں سے جس نے آخرت کا کوئی عمل دنیا کے لئے انجام دیا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

(۷) ریا کاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إنما ينصر الله هذه الأمة بضعيفها، بدعوتهم، وصلاتهم، وإخلاصهم"(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کی نصرت ان کے کمزوروں کی دعاء، ان کی نماز اور ان کے اخلاص کے ذریعہ فرماتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کے لئے اخلاص دشمنوں کے خلاف امت کی نصرت و مدد کا سبب ہے، نیز ریا کاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے۔

(۸) ریا کاری گمراہی میں اضافہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون﴾(۳)۔

وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی تو اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا، اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ثانیاً: ریا کاری کے انواع:

ریا کاری کی قسمیں بہت زیادہ ہیں، ہم ان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، یہ قسمیں حسب ذیل ہیں:

---

(۱) مسند احمد ۵/۱۳۴، مستدرک حاکم ۴/۴۱۸، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۱/۱۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اس حدیث کو امام نسائی نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، کتاب الجہاد، باب الاستنصار بالضعیف ۶/۴۵، حدیث نمبر: (۳۱۷۸) اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے، کتاب الجہاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ۳/۲۹۶، حدیث نمبر: (۲۸۶۹) اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۱/۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۹، ۱۰۔

۱- بندہ کا مقصود اللہ کے علاوہ (کچھ اور) ہو اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس کے کارنامے کو جانیں' اخلاص بالکل مقصود نہ ہو' نعوذ باللہ من ذلک، تو یہ نفاق کی ایک قسم ہے۔

۲- بندہ کا مقصود اللہ کی رضا ہو لیکن جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہو جائے تو وہ عبادت میں اور چاق و چوبند ہو جائے اور اسے خوب بنائے سنوارے' یہ باطن کا شرک ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أيها الناس إياكم وشرك السرائر" قالوا: يا رسول الله: وما شرك السرائر؟ قال:"يقوم الرجل فيصلي فيزين صلاته جاهداً لما يرى من نظر الناس إليه، فذلك شرك السرائر"(۱)۔

اے لوگو! باطن کے شرک سے بچو، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! باطن کا شرک کیا ہے؟ فرمایا: آدمی نماز پڑھے' پھر لوگوں کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز کو قصداً بنائے سنوارے' یہ باطن کا شرک ہے۔

۳- بندہ اللہ کے واسطے عبادت میں داخل ہو اور اللہ ہی کے واسطے عبادت سے نکلے' پھر اس چیز کا لوگوں کو علم ہو جائے اور اس پر اس کی تعریف ہو تو اس تعریف سے اس کے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو اور وہ مزید اس بات کی تمنا کرے کہ لوگ اس کی تعریف و توصیف کریں اور اسے دنیوی مطلوب حاصل ہو جائے، یہ خوشی و مسرت' تعریف کی مزید خواہش اور اپنے مطلوب کے حصول کی تمنا' وغیرہ پوشیدہ ریاکاری پر دلالت کرتی ہیں۔

۴- جسمانی ریاکاری: جیسے کوئی شخص چہرے کی زردی اور جسم کی کمزوری ظاہر کرے' اس سے لوگوں کو یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ بڑا عبادت گزار ہے اور اس پر آخرت کا خوف غالب ہے' اور کبھی کبھار ریاکاری آواز کی پستی اور ہونٹوں کی پژمردگی سے بھی ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو یہ شعور دے کہ وہ روزے سے ہے۔

۵- لباس یا وضع قطع کے ذریعہ ریاکاری: جیسے کوئی شخص پیوند لگے کپڑے پہنے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ دنیا سے

---

(۱) اسے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ۲/ ٦٧، حدیث نمبر: (۹۳۷) اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے ۲/ ۲۹۱، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترھیب (۱/ ۷) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

بڑا بے رغبت (قلندر) انسان ہے' یا کوئی ایسا لباس پہنے جسے ایک خاص طبقے کے لوگ پہنتے ہوں جنھیں لوگ علماء کی فہرست میں شمار کرتے ہوں' وہ یہ لباس اس لئے پہنے تا کہ اسے بھی عالم کہا جائے۔

۶-قولی ریا کاری: یہ عام طور پر وعظ ونصیحت نیز بحث وتکرار' مناظرہ اور زیادتیٔ علم کے اظہار کے لئے احادیث وآثار کے حفظ کے ذریعہ دین داروں میں پائی جاتی ہے۔

۷-عملی ریا کاری: جیسے دکھاوے کے لئے' نمازی کا نماز' رکوع اور سجدہ وغیرہ طویل کرنا اور خشوع و خضوع ظاہر کرنا' نیز روزے' حج اور صدقہ میں ریا کاری۔

۸-ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے ذریعہ ریا کاری: جیسے کوئی شخص بہ تکلف کسی عالم کی زیارت (ملاقات) طلب کرے' تا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں تو فلاں کی زیارت (ملاقات) کے لئے گیا تھا۔اسی طرح اپنی زیارت کے لئے لوگوں کو دعوت دینا' تا کہ یہ شہرہ ہو کہ دیندار لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔

۹-لوگوں کے درمیان اپنی ذات کی مذمت کے ذریعہ ریا کاری: اور اس سے اس کا مقصد لوگوں کو یہ دکھانا ہو کہ وہ بڑا متواضع اور خاکسار آدمی ہے' تا کہ ان کے نزدیک اس کا مقام بڑھ جائے اور اسے بیان کر کے لوگ اس کی مدح وستائش کریں' یہ ریا کاری کی باریک قسموں میں سے ہے۔

۱۰-ریا کاری کی باریکیوں اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ عمل کرنے والا اپنی نیکی چھپائے' اس طور پر کہ وہ یہ نہ چاہے کہ لوگوں کو اس کی اطاعت (نیکیوں) کی اطلاع ہو اور نہ ہی اس کے ظاہر ہونے سے اسے خوشی ہو' لیکن اس کے باوجود جب وہ لوگوں کو دیکھے تو اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس سے سلام کرنے میں پہل کریں' اس سے خندہ پیشانی اور احترام سے ملیں' اس کی تعریف وتوصیف کریں' گرمجوشی سے اس کی ضرورت پوری کریں اور خرید وفروخت میں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں،اور اگر یہ سب کچھ نہ حاصل ہو تو اپنے دل میں رنج وتکلیف محسوس کرے' گویا وہ اپنی خفیہ نیکیوں پر عزت واحترام کا طلبگار اور خواہش مند ہے۔

۱۱-ریا کی باریکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اخلاص کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بیان کیا جاتا ہے کہ ابو حامد غزالی کو معلوم ہوا کہ جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے اخلاص اپنائے گا تو 'حکمت' اس کے دل سے نکل کر اس کی زبان پر جاری ہو جائے گی

(ابو حامد غزالی) فرماتے ہیں کہ: میں نے بھی چالیس روز تک اخلاص اپنایا تو کچھ بھی نہ ہوا، میں نے ایک عارف باللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انھوں نے مجھ سے کہا: تم نے حکمت کے لئے اخلاص اپنایا تھا' اللہ کے لئے نہیں (اس لئے کوئی نتیجہ نہیں نکلا) (۱)۔

یہ اس طرح کہ انسان کا مقصد کبھی حکمت و بردباری یا اپنے حق میں لوگوں کی تعظیم وتعریف کا حصول یا اس کے علاوہ دیگر مقاصد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ عمل اللہ کے لئے اخلاص اور اس کی رضا جوئی کے لئے انجام نہیں پایا بلکہ اس مقصد کے حصول کی خاطر انجام پایا ہے۔

ثالثاً: ریا کاری کے اقسام:

ریا کاری (اللہ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے) کی کئی قسمیں اور درجات ہیں' ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان سے بچنے کے لئے ان کی معرفت حاصل کرے۔ یہ قسمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) عمل سراسر دکھاوا ہو' اس کا مقصد مخلوق کو دکھاوے کے سوا کچھ نہ ہو' جیسا کہ منافقین کا حال ہے:

﴿وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراءون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلا﴾ (۲)۔

اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔

یہ خالص ریا کاری کسی مومن سے فرض نماز یا روزے میں تو صادر نہیں ہوسکتی' البتہ واجب صدقہ یا حج یا ان کے علاوہ دیگر ظاہری اعمال میں صادر ہوسکتی ہے، اس عمل کے بطلان نیز اس کے مرتکب کے اللہ کے غیظ وغضب اور عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی شک نہیں' والعیاذ باللہ۔

(۲) عمل تو اللہ کے لئے ہو لیکن شروع سے اخیر تک اس میں ریا کاری شامل ہو' تو ایسا عمل بھی صحیح نصوص

---

(۱) دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ ۶/ ۶۶، منہاج القاصدین، ص ۲۱۴ تا ۲۲۱، الاخلاص از عوائشۃ، ص ۲۴، الاخلاص والشرک الاصغر، از ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللطیف، ص ۹، الریاء، از سلیم ہلالی ص ۱۷۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۲۔

کی روشنی میں باطل اور رائیگاں ہے۔

(۳) اصل عمل تو خالص اللہ کے لئے ہو، پھر عبادت کے دوران اس میں ریاکاری کی نیت شامل ہوگئی ہو، تو ایسی عبادت دو حالتوں سے خالی نہیں:

(الف) یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط نہ ہو، ایسی حالت میں عبادت کا ابتدائی حصہ ہر صورت میں صحیح اور آخری حصہ ہر صورت میں باطل ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک انسان کے پاس بیس ریال تھے جنھیں وہ صدقہ کرنا چاہتا تھا، تو ان میں سے دس ریال تو اس نے خالص اللہ کے لئے صدقہ کئے، پھر بقیہ دس ریالوں میں ریاکاری شامل ہوگئی، تو پہلا صدقہ مقبول ہے اور دوسرا صدقہ باطل، کیونکہ اس میں اخلاص کے ساتھ ریاکاری شامل ہوگئی ہے۔

(ب) یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط اور تعلق ہو، ایسی صورت میں وہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے دل میں کھٹکی ہو پھر اس نے اسے دفع کر دیا ہو اور اس کی طرف التفات نہ کیا ہو، بلکہ اس سے اعراض اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو، اس صورت میں بلا اختلاف ریاکاری سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا"(۱)۔

بیشک اللہ عزوجل نے میری امت کے دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں کو معاف کر دیا ہے، جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کر لیں۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے ساتھ بدستور لگی رہے اور وہ اس سے مطمئن ہو، اسے دفع بھی نہ کرے بلکہ اس سے خوش ہو، ایسی حالت میں صحیح رائے کے مطابق اس کی پوری عبادت باطل اور ضائع ہو جائے گی، کیونکہ اس کا ابتدائی حصہ آخری حصہ سے مربوط ہے(۲)۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب اذا لم تستقر ۱/ ۱۱۶، حدیث نمبر: (۱۲۷)۔

(۲) ان قسموں کو بالتفصیل جاننے کے لئے دیکھیں: جامع العلوم والحکم از ابن رجب ۱/ ۷۹ تا ۸۴، فتح المجید، ص: ۴۳۸، فتاوی ابن عثیمین ۲/ ۲۹۔

(۴) ریا کاری عبادت سے فارغ ہونے کے بعد ہو(۱)، چنانچہ اگر مسلمان خالص اللہ کے لئے عمل کرے، پھر اللہ اس تعلق سے مسلمانوں کے دلوں میں اچھی مدح وثنا ڈال دے اور وہ اللہ کے فضل ورحمت سے خوش ہو جائے، اور یہ اس کے لئے باعث مسرت ہو، تو اس سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا جو خالص اللہ کی رضا کے لئے بھلائی کا عمل کرے اور پھر لوگ اس کی تعریف وستائش کریں، تو آپ نے فرمایا:

" تلك عاجل بشرى المؤمن"(۲)۔

یہ مومن کے لئے فوری خوشخبری ہے۔

رابعاً: ریا کاری کے اسباب ومحرکات:

ریا کاری کی بنیاد اور اصل 'جاہ ومرتبہ' کی محبت ہے، اور جس کے دل پر اس چیز کی محبت غالب آجاتی ہے اس کی ساری فکر مخلوق کی رعایت، ان کا چکر لگانے اور ان کے دکھاوے میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے، اور وہ اپنے تمام تر اقوال وافعال اور جملہ تصرفات میں ہمیشہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جن سے لوگوں کے نزدیک اس کا مقام ومرتبہ اونچا ہو۔ بیماری اور مصیبت کی یہی جڑ اور اساس ہے، کیونکہ جس شخص کو بھی اس کی خواہش ہوتی ہے اسے عبادت میں ریا کاری اور ممنوع وحرام کاموں کا ارتکاب لامحالہ کرنا پڑتا ہے۔

یہ بڑا دقیق اور پیچیدہ باب ہے جسے اللہ عزوجل کا علم ومعرفت رکھنے اور اس سے محبت کرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔

اگر اس سبب اور تباہ کن مرض کی تفصیل کی جائے تو وہ درج ذیل تین اصولوں کی طرف لوٹے گا:

۱-حمد وثنا اور مدح وستائش کی لذت کی محبت وچاہت۔

۲-مذمت وبرائی سے فرار۔

---

(۱) دیکھئے: فتاویٰ ابن عثیمین ۲/۳۰۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب ۴/۲۰۳۴، حدیث نمبر: (۲۶۴۲)۔

۳-لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس کی لالچ (۱)۔

ان باتوں کی شہادت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کردہ باتوں سے ملتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آدمی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے لئے جہاد کرتا ہے، اور غیرت وحمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے، اور دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے، تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والا) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله"(۲)۔

جو اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جہاد کرے وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والا) ہے۔

چنانچہ اس شخص کا یہ کہنا کہ **"بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے جہاد کرتا ہے"** کا مفہوم یہ ہے کہ تا کہ اس کا نام لیا جائے، اس کی قدر دانی ہو اور اس کی مدح وثنا کی جائے۔

اور **"غیرت وحمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے"** کا مطلب یہ ہے کہ وہ مغلوب ومقہور ہونے یا مذمت کئے جانے سے نفرت کرتا ہے۔

اور **"دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے"** کا معنیٰ یہ ہے کہ تا کہ اس کی بہادری اور جواں مردی دیکھی جائے، اور یہی دلوں میں جاہ ومنزلت کی لذت ہے۔

اور کبھی انسان مدح وستائش کی خواہش کرتا ہے لیکن مذمت سے ڈرتا ہے، جیسے بہادروں کے درمیان بزدل، لہٰذا وہ مذمت کے خوف سے پامردی کا ثبوت دیتا ہے، راہ فرار اختیار نہیں کرتا، اسی طرح کبھی انسان جہالت سے متہم کئے جانے کے خوف سے بلا علم فتویٰ دیدیتا ہے۔

چنانچہ یہی تین چیزیں ریاکاری کا سبب اور اصل محرک ہیں، لہٰذا ان سے بچ کر رہیں!!

---

(۱) مختصر منہاج القاصدین، از ابن قدامہ ص: ۲۲۱، ۲۲۲۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ هی العلیا، ۳/۲۷۲، حدیث نمبر: (۲۸۱۰)، مسلم، کتاب الصلاۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ هی العلیا فهو فی سبیل اللہ ۳/۱۵۱۲، حدیث نمبر: (۱۹۰۴)۔

چوتھا مسلک: اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریا کاری کا علاج:

یہ بات معلوم ہوگئی کہ ریا کاری عمل کو ضائع کرنے والی، اللہ کے غضب اور ناراضگی کا سبب، ہلاک کرنے والی اور مسلمانوں کے لئے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اور جس چیز کی یہ حالت ہو وہ اس قابل ہے کہ پوری جانفشانی سے اس کا ازالہ وعلاج کیا جائے اور اس کی رگیں اور جڑیں کاٹ کر رکھ دی جائیں۔

ریا کاری کے ازالہ وعلاج اور اخلاص کے حصول کے چند طریقے حسب ذیل ہیں:

(۱) دنیا کی خاطر عمل اور ریا کاری کے انواع واقسام اور اسباب ومحرکات کی معرفت حاصل کرنا اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا، اسباب ومحرکات کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

(۲) اہل سنت وجماعت کے مذہب کے مطابق کتاب وسنت پر مبنی اللہ کے اسماء وصفات اور افعال کی صحیح معرفت کے ذریعہ اللہ کے جلال وعظمت کا علم حاصل کرنا، کیونکہ جب بندہ کو اس بات کا علم ہوگا کہ اللہ واحد ہی تنہا نفع ونقصان، عزت وذلت، پستی وبرتری، دینے نہ دینے اور مارنے جلانے کا مالک، خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں پوشیدہ رازوں کا جاننے والا ہے، نیز یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی تنہا مستحقِ عبادت ہے، تو یہ ساری چیزیں اخلاص اور اللہ کے ساتھ سچائی پیدا کریں گی، لہٰذا توحید کی تمام قسموں کی صحیح معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۳) آخرت میں اللہ عزوجل کی تیار کردہ نعمت وعذاب، موت کی ہولناکیوں اور عذاب قبر وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا، کیونکہ جب بندہ کو ان چیزوں کا علم ہوگا اور وہ سمجھ دار ہوگا تو ریا کاری ترک کرکے اخلاص اپنائے گا۔

(۴) دنیا کے لئے عمل کرنے نیز عمل کو ضائع کرنے والی ریا کاری کی خطرناکی سے ڈرنا، کیونکہ جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بچتا رہتا ہے اور نجات پاتا ہے، اور جو ڈرتا ہے وہ منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے اور جو منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے وہ منزل پالیتا ہے۔

لہٰذا آدمی کے لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ جب اس کی خواہش مدح وستائش کی آفت کی طرف

جھنجھوڑے (آمادہ کرے) تو اپنے نفس کو ریا کاری کی آفتوں اور اللہ کی ناراضگی کی یاد دلائے' اور جسے لوگوں کی محتاجگی اور کمزوری کا علم ہوتا ہے وہ راحت محسوس کرتا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہے: ''اپنی ذات سے ریا کاری کے اسباب زائل کرنے کے لئے نفس سے جہاد کرو اور کوشش کرو کہ لوگ تمہارے نزدیک بچوں اور چوپایوں کی طرح ہوں' ان کے وجود اور عدم وجود میں اور انہیں تمہاری عبادت کے علم ہونے یا نہ ہونے میں ان تمام صورتوں میں تم اپنی عبادت میں کوئی فرق نہ کرو بلکہ تنہا اللہ کے باعلم ہونے پر اکتفا کرو(۱)۔

اللہ وحدہ لاشریک کے فضل وکرم اور پھر عمل کی بربادی کے خوف ہی سے اہل علم وایمان ریا کاری اور عمل کی بربادی سے محفوظ رہے، محمد بن لبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر“ قالوا: وما الشرك الأصغر يا رسول الله؟ قـال:”الرياء، يقول الله عز وجل لهم يوم القيامة إذا جزى الناس بأعمالهم: اذهبوا إلى الذين كنتم تراؤون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم جزاءً“(۲)۔

مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرک اصغر ہے' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریا کاری' قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا' تو ریا کاروں سے کہے گا: دنیا میں جنہیں دکھانے کے لئے تم اعمال کیا کرتے تھے انہی کے پاس جاؤ' دیکھو کیا ان کے پاس تمہیں بدلہ ملتا ہے؟ (تو انہی سے لے لو)۔

اور اسی عظیم خطرہ کے سبب حضرات صحابۂ کرام' تابعین اور اہل علم وایمان اس خطرناک بلا ومصیبت سے ڈرتے رہے، اس قبیل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(الف) اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿والـــذين يؤتون مـــا آتوا وقلوبهم وجلة أنهم إلى ربهم راجعون﴾(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الاخلاص والشرک الاصغر ص ۱۵۔

(۲) مسند احمد بن حنبل ۵/ ۴۲۸، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۲/ ۴۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سورۃ المؤمنون: ۶۰۔

اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ شخص مراد ہے جو زنا، چوری اور شراب خوری کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"لا یا بنت أبي بکر (أو یا بنت الصدیق) ولکنه الرجل یصوم ویتصدق ویصلي وهو یخاف ألا یتقبل منه"(۱)۔

نہیں! اے ابوبکر (یا صدیق) کی بیٹی! بلکہ یہ وہ شخص ہے جو روزے رکھتا ہے، صدقہ کرتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے پھر بھی اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔

(ب) ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم ﷺ کے تیس صحابہ کو پایا، وہ سب کے سب اپنے آپ پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہتا تھا کہ وہ جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ایمان پر ہے''(۲)۔

(ج) ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا تو مجھے خوف ہوا کہ میں جھٹلانے والا نہ ہوں''(۳)۔

(د) حسن رحمہ اللہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''(ریاکاری) سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اس سے منافق ہی مامون ہوتا ہے''(۴)۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: التوقی فی العمل ۲/۱۴۰۴، حدیث نمبر: (۴۱۹۸) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ المؤمنون ۵/۳۲۷، حدیث نمبر: (۳۱۷۵) اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، حدیث نمبر: (۱۶۲) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۴۰۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح بخاری تعلیقاً بصیغۂ جزم ویقین، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''اسے ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں بسند متصل روایت کیا ہے'' دیکھئے: فتح الباری ۱/۱۱۰۔

(۳) بخاری مع فتح الباری تعلیقاً بصیغۂ جزم ویقین، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''اسے مصنف (امام بخاری) نے ''التاریخ'' میں بسند متصل روایت کیا ہے، دیکھئے: فتح الباری ۱/۱۱۰۔

(۴) بخاری مع فتح الباری، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''اسے جعفر الفریابی نے کتاب صفات المنافقین میں بسند متصل روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: فتح الباری ۱/۱۱۱۔

(ھ) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں' کیا تم سے رسول اللہ ﷺ نے میرا نام بھی منافقوں میں سے بتایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، لیکن آپ کے بعد میں کسی اور کا تزکیہ نہیں کروں گا''(۱)۔

(و) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ''اے اللہ! میں نفاق کے خشوع سے تیری پناہ چاہتا ہوں، دریافت کیا گیا: نفاق کا خشوع کیا ہے؟ تو فرمایا: تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہورہا ہے مگر دل خشوع سے خالی ہے''(۲)۔

(ز) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اگر مجھے یقین ہوجائے کہ اللہ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے، تو یہ میرے نزدیک دنیا اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾ (۳)۔

بیشک اللہ عزوجل متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے''(۴)۔

(ک) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو پایا' ان میں سے کسی سے بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک یہی چاہتا کہ اس کا بھائی (مسئلہ بتا کر) اس کی طرف سے کفایت کردے(۵)۔

(۵) اللہ کی مذمت سے فرار' کیونکہ لوگوں کی مذمت سے فرار اختیار کرنا ریاکاری کے اسباب میں سے ہے' لیکن عقل مند جانتا ہے کہ اللہ کی مذمت سے بچنا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اللہ کی مذمت عیب کی چیز ہے' جیسا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ) میری تعریف باعث زینت

---

(۱) ابن کثیر نے اس سے ملتے جلتے الفاظ میں البدایۃ والنھایۃ میں ذکر کیا ہے ۵/ ۱۹، نیز دیکھئے: صفات المنافقین از ابن القیم، ص ۳۶۔

(۲) اسے امام ابن القیم نے صفات المنافقین میں ذکر کیا ہے، ص ۳۶۔

(۳) سورۃ المائدہ: ۲۷۔

(۴) اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے، ۲/ ۴۱، اور ابن ابی حاتم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۵) سنن دارمی ۱/ ۵۳، کتاب الزھد از ابن المبارک ۱/ ۱۴۰، حدیث نمبر: (۴۹)۔

ہے اور میری مذمت عیب دار کرنے والی ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ذاك الله"(۱)۔

یہ اللہ کی خصوصیت ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ جب لوگوں سے ڈرتا ہے اور اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی وخوش کرتا ہے' تو اللہ عز وجل اس سے ناراض وغضبناک ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے' تو کیا آپ لوگوں کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں؟ اگر آپ دعوائے اخلاص میں واقعی سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

(۶) جن چیزوں سے شیطان دور بھاگتا ہے ان کی معرفت حاصل کرنا' کیونکہ شیطان ریاکاری کا منبع اور مصیبت کی جڑ ہے، شیطان بہت ساری چیزوں سے بھاگتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: اذان' تلاوت قرآن' سجدۂ تلاوت' شیطان سے اللہ کی پناہ طلبی' گھر سے نکلتے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت 'بسم اللہ' کہنا ساتھ ہی اس سے متعلق مشروع دعا پڑھنا، نیز صبح وشام کے اذکار کی' نماز کے بعد کے اذکار کی اور تمام مشروع اذکار کی پابندی کرنا (۲)۔

(۷) کثرت سے خیر کے کام اور (مشاہدہ میں نہ آنے والی) خفیہ عبادتیں انجام دینا اور انہیں پوشیدہ رکھنا' جیسے قیام اللیل (تہجد) خفیہ صدقہ' تنہائی میں اللہ کے خوف سے رونا' نفل نمازیں' دینی بھائیوں کے لئے ان کی عدم موجودگی میں دعا کرنا' کیونکہ اللہ عز وجل خفیہ متقی پرہیزگار بندہ سے محبت کرتا ہے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي"(۳)۔

---

(۱) مسند احمد ۳/ ۴۸۸، ۶/ ۳۹۴، بروایت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ، اس کی سند حسن ہے، نیز اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، حدیث نمبر: (۳۲۶۳)۔

(۲) اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں: کتاب مقامع الشیطان فی ضوء الکتاب والسنۃ، از سلیم ہلالی، یہ انتہائی اہم کتاب ہے، نیز الاخلاص، از حسین عوائشۃ، ص ۵۷ تا ۶۳۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الزھد ۴/ ۲۲۷۷، حدیث نمبر: (۲۹۶۵)۔

بیشک اللہ عزوجل پوشیدہ' مالدار' تقویٰ شعار بندہ سے محبت کرتا ہے۔

(۸) لوگوں کی مذمت اور تعریف کی پروا نہ کرنا' کیونکہ اس سے نہ تو نقصان پہنچتا ہے نہ نفع' بلکہ ضروری ہے کہ اللہ کی مذمت کا خوف ہو اور اللہ کے فضل و احسان سے خوشی، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ **قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون** ﴾(۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے فضل و انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے' وہ اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں۔

لہٰذا اے اللہ کے بندے! مدح و ثنا کی محبت سے اس طرح بے رغبت ہو جاؤ جس طرح عشاقِ دنیا آخرت سے بے رغبت ہوتے ہیں' جب تمہیں یہ چیز حاصل ہو جائے گی تو تمہارے لئے اخلاص سہل ہو جائے گا(۲)۔

مدح و ثنا کی محبت سے بے رغبتی کو اس چیز کا یقینی علم بھی آسان اور سہل بنا دیتا ہے کہ اللہ واحد کے سوا نہ کسی کی مدح و ثنا کوئی نفع اور زینت عطا کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی مذمت نقصان پہنچا سکتی اور عیب لگا سکتی ہے' لہٰذا اس کی مدح و ستائش سے بے رغبتی اختیار کرو جس کی تعریف زینت نہیں عطا کر سکتی' اور اس کی مذمت سے بے رغبت ہو جاؤ جس کی مذمت کوئی عیب نہیں لگا سکتی' اور اس ذات کی تعریف کے خواہش مند بنو جس کی تعریف میں ساری زینت ہے اور جس کی مذمت میں سارا عیب ہے لیکن صبر و یقین کے بغیر اس پر قدرت پانا ناممکن ہے' جس شخص کے پاس صبر و یقین نہیں اس کی مثال بلا کشتی سمندر میں سفر کرنے والے کی ہے(۳)۔

اپنے مذمت گر کو دیکھو' اگر وہ سچا اور آپ کا بہی خواہ ہے تو اس کی ہدایت و نصیحت قبول کر لو' کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے عیوب ہدیہ کئے ہیں' اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور آپ نے اس کی

---

(۱) سورۃ یونس: ۵۸۔

(۲) الفوائد، از ابن القیم، ص ۶۷۔

(۳) دیکھئے: الفوائد، از ابن القیم، ص ۲۶۸۔

بات سے فائدہ اٹھایا' کیونکہ اس نے آپ کو وہ چیزیں بتائیں جن کا آپ کو علم نہ تھا' اور آپ کو آپ کے بھولے ہوئے گناہ یاد دلا دیئے' اگر چہ آپ پر تہمت ہی کیوں نہ لگائی ہو' کیونکہ اگر آپ میں وہ عیب نہ بھی ہو تو دوسرا عیب ضرور ہوگا، لہٰذا آپ اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کریں کہ اس نے اس تہمت گر کو آپ کے عیوب سے مطلع نہ کیا' اور اگر آپ صبر کریں اور ثواب کی نیت کرلیں تو یہ تہمت آپ کے گناہوں کا کفارہ ہوگی' آپ کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ اس نادان نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور اللہ کی ناراضگی سے دوچار ہوا ہے' لہٰذا آپ اس سے بہتر بن کر اس کے ساتھ عفوو درگزر کا معاملہ کریں اور اس کے لئے بخشش طلب کریں' ارشاد باری ہے:

﴿ألا تحبون أن يغفر الله لكم والله غفور رحيم﴾(۱)۔

کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۹) موت کی یاد اور قلت آرزو' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كل نفس ذائقة الموت وإنما توفون أجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وأدخل الجنة فقد فاز وماالحياة الدنيا إلا متاع الغرور﴾(۲)۔

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں اپنا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا' پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا' اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما تدري نفس ما ذا تكسب غداً وما تدري نفس بأي أرضٍ تموت إن الله عليم خبير﴾(۳)۔

کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا' بیشک

---

(۱) سورۃ النور: ۲۲۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۸۵۔

(۳) سورۃ لقمان: ۳۴۔

اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

(۱۰) سوءِ خاتمہ کا خوف' چنانچہ بندے کو ڈرنا چاہئے کہ ریا اور دکھاوے کے یہ اعمال ہی اس کا آخری عمل اور اس کی زندگی کا آخری لمحہ نہ ہو جائیں کہ اس کے نتیجہ میں بڑا عظیم خسارہ اٹھانا پڑے' کیونکہ انسان کی جس حالت میں موت واقع ہوتی ہے قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اٹھایا بھی جائے گا' لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے اور سب سے بہتر اعمال آخری اعمال ہوا کرتے ہیں۔

(۱۱) مخلص وتقویٰ شعار افراد کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنا' کیونکہ مخلص ہم نشین آپ کو خیر سے محروم نہ کرے گا اور آپ اس سے اپنے لئے نیک نمونہ پائیں گے' لیکن اگر ریا کار اور مشرک شخص کا عمل اپنائیں گے تو وہ آپ کو جہنم کی آگ میں جلا دے گا۔

(۱۲) اللہ عزوجل سے دعا ومناجات اور اس کی پناہ لینا' اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے' فرمایا:

"أيها الناس اتقوا هذا الشرك فإنه أخفى من دبيب النمل".

اے لوگو! اس شرک سے بچو' کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔

بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب یہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ اور باریک ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہا کرو:

"اللهم إنا نعوذبك أن نشرك بك شيئاً نعلمه و نستغفرك لما لا نعلمه"(۱)۔

اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز کو تیرا شریک بنائیں جسے ہم جانتے ہوں' اور تجھ سے اس چیز کی بخشش مانگتے ہیں جسے ہم نہیں جانتے۔

(۱۳) بندہ کی یہ چاہت کہ اللہ اسے یاد کرے اور وہ اللہ کی یاد کی چاہت کو مخلوق کی مدح وثنا کی چاہت پر مقدم رکھے، ارشاد باری ہے:

---

(۱) اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے ۴/۴۰۳، اس کی سند جید ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع ۳/۲۳۳، صحیح الترغیب والترھیب از علامہ البانی ۱/۱۹۔

﴿فاذكروني أذكركم﴾ (۱)۔

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور نبی کریم ﷺ (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه إذا ذكرني، فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملأٍ ذكرته في ملأٍ خيرٍ منهم، وإن تقرب إلي شبراً تقربت إليه ذراعاً، وإن تقرب إلي ذراعاً تقربت منه باعاً، وإن أتاني يمشي أتيته هرولةً" (۲)۔

میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے نفس میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت کے درمیان یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ کے بقدر قریب آتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے درمیان کی دوری کے بقدر اس سے قریب آتا ہوں، اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ واللہ المستعان (۳)۔

(۱۴) لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کا لالچ نہ کرنا' کیونکہ اخلاص اور مدح وثنا کی محبت اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کے لالچ کا ایک دل میں اکٹھا ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح آگ اور پانی کا اور گوہ اور مچھلی کا یکجا ہونا محال ہے، چنانچہ جب آپ کے جی میں اخلاص کی چاہت پیدا ہو تو سب سے پہلے لالچ کی طرف متوجہ ہو کر اسے لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی ناامیدی کی چھری سے ذبح

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۵۲۔

(۲) متفق علیہ، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: بخاری (الفاظ بخاری ہی کے ہیں) کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ويحذركم الله نفسه﴾ ۸/۲۱۶، حدیث نمبر: (۷۴۰۵) مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ ۴/۲۰۶۱، حدیث نمبر: (۲۶۷۵)۔

(۳) مذکورہ امور کی تفصیل کے لئے دیکھئے: منہاج القاصدین، ص ۲۲۱ تا ۲۲۳، کتاب الاخلاص از حسین عوائشۃ، ص ۴۱ تا ۶۴، الریاء ذمہ وأثرہ السيء فی الأمۃ از سلیم ہلالی، ص ۶۱ تا ۷۲، الاخلاص والشرک، از ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللطیف، ص ۱۳۔

کردیں، لالچ کے ذبح کرنے کو اس بات کا یقینی علم آسان اور سہل بنا دیتا ہے کہ لالچ کی جانے والی ہر چیز کا خزانہ اللہ واحد ہی کے ہاتھ میں ہے' نہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کا مالک ہے نہ اس کے سوا کوئی بندہ اس میں سے کچھ عطا کرسکتا ہے(۱)۔

(۱۵) اخلاص کے فوائد وثمرات اور دنیا وآخرت میں اس کے نیک انجام کی معرفت حاصل کرنا' ان ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ اخلاص امت کی نصرت' اللہ کے عذاب سے نجات' دنیا وآخرت میں منازل ودرجات کی بلندی' دنیا میں گمراہی سے حفاظت' اللہ عز وجل کی اور اہل ارض وسماء کی بندہ سے محبت سے شرفیابی' نیک نامی' دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات' نیک بختی اور توفیق الٰہی کا احساس وشعور اور اس سے اطمینان' پریشانیوں اور دشواریوں کے برداشت کی قوت' دلوں میں ایمان کی آرائش وزیبائش' دعا کی قبولیت' نیز قبر میں نعمت اور خوشی کی بشارت کا سبب ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے(۲)۔

لہٰذا جس مسلمان کو اللہ کی خوشنودی' اپنی نجات کی طلب اور اللہ کی محبت کی چاہت ہو اسے چاہئے کہ اخلاص کے حصول اور ریاکاری سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے، میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے' آپ کو' مسلمانوں کے تمام دعاۃ ومبلغین اور ان کے ائمہ کو نیز عام لوگوں کو اس خطرناک مصیبت سے محفوظ رکھے۔(آمین) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

(۱) دیکھئے: الفوائد، از ابن القیم، ص: ۲۶۷-۲۶۸۔

(۲) دیکھئے: کتاب الاخلاص از عوائشۃ، ص ۶۴ تا ۶۶۔

چوتھا مبحث:

اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں

پہلا مطلب: اسلام کا نور

پہلا مسلک: اسلام کا مفہوم:

اسلام کے لغوی معنیٰ تابعداری کرنے اور سرتسلیم خم کردینے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں اس کا اطلاق دو حالتوں پر ہوتا ہے:

پہلی حالت: یہ ہے کہ ایمان کا ذکر کئے بغیر صرف اسلام کا ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں اس سے اصول وفروع سمیت پورا دین اسلام مراد ہوگا، خواہ وہ اعتقادات ہوں یا اقوال وافعال، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام جب تنہا بولا جائے تو اس سے زبان کا اقرار، دل کا اعتقاد اور اللہ تعالیٰ کی مقدر کردہ تمام چیزوں میں اس کے لئے سرتسلیم خم کردینا مراد ہوتا ہے، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو میں ذکر کیا گیا ہے(۱):

﴿إذ قال له ربه أسلم قال أسلمت لرب العالمين﴾(۲)۔

جب ان کے رب نے ان سے کہا: فرماں بردار ہوجاؤ' انھوں نے کہا: میں نے دونوں جہان کے رب کی فرمانبرداری کی۔

---

(۱) دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از علامہ راغب اصفہانی، مادہ "سلم"، ص۴۲۳، ومعارج القبول، از شیخ حافظ بن احمد حکمی، ۲/۵۹۵۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۳۱۔

نیز ارشاد ہے:

﴿**إن الدين عند الله الإسلام**﴾(۱)۔

بلاشبہ حقیقی دین اللہ کے یہاں اسلام ہی ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿**ورضيت لكم الإسلام ديناً**﴾(۲)۔

اور میں نے اسلام کو بطور دین تمہارے لئے پسند کرلیا۔

نیز ارشاد باری ہے:

﴿**ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين**﴾(۳)۔

اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اسلام توحید کے ذریعہ اللہ کے سامنے سرتسلیم خم کرنے' اطاعت کے ذریعہ اس کے تابع فرمان ہونے اور شرک اور مشرکین سے اظہار براءت کرنے کا نام ہے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اسلام کا ذکر کیا جائے' ایسی صورت میں اسلام سے ظاہری اعمال واقوال مراد ہوں گے اور اسی سے بندے کا خون محفوظ ہوگا خواہ ظاہری اعمال واقوال کے ساتھ اعتقاد بھی پایا جائے یا نہ پایا جائے (۴)' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**قالت الأعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا ولما يدخل الإيمان في**

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۹۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۸۵۔

(۴) دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از علامہ راغب اصفہانی، مادہ "سلم"، ص۴۲۳، جامع العلوم والحکم، لابن رجب، ۱/۱۰۴، معارج القبول للشیخ حافظ حکمی، ۲/۵۹۶۔

قلوبکم﴾(۱)۔

اعراب (بادیہ نشینوں) نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے' آپ کہہ دیجئے کہ تم ابھی مومن نہیں ہوئے ہو' بلکہ تم یہ کہو کہ تم اسلام لائے ہو' ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

دوسرا مسلک: دین اسلام کے مراتب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے دین اسلام کی جن بنیادوں کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے وہ تین ہیں: بندے کا اپنے رب کو جاننا' اپنے دین کو جاننا اور اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت حاصل کرنا' چنانچہ اسلام دین کی بنیادوں میں دوسری بنیاد ہے، اور اس کے تین مراتب ہیں: اسلام، ایمان اور احسان، پھر ان تینوں مراتب میں سے ہر مرتبہ کے کچھ ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول: اسلام کا مرتبہ' اور اس کے پانچ ارکان ہیں: اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں' اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا' ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور جسے خانہ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت ہو اس پر اس کا حج کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا:

"الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلاً"(۲)۔

اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو' زکاۃ دو' ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر تمہیں اللہ کے گھر (کعبہ) تک پہنچے کی طاقت ہو تو اس کا حج کرو۔

نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے' وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الحجرات:۱۴۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام والاحسان، ۱/ ۳۷، حدیث (۸)، بروایت عمر رضی اللہ عنہ۔

"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، و إقام الصلاة، و إيتاء الزكاة، وصوم رمضان، وحج البيت"(۱)۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس کی بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور خانۂ کعبہ کا حج کرنا۔

دوم: ایمان کا مرتبہ، اس کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، ان میں سب سے بلند شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ اور اس کے چھ ارکان ہیں: اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا، اس کی کتابوں پر ایمان لانا، اس کے رسولوں پر ایمان لانا، یوم آخرت پر ایمان لانا اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا، کیونکہ جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر نبی کریم ﷺ کے جواب والے واقعہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

"أن تؤمن بالله، وملائكته، و كتبه، ورسله، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره و شره"(۲)۔

یہ کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

سوم: احسان کا مرتبہ، اس کا ایک ہی رکن ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے، جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر نبی کریم ﷺ کے جواب والے واقعہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب جبرئیل نے "احسان"

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: "بنی الاسلام علی خمس"، ۱/۹، حدیث (۸)، صحیح مسلم کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام ودعائمہ العظام، ۱/۴۵، حدیث (۱۶)، نیز دیکھئے: ثلاثۃ الاصول، از شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (حاشیہ ابن القاسم کے ساتھ طبع شدہ) ص ۲۵ و ۴۷، مولف رحمہ اللہ نے مذکورہ ارکان میں سے ہر ایک کی ایک دلیل قرآن کریم سے اور ایک دلیل سنت نبوی سے ذکر فرمائی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص (۲۰۳) میں گزر چکی ہے۔

کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك"(۱)۔

یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو' اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی زبان میں ''احسان'' کے معنیٰ عمل کو خوب اچھی طرح انجام دینے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں احسان کی تعریف وہی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے:

"أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك".

یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو' اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں (ضرور) دیکھ رہا ہے۔

مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''احسان'' کی تفسیر ظاہر و باطن کو سنوارنے کے ذریعہ فرمائی ہے' اور یہ کہ اللہ عزوجل کی قربت کا تصور کیا جائے، نیز یہ تصور کہ وہ اس طرح اللہ کے سامنے ہے گویا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اور یہ چیز آدمی میں اللہ کا خوف وخشیت پیدا کرتی ہے نیز عبادت کو بحسن وخوبی انجام دینے' اور اس کے اتمام وتکمیل میں جدوجہد کے سبب اس میں اخلاص پیدا کرنے کا موجب ہے(۲)، اور ''احسان'' کی اسی اہمیت کے سبب قرآن میں اس کا ذکر کئی جگہوں پر آیا ہے، کبھی ایمان کے ساتھ' کبھی اسلام کے ساتھ' کبھی تقویٰ کے ساتھ اور کبھی عمل کے ساتھ، چنانچہ ایمان کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا إذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا وأحسنوا والله يحب

---

(۱) اس حدیث کی تخریج ص (۲۰۳) میں گزر چکی ہے۔

(۲) جامع العلوم والحکم لابن رجب، ۱/۱۲۶، ومعارج القبول، لحافظ الحکمی، ۲/۶۱۱ وثلاثۃ الاصول، از شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (حاشیہ ابن القاسم کے ساتھ طبع شدہ) ص ۶۲ و ۶۵، مولف رحمہ اللہ نے ایمان کے جملہ ارکان اور احسان کے رکن کے لئے قرآن کریم سے ایک دلیل اور ہر رکن کے لئے سنت نبوی سے ایک ایک دلیل ذکر فرمائی ہے۔

المحسنين﴾(۱)۔

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں' اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور اسلام کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿بلى من أسلم وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه﴾(۲)۔

سنو! جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے' تو اس کے لئے اس کا اجر اللہ کے پاس ہے۔

نیز درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿ومن يسلم وجهه إلى الله وهو محسن فقد استمسک بالعروة الوثقى﴾(۳)۔

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی وہ نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

اور تقویٰ کے ساتھ احسان کا ذکر اللہ کے درج ذیل فرمان میں ہے:

﴿إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون﴾(۴)۔

یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

اور کبھی کبھار 'احسان' کا علیحدہ ذکر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿للذين أحسنوا الحسنى وزيادة﴾(۵)۔

---

(۱) سورۃ المائدہ:۹۳۔

(۲) سورۃ البقرہ:۱۱۲۔

(۳) سورۃ لقمان:۲۲۔

(۴) سورۃ النحل:۱۲۸۔

(۵) سورۃ یونس:۲۶۔

جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے نیک انجام ہے اور ''مزید'' بھی۔

صحیح مسلم میں نبی کریم ﷺ سے سے ثابت ہے کہ آپ نے ''مزید'' کی تفسیر جنت میں اللہ عزوجل کے چہرے کے دیدار سے کی ہے(۱) اور ''محسنوں'' کے لئے یہ بڑی مناسب جزا ہے' کیونکہ احسان یہ ہے کہ مومن دنیا میں اپنے رب کی عبادت انتہائی حضور قلبی اور اللہ کی نگرانی کے تصور کے ساتھ کرے کہ گویا وہ اسے اپنے دل سے دیکھ رہا ہے، اور اپنی عبادت کی حالت میں اس کا دیدار کر رہا ہے، تو اس کی جزا اسے یہ ملی کہ آخرت میں وہ فی الواقع اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا (۲)۔

تیسرا مسلک: اسلام کے ثمرات اور اس کی خوبیاں:

اسلام کے عظیم فضائل' لائق تعریف اثرات اور عمدہ نتائج ہیں، ان میں چند چیزیں حسب ذیل ہیں:

۱-صحیح اسلام دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں کا باعث ہے۔

۲-اسلام پاکیزہ زندگی اور دنیا و آخرت کی سعادت کا عظیم ترین سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من عمل صالحا من ذكرٍ أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون﴾ (۳)۔

جو مرد یا عورت نیک عمل کرے دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہترین بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

۳-اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ (لوگوں کو) کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام اور ایمان کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

۴-اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رویۃ المؤمنین في الآخرة ربهم سبحانه وتعالیٰ، ۱/۱۶۳، حدیث (۱۸۰)۔

(۲) دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب، ۱/۱۲۶۔

(۳) سورۃ النحل: ۹۷۔

﴿قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف﴾(۱)۔

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے۔

اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے اسلام لانے کے واقعہ کے سلسلہ میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر اور کہا: اپنا دست مبارک بڑھائیے تا کہ میں بیعت کروں، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک بڑھایا، تو میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا، آپ نے فرمایا: اے عمرو! تمہیں کیا ہو گیا؟ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: میں شرط رکھنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: کسی چیز کی شرط رکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس بات کی کہ (اللہ) میرے (سابقہ) گناہوں کی مغفرت فرمادے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله، وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها، وأن الحج يهدم ما كان قبله؟"(۲)۔

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج اپنے سے پہلے کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۵- جب بندے کا اسلام بہتر ہوتا ہے تو اس سے اس کے حالت کفر کے اعمال کا مواخذہ نہیں کیا جاتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"إذا أحسنت في الإسلام لم تؤاخذ بما عملت في الجاهلية، وإذا أسأت في الإسلام أخذت بالأول والآخر"(۳)۔

جب تمہارا اسلام اچھا ہوگا تو تم سے زمانۂ جاہلیت میں کئے گئے اعمال کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا،

---

(۱) سورۃ الانفال: ۳۸۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسلام یهدم ما قبلہ، ۱/۱۱۲، حدیث (۱۲۱)۔

(۳) مسند احمد، ۱/۳۷۹، علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ نے اسے مسند احمد کی تحقیق میں صحیح قرار دیا ہے، ۵/۳۰۹، حدیث (۳۵۹۶)۔

اور اگر تم اسلام میں برائی کرو گے تو تم سے اول وآخر دونوں کا مواخذہ کیا جائے گا۔

۶- اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کے لئے اس کی حالت کفر اور حالت اسلام دونوں زمانوں کی نیکیاں اکٹھا کردے گا، کیونکہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زمانۂ جاہلیت میں جو نیکیاں میں نے صدقہ، غلام کی آزادی اور صلہ رحمی وغیرہ کی شکل میں کی ہیں، ان کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے، کیا ان کا کوئی اجر وثواب مجھے ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أسلمت على ما سلف لك من خير"(۱)۔

تم نے اپنی سابقہ بھلائیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے (یعنی ان ساری نیکیوں کا ثواب ملے گا)۔

۷- اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ بندے کو جنت میں داخل فرمائے گا، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے آپ کی رسالت کے بارے میں سوال کیا نیز پنج وقتہ نمازوں، زکاۃ، روزے اور حج کے بارے میں سوال کیا- اور یہی اسلام کے ارکان ہیں- اور پھر (بتانے کے بعد) اس شخص نے کہا: اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو پیام حق دے کر مبعوث فرمایا ہے، میں نہ ان سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ ہی ان میں کچھ کمی کروں گا، تو آپ نے فرمایا:

"لئن صدق ليدخلن الجنة"(۲)۔

اگر اس شخص نے سچ کہا ہے تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

۸- اسلام جہنم سے نجات کا سبب ہے، چنانچہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: ایک یہودی لڑکا آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑ گیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا: اسلام قبول کرلو، لڑکے نے پاس کھڑے اپنے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ اس نے اسلام قبول کرلیا، اور نبی کریم

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من تصدق فی الشرک ثم اسلم، ۲/ ۱۴۶، حدیث (۱۴۳۶ و ۲۲۲۰ و ۲۵۳۸ و ۵۹۹۲)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب السوال عن ارکان الاسلام، ۱/ ۴۱، حدیث (۱۲) نیز کتاب الایمان ہی کی حدیث (۱۳) ملاحظہ فرمائیں۔

ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے:

"الحمد لله الذي أنقذه من النار"(۱)۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائی۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إنه لا يدخل الجنة إلا نفس مسلمة، وإن الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر"(۲)۔

بیشک جنت میں مسلم نفس ہی داخل ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاجر شخص سے (بھی) قوت و غلبہ عطا فرماتا ہے۔

۹-فلاح و کامرانی اور عظیم کامیابی اسلام کے ثمرات میں سے ہے، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قد أفلح من أسلم، ورزق كفافاً وقنعه الله بما آتاه"(۳)۔

جو شخص اسلام لایا اور اسے بقدر کفاف (گزر بسر کی) روزی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردہ چیزوں پر قانع (قناعت کرنے والا) بنادیا وہ کامیاب و کامراں ہوگیا۔

۱۰-اسلام کے باعث اللہ تعالیٰ نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے، چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إذا أحسن أحدكم إسلامه فكل حسنة يعملها تكتب بعشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف، وكل سيئة تكتب له بمثلها حتى يلقى الله"(۴)۔

جب تم میں سے کوئی اچھی طرح اسلام قبول کرلیتا ہے تو وہ جو بھی نیکی کرتا ہے اسے (بڑھا کر) دس

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ، وھل یعرض علی الصبی الاسلام، ۲/ ۱۱۸، حدیث (۱۳۵۶)۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب: ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر، حدیث (۳۰۶۲) وکتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۵/ ۸۹، حدیث (۴۲۰۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ، ۱/ ۱۰۵، حدیث (۱۱۱)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الکفاف والقناعۃ، ۲/ ۷۳۰، حدیث (۱۰۵۴)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اذا ھم العبد بحسنۃ کتبت واذا ھم بسیئۃ لم تکتب، ۱/ ۱۱۸، حدیث (۱۲۹)۔

گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھا جاتا ہے، اور وہ جو بھی برائی کرتا ہے اسے اتنا (برائی کے برابر) ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے۔

۱۱- صحیح اسلام کی بدولت تھوڑا عمل بھی زیادہ ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ہتھیار سے لیس ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: اے اللہ کے رسول! میں جہاد کروں یا اسلام لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرنا، چنانچہ وہ شخص اسلام لایا اور پھر جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کردیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"عمل قليلاً وأجر كثيراً"۔

اس نے عمل تو تھوڑا کیا لیکن زیادہ اجر سے نوازا گیا(۱)۔

۱۲- ساری بھلائی اسلام ہی میں ہے، عرب وعجم میں جو بھی خیر وبھلائی ہے اسلام ہی کی بدولت ہے، حدیث میں ثابت ہے:

"أيما أهل بيت من العرب أو العجم أراد الله بهم خيراً أدخل عليهم الإسلام"(۲)۔

عرب یا عجم (غیر عرب) کے جس گھرانے والوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس میں اسلام داخل فرمادیتا ہے۔

۱۳- اسلام دنیا وآخرت میں ہر خیر وبرکت کا سبب ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا يظلم مؤمناً حسنةً، يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة، وأما الكافر فيُطعم بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له

---

(۱) متفق علیہ بروایت براء رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب: عمل صالح قبل الجهاد، ۳/ ۳۷۱، حدیث (۲۸۰۸) الفاظ صحیح بخاری ہی کے ہیں، صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب ثبوت الجنۃ للشهید، ۳/ ۱۵۰۹، حدیث (۱۹۰۰)۔

(۲) مسند احمد، ۳/ ۴۷۷، ومستدرک حاکم، نیز امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، علامہ شیخ البانی نے اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (حدیث ۵۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

حسنة يجزى بها" (۱)۔

اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا، رہا کافر، تو اسے اللہ کے لئے کی ہوئی اپنی نیکیوں کے عوض دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔

۱۴- اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان کا سینہ کھول دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء﴾ (۲)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر ڈالنا چاہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے، جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے۔

۱۵- اسلام دنیا و آخرت میں مسلمان کے لئے روشنی اور بصیرت کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله أولئک في ضلال مبين﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے، اور ہلاکت و بربادی ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے (اثر نہیں لیتے بلکہ) سخت ہو گئے ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۱۶- اسلام مسلمان کو اللہ عزوجل کے نزدیک بلند مرتبہ عطا کرتا ہے، چنانچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب جزاء المومن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ وتعجیل حسنات الکافر فی الدنیا، ۴/۲۱۶۲، حدیث (۲۸۰۸)۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

(۳) سورۃ الزمر: ۲۲۔

"لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل مسلم"(۱)۔

اللہ کے نزدیک پوری دنیا کا تباہ ہوجانا ایک مسلمان کے ناحق خون بہانے سے زیادہ ہلکا ہے۔

۱۷- مکمل اسلام مسلمان کو ایمان کی چاشنی عطا کرتا ہے، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان: من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر بعد أن أنقذه الله منه كما يكره أن يقذف في النار"(۲)۔

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کے سبب ایمان کی چاشنی پالے گا: جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجائیں اور یہ کہ وہ کسی شخص سے محض اللہ کے لئے محبت کرے، اور یہ کہ وہ کفر میں پلٹ کر جانا- جبکہ اللہ نے اسے اس سے نجات دیدی ہے- ایسے ہی ناپسند کرے جس طرح اسے جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔

اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"ذاق طعم الإيمان: من رضي بالله رباً، وبالإسلام ديناً، وبمحمد رسولاً"(۳)۔

جو شخص اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد ﷺ کو رسول مان کر راضی وخوش ہوگیا اسے ایمان کی چاشنی مل گئی۔

۱۸- اسلام اللہ عزوجل کا سیدھا راستہ ہے، جو اس پر چلے گا کامیاب و کامراں ہوگا، نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المومن، ۴/۱۶، حدیث (۱۳۹۵) علامہ شیخ البانی نے اسے صحیح سنن ترمذی (۲/۵۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من کرہ أن یعود فی الکفر کما یکرہ أن یلقی فی النار من الایمان، ۱/۱۳، حدیث (۲۱) وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الایمان، ۱/۶۶، حدیث (۴۳)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ رسولا فھو مومن، ۱/۶۲، حدیث (۳۴)۔

"ضرب الله مثلاً صراطاً مستقيماً، وعلى جنبتي الصراط سوران فيهما أبواب مفتحة، وعلى الأبواب ستور مرخاة، وعلى باب الصراط داع يقول: يا أيها الناس ادخلوا الصراط جميعاً ولا تعوجوا، وداع يدعو من جوف الصراط فإذا أراد أحدكم فتح شيء من تلك الأبواب قال: ويلك لا تفتحه فإنك إن فتحته تلجه، والصراط الإسلام، والسوران حدود الله تعالى، والأبواب المفتحة محارم الله تعالى، وذلك الداعي على رأس الصراط كتاب الله عزوجل، والداعي من فوق الصراط واعظ الله في قلب كل مسلم"(١)۔

اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان فرمائی ہے، اور صراط (راستہ) کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے دروازے ہیں، اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، اور راستے کے دروازے پر ایک منادی آواز لگا رہا ہے کہ اے لوگو! سب کے سب اس راستے میں داخل ہوجاؤ اور (دائیں بائیں) نہ مڑو، اور راستے کے بیچ سے بھی ایک منادی آواز لگا رہا ہے، اور جب تم میں سے کوئی ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے: تیری بربادی ہو! اسے نہ کھول، کیونکہ اگر تو اسے کھولے گا تو اس میں جا داخل ہوگا، (سنو!) راستہ اسلام ہے، دونوں دیواریں اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں کھلے ہوئے دروازے اللہ کے حرام کردہ امور ہیں، راستہ کے شروع میں موجود منادی اللہ کی کتاب ہے اور راستہ کے اوپر (بیٹھا) منادی ہر مسلمان کے دل میں اللہ کا واعظ ہے۔

اور سنن ترمذی میں اتنا اضافہ ہے:

﴿والله يدعو إلى دار السلام ويهدي من يشاء إلى صراط مستقيم﴾(٢)۔

---

(١) مسند احمد، ۴/۱۸۲، ۱۸۳، مستدرک حاکم، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/۷۳، سنن ترمذی، کتاب الامثال، باب ماجاء فی مثل اللہ لعبادہ، ۵/۱۴۴، حدیث (۲۸۵۹)، علامہ شیخ البانی نے اسے مشکاۃ المصابیح (۱، ٦٧) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(٢) سورۃ یونس: ۲۵۔

اللہ سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف بلاتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی رہنمائی فرماتا ہے۔

١٩- جو شخص اسلام کو اپنا دین مان کر راضی وخوش ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں راضی فرماتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے:

"من قال حين يمسي وحين يصبح: رضيت بالله رباً، وبالإسلام ديناً، وبمحمد ﷺ نبياً ثلاث مراتٍ إلا كان حقاً على الله أن يرضيه"(١)۔

جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت (تین مرتبہ) کہتا ہے:

"رضيت بالله رباً، وبالاسلام ديناً، وبمحمد ﷺ نبياً"

(میں اللہ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو اپنا دین مان کر اور محمد ﷺ کو اپنا نبی مان کر راضی وخوش ہو گیا)

تو اس کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے راضی وخوش کر دے۔

٢٠- اسلام ہی وہ دین ہے جس کی اللہ نے تکمیل فرمائی ہے اور اسے پسند فرمایا ہے، اور اسے (قیامت تک کے لئے) آخری دین قرار دیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم ا لإسلام ديناً﴾ (٢)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بحیثیت دین پسند کر لیا۔

٢١- اسلام ہر خیر وبھلائی کا حکم دیتا ہے اور ہر طرح کی برائی اور نقصان سے منع کرتا ہے، چنانچہ ایسی کوئی چھوٹی یا بڑی مصلحت اور کوئی ایسی بھلائی نہیں ہے جس کی طرف اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو، اور نہ ہی کوئی

---

(١) مسند احمد، ۴/ ٣٦٧، عمل الیوم واللیلہ للنسائی، حدیث (۴)، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی' حدیث (٦٨)، مستدرک حاکم، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ١/ ۵١٨، سنن ابوداود، حدیث (۵٠٧٢)، وسنن ترمذی، حدیث (٣٣٨٩)، اسے علامہ ابن باز نے تحفۃ الاخیار (ص ٣٩) میں حسن قرار دیا ہے۔

(٢) سورۃ المائدہ: ٣۔

ایسی برائی ہے جس سے اسلام نے خبردار نہ کیا ہو، چنانچہ اسلام اللہ کی توحید اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، علم ومعرفت کی رغبت دلاتا ہے، عدل وانصاف اور اقوال وافعال میں راست گوئی نیز نیکی، صلہ رحمی اور قرابت داروں، ہمسایوں، دوستوں اور تمام مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ، ظلم، سخت دلی، نافرمانی، بخیلی اور بدخلقی سے منع کرتا ہے، وفا شعاری کا حکم دیتا ہے اور دھوکہ اور خیانت سے منع کرتا ہے، خیر خواہی، اجتماعیت، باہمی الفت ومحبت اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور ظلم وزیادتی، بغض وکینہ، فرقہ بندی، برے معاملات اور باطل طریقہ سے مال کھانے سے منع کرتا ہے، حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور حقوق غصب کرنے سے منع کرتا ہے، اسی طرح ہر اس چیز کا حکم دیتا ہے جو شریعت، عقل اور فطرت ہر اعتبار سے عمدہ، بھلی، نفع بخش اور بہتر ہوتی ہے اور ہر اس چیز سے منع کرتا ہے جو شریعت، عقل اور فطرت ہر اعتبار سے بری اور گندی ہوتی ہے، نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون کا حکم دیتا ہے اور گناہ اور دشمنی کے کاموں میں تعاون کرنے نیز مخلوق سے لو لگانے اور محض ان کی رضا کے لئے عمل کرنے سے منع کرتا ہے، اسی طرح اسلام اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتا ہے، دین، نفس، عزت وآبرو، عقل اور مال کی حفاظت کرتا ہے، یہ دین ہر زمانہ، ہر خطہ اور ہر امت کے لئے لائق اور مناسب ہے، اس دین کے نبی محمد ﷺ ہیں جو کمال انسانی کے ہر وصف میں مخلوق میں سب سے اعلیٰ ہیں اور اسی لئے آپ ﷺ پوری مخلوق کے سردار ہیں (۱)۔

۲۲- اسلام کچھ عظیم اور نمایاں خصوصیات کا حامل ہے، ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(الف) دین اسلام اللہ کی جانب سے ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى﴾ (۲)۔

وہ اپنی من مانی کچھ نہیں کہتے۔ بلاشبہ وہ اتاری گئی وحی ہوا کرتی ہے۔

(ب) اسلام زندگی کے تمام شعبہ جات اور انسانی سلوک پر مکمل طور پر محیط ہے۔

---

(۱) دیکھئے: وجوب التعاون بين المسلمين، از علامہ عبدالرحمٰن السعدی، ص ۲۲۔

(۲) سورۃ النجم: ۳، ۴۔

(ج) اسلام ہر زمانہ اور ہر دور کے مکلّف جن وانس (جن پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہیں) کے لئے عام ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعاً﴾ (۱)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

(د) اسلام ثواب وعذاب کے اعتبار سے دنیوی جزا کے ساتھ اخروی جزا کا دین ہے۔

(ھ) اسلام لوگوں کو انسانی کمال کے اعلیٰ ترین معیار تک پہنچانے کا حریص ہے، اور یہ اسلام کا مثالی دین ہونا ہے' (لیکن) ساتھ ہی اسلام انسانی طبیعت اور اس کی واقعی صورت حال کو بھی پس پشت نہیں ڈالتا، اور یہی اسلام کی واقعیت ہے۔

(و) اسلام اپنے عقائد' عبادات' اخلاق اور جملہ قوانین میں معتدل ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك جعلناكم أمة وسطاً﴾ (۲)۔

اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط (معتدل امت) بنایا ہے۔

یہ اسلام کی بے مثال خصوصیات ہیں (۳)۔

چوتھا مسلک: اسلام کے نواقض:

اسلام کے نواقض (یعنی اسلام کو توڑنے والی چیزیں) بے شمار ہیں' علماء کرام نے مرتد کے حکم کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ مسلمان کبھی کبھار دین اسلام کو توڑنے والی بہت سی چیزوں کے سبب دین اسلام سے مرتد ہوجاتا ہے جو اس کے خون اور مال کی حرمت کو ختم کردیتی ہیں، اور ان کے سبب وہ شخص دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ واقع ہونے والی (درج ذیل) دس چیزیں ہیں (۴):

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۵۸۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۴۳۔

(۳) دیکھئے: الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ، از مولف، ص ۱۱۷۔

(۴) ان نواقض کے لئے رجوع کیجئے: مولفات امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، پہلی قسم، عقیدہ اور اسلامی آداب، ص ۳۸۵، مجموعۃ التوحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ، ص ۲۷، ۲۸۔

اول: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا (۱)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (۲)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ، وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (۳)۔

بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا بھی اسی میں داخل ہے، جیسے کوئی شخص جن یا قبر کے لئے (جانور) ذبح کرے۔

دوم: جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنائے اور ان کی دہائی دے، ان سے شفاعت کا سوال کرے، اور ان پر توکل وبھروسہ کرے، ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے۔

سوم: جو مشرکوں کو کافر نہ قرار دے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح جانے، وہ کافر ہے۔

چہارم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ (ہدایت) آپ کے طریقہ سے زیادہ کامل ومکمل ہے، یا آپ کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ آپ کے فیصلہ سے بہتر ہے- جیسے کچھ لوگ طاغوتوں کے فیصلہ کو آپ ﷺ کے فیصلہ سے افضل سمجھتے ہیں-تو ایسا شخص کافر ہے۔

نواقض اسلام کی اس قسم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ لوگوں کے وضع کردہ قوانین و

---

(۱) شرک کی تعریف اس کتاب کے ص (۱۱۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۱۶۔

(۳) سورۃ المائدہ: ۷۲۔

ضوابط شریعت اسلامیہ سے افضل' یا اس کے برابر ہیں' یا یہ کہ ان خودساختہ قوانین سے فیصلہ لینا جائز ہے، گرچہ اس کا یہ عقیدہ بھی ہو کہ شریعت کا فیصلہ اس سے افضل ہے، یا یہ کہ بیسویں صدی میں اسلامی نظام کی عملی تطبیق درست نہیں' یا یہ کہ اسلامی نظام مسلمانوں کی پستی و پسماندگی کا سبب ہے، یا یہ کہ اسلامی نظام بندے اور اس کے رب کے تعلقات ہی میں محصور ہے' زندگی کے دیگر شعبہ جات میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح اس (ناقض) میں وہ شخص بھی داخل ہے جس کا یہ خیال ہو کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا شادی شدہ زنا کار کے سنگسار کرنے میں اللہ کے حکم کا نفاذ عصر حاضر کے مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اس میں ہر وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات یا حدود وغیرہ میں اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا جائز ہے' گرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو کہ وہ فیصلہ شریعت کے فیصلہ سے افضل ہے، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ متفقہ طور پر اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھتا ہے' اور ہر وہ شخص جو اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو جس کی حرمت دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے' حلال سمجھے' جیسے زنا' شراب' سود اور اللہ کی شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینا وغیرہ تو ایسا شخص باتفاق مسلمین کافر ہے۔ ہم اللہ کے غیظ و غضب کو واجب کرنے والی چیزوں سے اور اس کے دردناک عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں (۱)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ لینے کے مسئلہ میں تفصیل ہے، اس سلسلہ میں - ان شاء اللہ - درست منہج ملاحظہ فرمائیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئک هم الكافرون﴾ (۲)۔

جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئک هم الظالمون﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ، از علامہ ابن باز رحمہ اللہ، ۱/ ۱۳۷۔

(۲) سورۃ المائدہ: ۴۴۔

(۳) سورۃ المائدہ: ۴۵۔

جولوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿**ومن لم يحكم بما أنزل الله فأولئك هم الفاسقون**﴾(۱)۔

جولوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے ذریعہ فیصلہ نہ کریں وہی لوگ فاسق ہیں۔

طاؤس وعطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''یہاں کفر سے کمتر کفر، ظلم سے کمتر ظلم اور فسق سے کمتر فسق (مراد) ہے''(۲)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اس سے کفر لازم آتا ہے، لیکن یہ کفر اللہ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا کفر نہیں''(۳)۔

نیز فرماتے ہیں: ''جس نے اللہ کی نازل کردہ چیز کا انکار کیا اس نے یقیناً کفر کیا' لیکن جس نے اس کا اقرار کیا اور اس کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ شخص ظالم اور فاسق ہے''(۴)۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنے والا کبھی تو مرتد (خارج از اسلام) ہوتا ہے اور کبھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا مرتکب گنہ گار مسلمان، اسی بنیاد پر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل علم نے درج ذیل الفاظ کی دو قسمیں کی ہیں:

ایک قسم ہے کافر' فاسق' ظالم' منافق اور مشرک کی، اور دوسری ہے کفر سے کمتر کفر' ظلم سے کمتر ظلم' فسق سے کمتر فسق' نفاق سے کمتر نفاق اور شرک سے کمتر شرک کی۔

چنانچہ بڑا کفر اور شرک انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ وہ کلی طور پر دین کی بنیادوں کے خلاف ہے، جبکہ چھوٹا شرک وکفر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے اور اس کے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، اسی لئے علماء کرام نے اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہ کرنے والے کے حکم کے

---

(۱) سورۃ المائدہ: ۴۷۔

(۲) تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۵۸، نیز دیکھئے: تفسیر طبری، ۱۰/ ۳۵۵ تا ۳۵۸۔

(۳) تفسیر ابن جریر طبری، ۱۰/ ۳۵۶۔

(۴) حوالہ سابق، ۱۰/ ۳۵۶۔

بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

سماحۃ الشیخ امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرے وہ (درج ذیل) چار قسموں میں کسی ایک قسم میں ہوگا:

۱- جو یہ کہے کہ میں اس (اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ) سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ سے افضل ہے، تو ایسا شخص کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۲- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ اس لئے کرتا ہوں کہ وہ شریعت اسلامیہ ہی کی طرح ہے، لہٰذا اس سے بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اور شریعت اسلامیہ سے بھی؛ تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۳- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں' اور شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا افضل ہے لیکن اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا بھی جائز ہے، تو ایسا شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے۔

۴- جو یہ کہے کہ میں اس سے فیصلہ کرتا ہوں، حالانکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں، اور وہ یہ کہے کہ شریعت اسلامیہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا ہی افضل ہے اس کے علاوہ سے فیصلہ کرنا جائز نہیں' لیکن وہ متساہل (کوتاہی کرنے والا) ہے یا ایسا اپنے حاکموں کے حکم کی تعمیل میں کر رہا ہے تو ایسا شخص کفر اصغر (چھوٹے کفر) کا مرتکب ہے جو اسے دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، لیکن اسے سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ سمجھا جائے گا'' (۱)۔

عمل کو فسق یا اس کے مرتکب کو فاسق کا نام دینے میں اور اسے مسلمان کا نام دیکر اس پر مسلمانوں کے احکام جاری کئے جانے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہر فسق کفر نہیں ہوتا اور نہ ہی کفر وظلم کے نام سے موسوم کیا جانے والا ہر عمل دین اسلام سے خارج کرنے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے لازم وملزوم میں غور کر لیا جائے' یہ اس لئے کہ کفر' شرک' ظلم' فسق اور نفاق وغیرہ کے الفاظ شرعی نصوص میں دو طرح وارد ہوئے ہیں:

---

(۱) یہ بات شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے جو میری پرسنل لائبریری میں موجود ایک کیسٹ میں رکارڈ ہے، نیز دیکھئے: فتاویٰ شیخ ابن باز، ۱/ ۱۳۷، نیز اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ سے فیصلہ کرنا کب کفر اکبر ہوگا یہ جاننے کے لئے ڈاکٹر عبدالعزیز آل عبداللطیف کی کتاب ''نواقض الایمان القولیہ والعملیہ'' کا مطالعہ فرمائیں، ص۲۹۴ تا ۳۴۳۔

(الف) اکبر (یعنی بڑا کفر، شرک وغیرہ) جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے کیونکہ وہ دین کی بنیادوں کے خلاف ہے۔

(ب) اصغر (یعنی چھوٹا کفر وشرک وغیرہ)، جو کہ ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے اور اس کے کمال کے منافی ہے، لیکن اپنے مرتکب کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، چنانچہ کفر سے کمتر کفر، شرک سے کمتر شرک، ظلم سے کمتر ظلم، فسق سے کمتر فسق اور نفاق سے کمتر نفاق ہوتا ہے، اور ایسے گناہوں کا مرتکب فاسق جو کفر کو مستلزم نہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا، بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے فضل وکرم سے اسے معاف کرکے پہلے ہی وہلہ میں جنت میں داخل کردے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے بقدر جن کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کی موت واقع ہوئی ہے اسے عذاب دے، لیکن اسے جہنم میں ہمیشہ نہیں رکھے گا بلکہ اگر اس کی موت ایمان پر ہوئی ہے تو اپنی رحمت اور پھر سفارشیوں کی سفارش سے اسے جہنم سے نکال دے گا (۱)۔

پنجم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز سے بغض ونفرت کرے، گرچہ اس پر عمل بھی کرے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذلک بأنهم کرهوا ما أنزل الله فأحبط أعمالهم﴾ (۲)۔

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

ششم: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے کسی چیز، یا اس کے ثواب، یا اس کے عذاب کا استہزاء ومذاق کرے تو ایسا شخص کافر ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿قل أبالله وآیاته ورسوله کنتم تستهزءون، لا تعتذروا قد کفرتم بعد إیمانکم﴾ (۳)۔

---

(۱) معارج القبول بشرح سلم الوصول الی علم اصول التوحید، از شیخ حافظ الحکمی، ۲/۴۲۳۔

(۲) سورۃ محمد: ۹۔

(۳) سورۃ التوبہ: ۶۵، ۶۶۔

آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ' اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

ہفتم: جادو' اور اسی قبیل سے صرف (۱) اور عطف (۲) بھی ہے، تو جس نے ایسا کیا یا اس سے راضی و خوش ہوا وہ کافر ہے، اس کی دلیل اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿وما يعلمان من أحد حتى يقولا إنما نحن فتنة فلا تكفر﴾ (۳)۔

وہ دونوں کسی کو بھی اس وقت تک جادو نہ سکھاتے تھے جبتک کہ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں لہٰذا کفر نہ کرو۔

ہشتم: مشرکین کا ساتھ دینا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے:

﴿ومن يتولهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين﴾ (۴)۔

اور تم میں سے جو بھی ان سے دوستانہ رویہ رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا' بیشک اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

نہم: جو یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کے لئے محمد ﷺ کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ خضر علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے نکلنے کی گنجائش تھی' تو ایسا شخص کافر ہے۔

دہم: اللہ کے دین سے اعراض کرنا' بایں طور کہ نہ تو اسے سیکھے اور نہ ہی اس پر عمل کرے، اس کی دلیل درج ذیل فرمان باری ہے:

﴿ومن أظلم ممن ذكر بآيات ربه ثم أعرض عنها إنا من المجرمين

---

(۱) یہ ایک جادو کا عمل ہے جس سے انسان کو بدلنا اور اس کی خواہش سے پھیرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے آدمی کو اپنی بیوی کی محبت سے نفرت کی طرف پھیر دینا۔

(۲) یہ بھی ایک جادو کا عمل ہے جس سے آدمی کو کسی ایسی چیز کی رغبت دلانا مقصود ہوتا ہے جسے وہ نہ چاہتا ہو، چنانچہ وہ شیطانی ذرائع سے اس مبغوض چیز سے محبت کرنے لگتا ہے۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۱۰۲۔

(۴) سورۃ المائدہ: ۵۱۔

منتقمون﴾(۱)۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیرلیا' بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

ان تمام نواقض میں از راہ مذاق کہنے والے' سنجیدگی سے کہنے والے' اور ڈر کر کہنے والے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سوائے مجبور کے (یعنی جس پر دباؤ ڈال کر کہلوایا گیا ہو) اور یہ سارے امور انتہائی خطرناک اور بکثرت واقع ہونے والے ہیں، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ان تمام امور سے چوکنا رہے اور اپنی ذات پر ان سے ڈرتا رہے، ہم اللہ کے غیظ وغضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک انجام سے اللہ عزوجل کی پناہ چاہتے ہیں (۲)۔

---

(۱) سورۃ السجدہ: ۲۲۔

(۲) مجموعۃ التوحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ، ص ۲۷، ۲۸، وتالیفات محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ، پہلی قسم، عقیدہ اور اسلامی آداب، ص ۳۸۵، ۳۸۷، ومجموعہ فتاویٰ شیخ ابن باز، ۱/ ۱۳۵۔

دوسرا مطلب: کفر کی تاریکیاں

پہلا مسلک: کفر کا مفہوم:

اولاً: ''کفر'': (کؔ پر زبر کے ساتھ) کے معنیٰ چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں، جب کسان بیج کو زمین میں چھپا دیتا ہے تو کہا جاتا ہے: ''کفر الزارع البذر في الأرض'' کسان نے بیج کو زمین میں چھپا دیا اور ''کُفْر'' (کؔ پر پیش کے ساتھ) ایمان کی ضد ہے، اور ''كَفَرَ نعمة الله وبها كفوراً وكفراناً'' کے معنیٰ ہیں کہ فلاں نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا اور اسے فراموش کر دیا یعنی اس کی ناشکری کی، اور ''كَـافَـرَهُ حَقَّـه'' کے معنیٰ ہیں کہ فلاں نے فلاں کے حق کا انکار کر دیا، اور معظم کے وزن پر ''مـكَـفَّـر'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کے احسان وکرم کے باوجود اس کی نعمت کا انکار کر دیا گیا ہو، اور ''کافر'' کے معنیٰ اللہ کی نعمت کا انکار کر دینے والے کے ہیں (۱)۔

چنانچہ ''کفر'' کے معنیٰ ڈھانپنے اور حق کا انکار کرنے کے ہیں، اور ''کافر'' مسلم کی ضد ہے، اور ''مرتد'' اس شخص کو کہتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد کسی قول یا فعل یا اعتقاد یا شک کے ذریعہ کفر کرے، اور کفر کی ایسی تعریف جو اس کی تمام جنسوں، قسموں اور افراد کو شامل ہو یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام یا ان میں سے بعض چیزوں کا انکار کرنا، جیسا کہ ایمان: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام چیزوں کا اجمالی و تفصیلی طور پر عقیدہ رکھنے، اس کی پابندی کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہے۔ (۲) اور کفر قرآن کریم میں ذکر کیا جانے والا سب سے پہلا گناہ ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا سواء عليهم أأنذرتهم أم لم تنذرهم لايؤمنون﴾ (۳)۔

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے سب برابر ہے، آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان

---

(۱) القاموس المحیط، فصل کاف، باب راء، والمعجم الوسیط، ص ۷۹۱۔

(۲) ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، للسعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۶۔

نہیں لا سکتے۔

کفر مطلق طور پر سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے، کفر سے بڑھ کر کوئی گناہ کبیرہ نہیں(۱)، کفر کی دو قسمیں ہیں:

(الف) وہ کفر جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے اور یہی ''کفر اکبر'' (سب سے بڑا کفر) ہے۔

(ب) وہ کفر جو ملت سے خارج نہیں کرتا اور یہی ''کفر اصغر'' (چھوٹا کفر) یا بڑے کفر سے کمتر کفر ہے(۲)۔

ثانیاً: ''الحاد'': کہا جاتا ہے: ''**لَحَدَ القبر**'' **مَنَعَ** کے وزن پر، اور ''**ألحده**'' اس نے لحد والی قبر بنائی، ''**ألحد الميت**'' میت کو دفن کیا، ''**ألحد اليه**'' اس کی طرف مائل ہوا، جیسے ''**التحد**'' نیز ''**ألحد**'' کے معنیٰ مائل ہونے، مڑنے، جھگڑنے اور بحث ومباحثہ کرنے کے ہیں(۳)۔ واضح رہے کہ جدید ڈکشنریوں میں ''الحاد'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے، اور قرآن کریم میں ''لحد'' کے مادہ کا جو معنیٰ مفسرین نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے دین سے مائل ہو کر درجۂ کفر تک پہنچ گیا' نیز سورۂ حج میں الحاد کی تفسیر مفسرین نے حرم میں کسی بھی قسم کے گناہ سے کی ہے' البتہ حرم میں کئے گئے گناہ کا موازنہ جب غیر حرم کے گناہ سے کیا جائے گا تو حرم کا گناہ شدید تر ہوگا(۴)۔

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن الدوسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الحاد مختلف عقائد اور (باطل) تاویلات کے ذریعہ حق سے مائل ہونے اور منحرف ہو جانے کے ہیں' اسی لئے بغلی قبر کو لحد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ درمیانی حصہ سے ایک جانب مائل ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر فاسد تاویل اور شک وشبہہ ظاہر کر کے اللہ کی راہ سے انحراف اور اس کے حکم سے سرتابی کرنے والے کو ملحد کہا جاتا ہے... سب سے پہلے ملحد وہ مشرکین ہیں جنھوں نے اللہ کے ناموں سے اپنے معبودان باطلہ کے نام مشتق (اخذ) کئے' جیسے لات اور عزیٰ اور ''ال'' جو کہ الٰہ ہے... پھر

---

(۱) الكلمات النافعة في المكفرات الواقعة، ص ۵۔

(۲) مجموعہ توحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ وشیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ، ص ۶۔

(۳) القاموس المحیط، فصل لام، باب دال، والمعجم الوسیط، ص ۸۱۷۔

(۴) جهود المفكرين المسلمين المحدثين في مقاومة التيار الالحادي، ص ۲۱۔

جس نے بھی اللہ عزوجل کے اسماء وصفات میں الحاد کیا اور انہیں ان کے ظاہری معانی سے پھیرا...وہ ملحد ہے'' (۱)۔

دوسرا مسلک: کفر کے اقسام:

اولاً: کفر اکبر جو انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اور اس کی پانچ قسمیں ہیں (۲):

اول: کفر تکذیب (جھٹلانے کا کفر):

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ومن أظلم ممن افترى على الله كذباً أو كذب بالحق لما جاء ه أليس في جهنم مثوىً للكافرين﴾ (۳)۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے پاس آجائے تو اسے جھٹلادے' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔

دوم: تصدیق کے باوجود تکبر وانکار کا کفر:

اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے:

﴿وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا إلا إبليس أبى واستكبر وكان من الكافرين﴾ (۴)۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

سوم: شک کا کفر' اور یہ گمان کا کفر ہے:

---

(۱) الاجوبۃ المفیدۃ لمھمات العقیدہ لعبد الرحمٰن الدوسری، ص۴۰۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم، ۱/ ۳۳۵ تا ۳۳۸۔

(۳) سورۃ العنکبوت: ۶۸۔

(۴) سورۃ البقرہ: ۳۴۔

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ودخل جنته وهو ظالم لنفسه قال ما أظن أن تبيد هذه أبداً، وما أظن الساعة قائمة ولئن رددت إلى ربي لأجدن خيراً منها منقلباً، قال له صاحبه وهو يحاوره أكفرت بالذي خلقك من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلاً، لكن هو الله ربي ولا أشرك بربي أحداً﴾(۱)۔

اور وہ اپنے باغ میں داخل ہوا، حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا میں نہیں خیال کر سکتا کہ یہ کسی وقت بھی برباد ہو جائے۔ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں وہاں پہنچ کر اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس معبود سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر منی کے قطرے سے، پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے، میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔

چہارم: اعراض کا کفر:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا عما أنذروا معرضون﴾(۲)۔

اور کافر لوگ جس چیز سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں۔

پنجم: نفاق کا کفر:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿ذلك بأنهم آمنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ الکھف: ۳۵ تا ۳۸۔

(۲) سورۃ الاحقاف: ۳۔

(۳) سورۃ المنافقون: ۳۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے لہٰذا ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، تو وہ سمجھتے نہیں۔

ثانیاً: کفر اصغر جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، اور یہ نعمت کا کفر ہے:

اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے:

﴿وضرب الله مثلاً قرية كانت آمنةً مطمئنةً يأتيها رزقها رغداً من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرما رہا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر (ناشکری) کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزا چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔ واللہ المستعان (۲)۔

سنت نبوی کی جن دلیلوں سے اس کفر (کفر اصغر) کا پتہ چلتا ہے جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، ان میں نبی کریم ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

"سباب المسلم فسوق وقتاله كفر"(۳)۔

مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

نیز یہ فرمان:

"إذا قال الرجل لأخيه يا كافر فقد باء بها أحدهما"(۴)۔

جب آدمی اپنے (دینی) بھائی کو کہہ دے "اے کافر" تو ان دونوں میں کوئی ایک ضرور اس کا مستحق ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سورۃ النحل: ۱۱۲۔

(۲) مجموعہ توحید، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ، ص ۶۔

(۳) متفق علیہ بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینھی عنہ من السباب واللعن، ۷/۱۱۰، حدیث (۶۰۴۴)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: "سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر" ۱/۸۱، حدیث (۶۴)۔

(۴) متفق علیہ بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ بغیر تأویل فھو کما قال، ۷/۱۲۶، حدیث (۶۱۰۴)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر، ۱/۷۹، حدیث (۶۰)۔

نیز یہ فرمان:

"من أتي حائضاً أو امرأة في دبرها ... فقد كفر بما أنزل على محمد"(۱)۔

جس نے حائضہ عورت سے یا عورت کی سرین میں ہم بستری کی...اس نے محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔

اوراس کی مثالیں بے شمار ہیں۔

کفر کی یہ قسم اسلام کو رائیگاں نہیں کرتی البتہ اس میں نقص پیدا کرتی اور اسے کمزور کرتی ہے' اوراس کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو اللہ عزوجل کے غیظ وغضب اوراس کے عذاب کے دہانے پر ہوتا ہے' اور یہ ان گناہوں کے قبیل سے ہے جن کا مرتکب جانتا ہے کہ یہ گناہ ہیں' جیسے زنا' لیکن اسے حلال نہیں سمجھتا ہے تو ایسا شخص اللہ کی مشیت کے تحت ہوگا، اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور پھراس کے ایمان اور عمل صالح کے بدلے اسے جنت میں داخل کرے اور چاہے تو یونہی بخش دے(۲)۔

ثالثاً: کفر اکبر اور کفر اصغر کے درمیان فرق:

۱-کفر اکبر انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے،جبکہ کفر اصغر دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲-کفر اکبر تمام اعمال کو ضائع وبرباد کر دیتا ہے' جبکہ کفر اصغر تمام اعمال کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اس میں کمی پیدا کرتا ہے۔

۳-کفر اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جبکہ کفر اصغر کا مرتکب اگر جہنم میں داخل بھی ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر سکتا ہے۔

۴-کفر اکبر جان و مال کو حلال کر دیتا ہے،جبکہ کفر اصغر جان و مال کو حلال نہیں کرتا۔

۵ -کفر اکبر کافر اور مومنوں کے درمیان عداوت ودشمنی کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لئے اس سے محبت اور دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو،جبکہ کفر اصغر مطلق طور پر دوستی رکھنے سے منع

---

(۱) مسند امام احمد بن حنبل،۲/ ۴۰۸،علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو آداب الزفاف (ص/۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: فتاویٰ ابن باز۴/ ۲۰و۴۵۔

نہیں کرتا، بلکہ کفر اصغر کے مرتکب سے اس قدر محبت اور دوستی رکھی جائے گی جس قدر اس میں ایمان ہوگا، اور اس سے اس قدر دشمنی اور بغض رکھا جائے گا جس قدر اس میں نافرمانی ہوگی (۱)۔

تیسرا مسلک: تکفیر (کافر قرار دینے) کی خطرناکی:

سب سے پہلے ہمیں جو اصول سمجھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص پر کفر کا حکم لگانا بڑا ہی خطرناک ہے کیونکہ اس پر بڑے ہی خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے چند اثرات حسب ذیل ہیں:

۱- اس کی بیوی کے لئے اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں رہ جائے گا بلکہ ان دونوں کے درمیان جدائی پیدا کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یقینی اجماع ہے کہ کسی مسلمان خاتون کا کافر مرد کی بیوی بننا جائز نہیں۔

۲- اس کے بچوں کا اس کے ماتحت رہنا جائز نہیں رہ جائے گا کیونکہ اس کے تعلق سے اس شخص پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اپنے کفر سے انہیں بھی متاثر کر دے، خاص طور پر جب کہ وہ ابھی کمسن ہوں، یہ بچے پورے اسلامی معاشرہ کی امانت ہیں۔

۳- وہ شخص اپنے صریح کفر اور کھلے ارتداد کے ذریعہ معاشرہ کے خلاف بغاوت کرنے کے سبب اسلامی معاشرہ کی جانب سے نصرت اور دوستی کے حق سے محروم ہو جائے گا۔

۴- اس سے توبہ کرانے' اس کے ذہن سے شبہات ختم کرنے اور اس پر حجت قائم کرنے کے بعد ضروری ہوگا کہ اسے اسلامی عدالت کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ عدالت اس پر مرتد کی حد نافذ کرے۔

۵- اگر وہ ارتداد کی حالت میں مر جائے تو اس پر مسلمانوں کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے' چنانچہ نہ اسے غسل دیا جائے گا' نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی' نہ اسے مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی اس کا وارث ہوگا' اسی طرح اگر اس سے پہلے کوئی اسے وارث بنانے والا شخص مر جائے تو اسے اس کی وراثت نہیں ملے گی۔

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان الفوزان، ص ۱۵۔

۶- اگر وہ اسی (کفر) کی حالت میں مرجائے تو وہ اللہ کی لعنت' اس کی رحمت سے دوری اور جہنم میں ہمیشہ ہمیش کی زندگی کا مستحق ہوگا۔

یہ خطرناک احکام اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کسی پر کفر کا حکم لگانا چاہتا ہو وہ حکم لگانے سے پہلے بارہا خوب غور وفکر کر لے(۱)۔

۷- اس شخص کے لئے نہ دعائے رحمت کی جائے گی اور نہ ہی استغفار کیا جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم﴾ (۲)۔

نبی اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں' اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ جہنمی ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کفر (کا حکم لگانا) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے لہٰذا کافر وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں'' (۳)۔

چوتھا مسلک: تکفیر کے اصول:

اولاً: کفار کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ کفار جو سرے سے دین اسلام میں داخل ہی نہیں ہوئے اور نہ ہی محمد ﷺ پر ایمان لائے، جیسے اُمّی (ان پڑھ لوگ)' مشرکین' اہل کتاب (یہود ونصاریٰ)' مجوسی (آتش پرست)' بت پرست' دہریہ اور فلاسفہ اور ان کے علاوہ دیگر کفار... ان تمام لوگوں کے کفر' بدبختی' ان کے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں

---

(۱) دیکھئے: فتاویٰ دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات، ۶/ ۴۹، میں نے یہ تمام مسائل عالی جناب شیخ صالح فوزان الفوزان حفظہ اللہ کو مورخہ ۲۰/ ۶/ ۱۴۱۷ھ کو پڑھ کر سنائے، تو انہوں نے موافقت فرمائی' اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

(۲) سورۃ التوبہ: ۱۱۳۔

(۳) ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، للسعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱ تا ۱۹۳۔

رہنے اور جنت کے حرام ہونے پر کتاب اللہ' سنت رسول اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں، اس میں ان کے جاہل وعالم' ان پڑھ' کتابی (جسے کتاب دی گئی ہو)' اور عام وخاص وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بات دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے۔

دوسری قسم: جولوگ دین اسلام کی طرف منسوب ہیں اور اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، پھر ان سے اس کے خلاف کوئی چیز سرزد ہوتی ہے' اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام پر باقی ہیں اور مسلمانوں میں سے ہیں، تو ایسے لوگوں کو کافر قرار دینے کے بہت سے اسباب ہیں' جو مجموعی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب' اس کے دین کی عدم پابندی اور اس کے لوازم کی طرف لوٹتے ہیں (۱)۔

ثانیاً: تکفیر کے تمام اسباب چار نواقض میں داخل ہیں: قول' یا فعل' یا اعتقاد' یا شک اور تردد۔

امام العصر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز - اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے - فرماتے ہیں: ''اسلامی عقیدہ کے کچھ قوادح (خراب کرنے والے امور) ہیں' اور ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو وہ ہے جو اس عقیدہ کو توڑ دیتے اور اسے رائیگاں کردیتے ہیں اور ان کا مرتکب کافر ہوجاتا ہے - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - اور دوسری قسم وہ ہے جو اس عقیدہ میں نقص پیدا کرتے ہیں اور اسے کمزور کردیتے ہیں:

پہلی قسم: دائرۂ کفر میں داخل کردینے والی برائیاں:

نواقض اسلام دین اسلام سے مرتد ہونے کا سبب ہیں جنہیں ''نواقض'' کہا جاتا ہے' ناقض قول' عمل' عقیدہ اور شک سب ہوسکتا ہے۔

چنانچہ انسان کبھی کوئی بات کہہ کر یا کوئی عمل کرکے' یا کوئی عقیدہ رکھ کر یا شک وشبہ میں مبتلا ہوکر اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، ان چاروں چیزوں میں سے کوئی ایسا ناقض سرزد ہوجاتا ہے جو انسان کے عقیدہ میں خلل انداز ہوتا ہے اور اسے ضائع کردیتا ہے، اہل علم نے ان چیزوں کو اپنی کتابوں میں ''مرتد کے حکم کا بیان'' کے

(۱) دیکھئے: ارشاد اولی البصائر والالباب لنیل الفقہ باقرب الطرق وایسر الاسباب، للسعدی رحمہ اللہ، ص ۱۹۱ تا ۱۹۳۔

نام سے ذکر کیا ہے، اور اہل علم کا جو بھی مذہب یا فقہاء میں سے جو بھی فقیہ کتابیں تالیف کرتا ہے' عام طور سے جب حدود کا ذکر کرتا ہے تو مرتد کے حکم کا بیان ضرور کرتا ہے' یعنی وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے' یہی مرتد کہلاتا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین سے پھر جانے والا' ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه"(۱)۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں روایت کیا ہے۔

نیز صحیحین میں (۲) ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا' پھر ان کے پیچھے معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا، چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا: تشریف لائیے اور ان کے لئے تکیہ لگوایا' انھوں نے دیکھا کہ وہیں ایک شخص بندھا ہوا ہے' پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا: یہ یہودی تھا' اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلام سے مرتد ہو کر یہودی ہو گیا! انھوں (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اسے قتل نہ کر دیا جائے' یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے' انھوں نے کہا: ٹھیک ہے' آپ تشریف رکھیں! فرمایا: میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے مطابق اسے قتل نہ کر دیا جائے! (تین مرتبہ ایسا ہی ہوا) بالآخر انھوں نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین اسلام سے مرتد ہونے والا اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا' پہلے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے اور دین اسلام کی طرف لوٹ آئے تو الحمد للہ، اور اگر توبہ نہ کرے بلکہ اپنے کفر اور گمراہی پر اڑا رہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور فوری طور پر کیفر کردار (جہنم) تک پہنچایا جائے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجھاد، باب: لا یعذب بعذاب اللہ، ۴/ ۲۷، حدیث (۳۰۱۷)۔

(۲) متفق علیہ بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، ۸/ ۶۴، حدیث (۶۹۲۳)، صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب النھی عن طلب الامارہ، ۳/ ۱۴۵۶، حدیث (۱۷۳۳)۔

گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من بدل دينه فاقتلوه" (۱)۔

جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔

۱-قولی ارتداد:

دین اسلام کو باطل کرنے والے نواقض بے شمار ہیں، ان میں سے ایک قول بھی ہے: جیسے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا، یہ ایسی بات ہے جو اسلام کو باطل کر دیتی ہے، نیز اللہ کے رسول ﷺ کو برا بھلا کہنا یا ان پر عیب لگانا کہ مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم ہے' اللہ تعالیٰ بخیل ہے، اللہ تعالیٰ فقیر و محتاج ہے، اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کو نہیں جانتا ہے' یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، ان تمام باتوں کا زبان پر لانا دین اسلام سے مرتد ہو جانا ہے۔

جس نے اللہ عزوجل کی تنقیص کی یا اسے برا بھلا کہا' یا کسی طرح عیب جوئی کی تو ایسا شخص - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - کافر اور دین اسلام سے خارج ہے، یہ قولی ارتداد ہے' جب انسان اللہ کو برا بھلا کہے یا اس کا مذاق اڑائے یا اس کی تنقیص کرے یا اسے کسی ایسے وصف سے متصف کرے جو اس کے شایان شان نہیں' جیسے یہودی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بخیل ہے' اللہ تعالیٰ محتاج اور ہم مالدار ہیں، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزیں نہیں جانتا ہے' یا اسے بعض چیزوں پر قدرت نہیں ہے، یا اللہ کی صفات کا انکار کرے اور ان پر ایمان نہ لائے، تو ایسا شخص اپنے ان برے اقوال کے سبب مرتد ہے۔

یا مثال کے طور پر یہ کہے کہ اللہ نے ہم پر نماز فرض نہیں کی ہے تو یہ بھی دین اسلام سے خروج ہے، جو شخص یہ کہے کہ اللہ عزوجل نے نماز فرض نہیں کی تو ایسا شخص باجماع مسلمین مرتد ہے' سوائے اس شخص کے جسے اس بات کا علم نہ ہو' وہ مسلمانوں سے دور ہو اور نہ جانتا ہو تو اسے اس کی تعلیم دی جائے گی، لیکن اگر بتانے کے باوجود وہ اسی پر مصر ہو تو کافر گردانا جائے گا، البتہ اگر وہ مسلمانوں کے درمیان رہتا ہو' اسے دینی مسائل کا علم ہو، اور کہے کہ نماز فرض نہیں ہے، تو ایسا شخص اسلام سے مرتد ہے' اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کر لے تو

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث (۳۰۱۷) اس کی تخریج ص: (۲۳۴) میں گزر چکی ہے۔

ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

یا یہ کہے کہ لوگوں پر زکاۃ فرض نہیں ہے، یا یہ کہے کہ لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں، یا یہ کہے کہ استطاعت کے باوجود مسلمانوں پر حج فرض نہیں ہے، تو یہ ساری باتیں کہنے والا بالا جماع کافر گردانا جائے گا، اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا- ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- یہ ساری باتیں قولی (زبانی) ارتداد ہیں۔

۲-عملی ارتداد:

جیسے نماز کا ترک کرنا، چنانچہ انسان کا نماز نہ پڑھنا خواہ وہ اس بات کا اقرار بھی کرتا ہو کہ نماز فرض ہے، لیکن نماز نہ پڑھتا ہو تو اہل علم کے صحیح ترین قول کے مطابق ایسا شخص مرتد ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر".

ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو عہد (فرق) ہے وہ نماز ہے، تو جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔

اس حدیث کو امام احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے (۱)، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بين الرجل وبين الكفر والشرك ترك الصلاة".

آدمی کے اور کفر وشرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (۲)۔

مشہور تابعی شقیق بن عبداللہ عقیلی رحمہ اللہ- جن کی جلالت شان مسلم ہے- فرماتے ہیں: ''محمد ﷺ کے صحابہ اعمال میں سے کسی بھی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے'' اسے امام ترمذی رحمہ اللہ

---

(۱) مسند احمد، ۵/۳۴۶، سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی ترک الصلاۃ، ۵/۱۴، حدیث (۲۶۲۱) وسنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب الحکم فی تارک الصلاۃ، ۱/۲۳۱، ۲۳۲، حدیث (۳۶۳) وسنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، ۱/۳۴۲، حدیث نمبر (۱۰۷۹)، بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ، نیز دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، ۳/۳۲۹۔

(۲) کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ۱/۸۸، حدیث (۸۲)۔

نے روایت کیا ہے(۱) اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ عملی ارتداد کی مثال ہے یعنی نماز کو قصداً ترک کر دینا۔

اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ کوئی قرآن کریم کی بے حرمتی کرے' اس کی بے ادبی کرتے ہوئے اس پر بیٹھے' یا جان بوجھ کر اس میں نجاست اور گندگی لگائے یا اس کی توہین کرتے ہوئے اسے اپنے پیروں سے روندے' تو ایسا شخص ان اعمال کے سبب دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

عملی ارتداد کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ کوئی اہل قبر کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی قبروں کا طواف کرے، یا ان کے لئے یا جنوں کے لئے نماز پڑھے' یہ عملی ارتداد ہے، البتہ انہیں پکارنا' ان سے مدد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر و نیاز کرنا قولی ارتداد ہے۔

اور جو شخص اللہ کی عبادت کی نیت سے قبروں کا طواف کرے' تو یہ دین اسلام میں بدترین قسم کی بدعت ہے' یہ ارتداد نہیں ہے بلکہ دین میں ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے بشرطیکہ اس عمل سے اس کا ارادہ قبر والے کا تقرب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ محض جہالت کی بنیاد پر اللہ کی قربت کے حصول کی خاطر ایسا کیا ہو۔

عملی ارتداد کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ انسان غیر اللہ کے لئے (جانور) ذبح کرے اور قربانیوں کے ذریعہ غیر اللہ کی قربت حاصل کرے، اونٹ یا بکری یا مرغی یا گائے اہل قبر سے قربت اور ان کی عبادت کی غرض سے ذبح کرے' یا جنوں کی عبادت کے لئے ذبح کرے' یا ستاروں کی قربت کی غرض سے جانور ذبح کرے' ان تمام صورتوں میں چونکہ (جانور) غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہے اس لئے وہ مردار اور حرام ہے' اور یہ عمل کفر اکبر ہے۔ ہم اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ارتداد کی قسموں میں سے ہیں اور عملی نواقض ہیں۔

۳- اعتقادی ارتداد:

اعتقادی ارتداد کی قسموں میں سے۔ انسان جن باتوں کا محض اپنے دل میں عقیدہ رکھے اس کو عملاً انجام نہ دے اور نہ زبان سے کہے۔ یہ ہے کہ مثال کے طور پر وہ اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل محتاج

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلاۃ، ۱۴/۵، حدیث (۲۶۲۲)۔

اور فقیر ہے یا بخیل ہے یا ظالم ہے، گرچہ وہ اسے اپنی زبان سے نہ کہے اور نہ عملاً اسے انجام دے، محض اپنے اس فاسد عقیدہ ہی کی بنیاد پر مسلمانوں کے اجماع کے مطابق کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ بعث (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا) اور نشور (میدان محشر میں اکٹھا کیا جانا) کوئی چیز نہیں اور اس سلسلہ میں جو باتیں آتی یا بیان کی جاتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں، یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ جنت یا جہنم کا کوئی وجود نہیں اور نہ ہی کسی دوسری زندگی کا کوئی تصور ہے، جب انسان ان باتوں کا دل میں عقیدہ رکھے خواہ زبان سے نہ بھی کہے تو - ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں - وہ کافر اور دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، اس کے سارے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے اور اس فاسد عقیدہ کی بنا پر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اسی طرح اگر وہ اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے - گرچہ زبان سے نہ بھی کہے - کہ محمد ﷺ سچے نبی نہیں ہیں، یا وہ آخری نبی نہیں ہیں، یا ان کے بعد بھی انبیاء مبعوث کئے جائیں گے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ مسیلمہ کذاب سچا نبی تھا، تو ایسا شخص اس عقیدہ کی بنیاد پر کافر ہو جائے گا۔

یا اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ نوح یا موسیٰ یا عیسیٰ یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام سب کے سب جھوٹے تھے یا ان میں سے کوئی جھوٹا تھا، تو ایسا شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا۔

یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی اور کو پکارنے میں کوئی حرج نہیں، جیسے انبیاء یا ان کے علاوہ دیگر لوگ، یا سورج اور ستارے یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز، اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ عقیدہ رکھے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ذلک بأن الله هو الحق وأن مايدعون من دونه هو الباطل﴾ (۱)۔

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ جسے یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم﴾ (۲)۔

---

(۱) سورۃ الحج: ۶۲۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۶۳۔

اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے جس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إياک نعبد و إياک نستعين﴾ (۱)۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه﴾ (۲)۔

تمہارے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون﴾ (۳)۔

لہٰذا اللہ کو پکارو اسی کے لئے دین کو خالص کر کے اگر چہ کافروں کو گراں گزرے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولقد أوحي إليک وإلى الذين من قبلک لئن أشركت ليحبطن عملک ولتكونن من الخاسرين﴾ (۴)۔

یقیناً آپ کی طرف اور جو لوگ آپ سے پہلے تھے ان کی طرف وحی کی گئی تھی کہ اگر آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور یقیناً آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس معنیٰ کی آیات بے شمار ہیں۔

---

(۱) سورۃ الفاتحہ: ۵۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۲۳۔

(۳) سورۃ المومن: ۱۴۔

(۴) سورۃ الزمر: ۶۵۔

لہٰذا جس نے یہ گمان کیا یا عقیدہ رکھا کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کسی فرشتہ یا نبی یا درخت یا جن یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کی عبادت کرنی جائز ہے تو ایسا شخص کافر ہے، اور اگر یہ بات وہ زبان سے بھی کہہ دے تو وہ بیک وقت قول اور عقیدہ دونوں کے اعتبار سے کافر ہو جائے گا، اور اگر وہ اس کام کو عملاً انجام بھی دے دے اور غیر اللہ کو پکارے اور غیر اللہ سے فریاد کرے تو قول، عمل اور عقیدہ ہر اعتبار سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اسی ضمن میں قبر پرستوں کے وہ اعمال بھی ہیں جنہیں آج کل وہ بہت سے ممالک میں مردوں کو پکارنے، ان سے فریاد کرنے اور ان سے مدد طلب کرنے کی شکل میں انجام دیتے ہیں، چنانچہ کوئی کہتا ہے: ''اے میرے سردار! مدد کیجئے، مدد کیجئے، اے میرے سردار! میری فریاد سن لیجئے، میری فریاد سن لیجئے، میں آپ کی پناہ میں ہوں، میرے مریض کو شفا دیجئے، میری کھوئی ہوئی چیز کو واپس لوٹا دیجئے، میرے دل کی اصلاح کر دیجئے''۔

وہ مردوں کو۔ جنھیں وہ اولیاء کا نام دیتے ہیں۔ پکارتے ہیں اور ان سے یہ سوالات کرتے ہیں، انھوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیا، اللہ عزوجل کی شان عظمت اس سے بہت بلند ہے۔

چنانچہ یہ ساری چیزیں قول، عقیدہ اور عمل کا کفر ہیں۔

اور بعض لوگ دوری سے اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں: یا رسول اللہ! میری مدد کیجئے!...وغیرہ، اور بعض لوگ آپ کی قبر کے پاس آ کر کہتے ہیں: یا رسول اللہ! میرے بیمار کو شفا دیجئے، یا رسول اللہ! مدد کیجئے، مدد کیجئے، ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد کیجئے، ہم جن پریشانیوں میں مبتلا ہیں آپ ان سے بخوبی واقف ہیں، لہٰذا ہمارے دشمنوں پر ہماری مدد فرمائیے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ غیب نہیں جانتے، غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، یہ ساری چیزیں قول و عمل کا شرک ہیں، اور اگر انسان اس کے ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ ایسا کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، تو وہ شخص قول، عمل اور عقیدہ ہر اعتبار سے کافر ہو جائے گا، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۴- شک کے ذریعہ ارتداد:

ہم نے (آپ کے سامنے) قول، عمل اور عقیدہ کے ذریعہ ہونے والا ارتداد پیش کیا، جہاں تک شک کے ذریعہ ارتداد کا مسئلہ ہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی کہے: میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے یا نہیں؟... مجھے شک ہے! تو ایسا شخص شک کی وجہ سے کافر ہے، یا یہ کہے کہ: میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ: مجھے نہیں معلوم کہ جنت وجہنم حق ہیں یا نہیں؟... میں نہیں جانتا' مجھے شک ہے۔ تو اس قسم کے آدمی سے توبہ کروائی جائے گی' اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے کفر کے سبب قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس نے ایک ایسی چیز کے بارے میں شک کیا ہے جو اسلام میں نص اور اجماع کے ذریعہ بدیہی طور پر معلوم ہے۔

جو شخص اپنے دین میں شک کرے اور کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ حق ہے؟ یا رسول حق ہیں؟ وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یا یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا وہ آخری نبی تھے؟ یا یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ مسیلمہ جھوٹا تھا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ اسود عنسی - جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا - جھوٹا تھا یا نہیں؟ یہ تمام شکوک دین اسلام سے ارتداد کا سبب ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی اور اس کے سامنے حق کھول کھول کر بیان کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح اگر یہ کہے کہ مجھے نماز کے بارے میں شک ہے کہ وہ واجب ہے یا نہیں؟ اور زکاۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور ماہ رمضان کے روزں کے بارے میں شک ہے کہ کیا وہ واجب ہیں یا نہیں؟ یا استطاعت کے باوجود حج کے بارے میں شک کرے کہ کیا وہ عمر میں ایک مرتبہ واجب ہے یا نہیں؟ تو یہ تمام شکوک کفر اکبر ہیں، ان کے مرتکب سے توبہ کرائی جائے گی، اگر توبہ کر لے اور ایمان لے آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه".

جو اپنا دین تبدیل کر لے اسے قتل کر دو۔

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے(۱)۔

---

(۱) دیکھئے: حدیث (۳۰۱۷) اس کی تخریج ص (۲۳۴) میں گزر چکی ہے۔

لہٰذا ان تمام باتوں یعنی نماز، زکاۃ، روزہ اور حج کے بارے میں یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ یہ حق ہیں اور تمام مسلمانوں پر شرعی شروط کی روشنی میں واجب ہیں (۱)۔

رہا عارضی وسوسہ اور دل کے کھٹکے، تو ان سے کوئی نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ مومن انہیں دفع کرتا رہے اور ان سے اظہار اطمینان نہ کرے اور وہ اس کے دل میں پیوست نہ ہونے پائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن الله تجاوز لأمتي ما حدثت به أنفسها ما لم يتكلموا أو يعملوا به" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے میری امت کے نفس میں پیدا ہونے والے خیالات کو معاف کر دیا ہے جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کر لیں۔

اور ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ درج ذیل اعمال کرے:

۱- شیطان سے اللہ عز وجل کی پناہ مانگے۔

۲- نفس میں پیدا ہونے والی چیزوں سے باز رہے (۳)۔

۳- اور یہ کہے: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا (۴)۔

دوسری قسم: دائرۂ کفر میں نہ داخل کرنے والی برائیاں:

یہ چیزیں ایمان کو کمزور اور اس میں نقص پیدا کرتی ہیں نیز اس کے مرتکب کو جہنم اور اللہ کے غیظ و غضب کا مستحق بناتی ہیں، لیکن ان کا مرتکب کافر نہیں ہوتا، جیسے سود خوری اور دیگر حرام امور مثلاً زنا کاری اور بدعات کا ارتکاب، بشرطیکہ اس کا ایمان ہو کہ وہ حرام ہے، اسے حلال نہ سمجھے، اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ ایسا کرنا حلال ہے تو وہ

---

(۱) دیکھئے: القوادح فی العقیدۃ ووسائل السلامۃ منھا، از سماحۃ الشیخ علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ، ص ۲۷ تا ۴۲، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب اذا لم تستقر، ۱/۱۱۶۔

(۳) متفق علیہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، ۴/۱۱۰، حدیث (۳۲۷۶)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان وما یقولہ من وجدھا، ۱/۱۰۲، حدیث (۱۳۴)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان وما یقولہ من وجدھا، ۱/۱۱۹، حدیث (۱۳۴)۔

کافر ہو جائے گا، اس کے علاوہ دیگر اعمال جیسے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے جشن منانا' یہ ایک بدعت ہے جسے چوتھی صدی ہجری اور اس کے بعد میں لوگوں نے ایجاد کیا ہے' تو یہ تمام چیزیں عقیدہ کو مضمحل کرنے کا سبب ہیں' البتہ اگر میلاد کے اس جشن میں رسول کریم ﷺ سے فریاد کی جائے تو یہ بدعت کی پہلی قسم میں سے یعنی دین اسلام سے خارج کرنے والی ہوگی۔

اسی طرح دوسری قسم میں سے بدشگونی لینا بھی ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے، اللہ عزوجل نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قالوا اطيرنا بك وبمن معك قال طائركم عند الله بل أنتم قوم تفتنون﴾(۱)۔

انھوں نے کہا: ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں' (صالح علیہ السلام) نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے یہاں ہے' بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

چنانچہ بدشگونی کفر سے کمتر شرک ہے...، اسی طرح اسراو معراج کی شب میں جشن منانا بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد"(۲)۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود ہے۔

گفتگو مختصراً ختم ہوئی (۳)۔

---

(۱) سورۃ النمل: ۴۷۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، ۳/۲۲۲، حدیث (۲۶۹۷)، صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب نقض الاحکام الباطلہ ومحدثات الامور، ۳/۱۳۴۴، حدیث (۷۱۸)۔

(۳) القوادح فی العقیدہ، از علامہ ابن باز، یہ دراصل ایک تقریر ہے جسے موصوف نے جامع کبیر میں ماہ صفر ۱۴۰۳ھ میں کی تھی، یہ تقریر میری پرسنل لائبریری میں رکارڈ شدہ موجود ہے، الحمدللہ بعد میں یہ تقریر ۱۴۱۶ھ میں ''القوادح فی العقیدۃ ووسائل السلامۃ منھا'' کے نام سے کتابچہ کی شکل میں شائع بھی ہوئی، اس کی اشاعت اور مولف پر پیش کرنے کا اہتمام شیخ خالد بن عبدالرحمٰن الشایع نے کیا، اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

پانچواں مسلک: کفر کے اثرات ونقصانات:

کفر کے بڑے خطرناک اثرات اور بڑے عظیم نقصانات ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- دنیا اور آخرت کی ساری برائی کفر کے اثرات ونقصانات میں سے ہے۔

۲- کفر اپنے مرتکب کے لئے گمراہی کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله قد ضلوا ضلالاً بعيداً﴾(۱)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل گئے۔

۳- کفر اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہ فرمائے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقاً، إلا طريق جهنم خالدين فيها أبداً وكان ذلك على الله يسيراً﴾(۲)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش پڑے رہیں گے، اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔

۴- کفر ذلت ورسوائی کا سب سے بڑا سبب ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وأن الله مخزي الكافرين﴾(۳)۔

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

۵- کافر کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم واجب کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا لهم نار جهنم لا يقضى عليهم فيموتوا ولا يخفف عنهم من عذابها كذلك نجزي كل كفورٍ﴾(۴)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱٦۷۔

(۲) سورۃ النساء: ۱٦۸، ۱٦۹۔

(۳) سورۃ التوبہ: ۲۔

(۴) سورۃ فاطر: ۳٦۔

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

۶ - کفر سارے اعمال کو مٹا دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وقدمنا إلى ماعملوا من عمل فجعلناه هباء منثوراً﴾(۱)۔

اور انھوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو في الآخرة من الخاسرين﴾(۲)۔

اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے اس کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿والذين كفروا أعمالهم كسرابٍ بقيعةٍ يحسبه الظمآن ماءً حتى إذا جاء ہ لم يجده و وجد الله عنده فوفاه حسابه والله سريع الحساب﴾(۳)۔

اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿مثل الذين كفروا بربهم أعمالهم كرماد اشتدت به الريح في يوم عاصف لايقدرون مما كسبوا على شيء ذلک هو الضلال البعيد﴾(۴)۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۲۳۔

(۲) سورۃ المائدہ: ۵۔

(۳) سورۃ النور: ۳۹۔

(۴) سورۃ ابراہیم: ۱۸۔

ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا' ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے' جو بھی انھوں نے کیا ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے' یہی دور کی گمراہی ہے۔

۷- کفر ہمیشہ کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كذلك يريهم الله أعمالهم حسراتٍ عليهم وما هم بخارجين من النار﴾ (۱)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا انہیں حسرت دلانے کے لئے' اور یہ ہرگز جہنم سے نہ نکلیں گے۔

۸- کفر اللہ کے دربار سے دھتکارے جانے اور اس کی رحمت سے دور کئے جانے کا سبب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إن الله لعن الكافرين وأعد لهم سعيراً﴾ (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھا ہے۔

۹- کفر اللہ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب کا عظیم ترین سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولكن من شرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم﴾ (۳)۔

لیکن جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

۱۰- کفر کافر کے سینے کو سب سے زیادہ تنگ بنا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يرد الله أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لا يؤمنون﴾ (۴)۔

اور اللہ جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۶۷۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۶۴۔

(۳) سورۃ النحل: ۱۰۶۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

۱۱- کفر دل پر مہر لگا دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وقولهم قلوبنا غلف بل طبع الله عليها بكفرهم فلايؤمنون إلا قليلا﴾ (۱)۔

اور اس سبب سے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے' اس لئے وہ بہت ہی تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔

۱۲- کفر اکبر جہاد کے ذریعہ یا مسلمانوں کے حکام کے ذریعہ جان و مال کو حلال کر دیتا ہے۔

۱۳ - کفر اکبر کافر اور مومنوں کے درمیان عداوت و دشمنی کو واجب کر دیتا ہے، لہٰذا مومنوں کے لئے اس سے محبت اور دوستی رکھنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۱۴- کفر اصغر ایمان میں کمی پیدا کرتا ہے اور اسے کمزور کر دیتا ہے، اور اس کا مرتکب اگر اس سے توبہ نہ کرے تو اس بات کا بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور اس کے دردناک عذاب کا شکار ہو جائے' اور یہ معاصی کے قبیل سے ہے (۲)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۵۵۔

(۲) دیکھئے: فتاویٰ شیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ، ۴/۲۰، ۴۵۔

پانچواں مبحث:

ایمان کا نوراور نفاق کی تاریکیاں

پہلا مطلب: ایمان کا نور

پہلا مسلک: ایمان کا مفہوم:

اولاً: ایمان کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

ایمان کے لغوی معنیٰ: تصدیق کے ہیں، برادران یوسف نے اپنے والد سے کہا تھا: ﴿ وما أنت بمؤمنٍ لنا ﴾ (۱) یعنی آپ ہماری (باتوں کی) تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ایمان کی حقیقت (اصطلاحی مفہوم):

ایمان قول وعمل سے مرکب ہے، یعنی دل وزبان کا اقرار، اور دل وزبان اوراعضاء وجوارح کا عمل، یہ چار چیزیں دین اسلام کی جامع ہیں:

(۱) دل کا قول (اقرار): یعنی دل کی تصدیق، یقین اوراعتقاد۔

(۲) زبان کا قول: یعنی شہادتین (کلمۂ شہادت): ''لا الہ الا اللہ' محمد رسول اللہ'' (ﷺ) کی زبان سے ادائیگی اوراس کے لوازمات کا اقرار۔

(۳) دل کا عمل: یعنی نیت، اخلاص، محبت، تابعداری، اللہ کی طرف کامل توجہ، اس پر توکل واعتماد اوراس کے لوازمات ومتعلقات۔

---

(۱) سورۃ یوسف: ۱۷۔

(۴) زبان اور اعضاء و جوارح کا عمل: **زبان کا عمل** وہ چیزیں ہیں جو زبان کے بغیر ادا نہیں ہوسکتیں، جیسے تلاوت قرآن کریم، بقیہ اذکار و وظائف اور دعاء و استغفار وغیرہ۔ اور **اعضاء و جوارح کا عمل** وہ چیزیں ہیں جن کی ادائیگی اعضاء و جوارح سے ہی ممکن ہے، جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور اللہ کی مرضی میں چلنا پھرنا، جیسے مساجد، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ان کے علاوہ ان تمام کاموں کے لئے آمد و رفت جن کا ذکر ایمان کی شاخوں والی حدیث میں ہوا ہے(۱)۔

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حکم کردہ تمام باتوں کو مان کر اور ظاہری و باطنی طور پر ان کی تابعداری کر کے اس کے مکمل اعتراف اور پختہ تصدیق کا نام ایمان ہے' چنانچہ ایمان دل کی تصدیق و اعتقاد کا نام ہے جو کہ قلب و قالب (جسم) کے تمام اعمال کو شامل ہے، اور یہ پورے دین اسلام کی انجام دہی کو شامل ہے، اسی لئے ائمۂ کرام اور سلف صالحین کہا کرتے تھے کہ ایمان' دل و زبان کے قول اور دل، زبان اور اعضاء و جوارح کے عمل کا نام ہے، یعنی ایمان قول، عمل اور عقیدہ کا نام ہے جو اطاعت گزاری سے بڑھتا اور معصیت کاری سے گھٹتا ہے، چنانچہ وہ ایمان کے جملہ عقائد، اخلاق اور اعمال کو شامل ہے'' (۲)۔

ثانیاً: ایمان اور اسلام کے درمیان فرق:

شریعت میں ایمان کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ اسلام کا ذکر نہ کر کے صرف ایمان کا ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان سے پورا دین مراد ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور﴾ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ لابن ابی العزص: ۳۷۳، معارج القبول شرح سلم الوصول الی علم الاصول فی التوحید از شیخ حافظ الحکمی ۲/ ۵۸۷-۵۹۱، اصول وضوابط فی التکفیر للعلامۃ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ، ص۳۴، نیز دیکھئے: کتاب الایمان لابن مندہ ۱/ ۳۰۰-۳۴۱۔

(۲) التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان، ص۹، نیز دیکھئے: کتاب الایمان لابن مندہ ۱/ ۳۴۱، فتاویٰ ابن تیمیہ ۷/ ۵۰۵۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی (سرپرست) ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ اپنے قول "ایمان: عقیدہ اور قول وعمل کا نام ہے، اور سارے اعمال ایمان کے نام میں داخل ہیں" سے یہی معنیٰ مراد لیتے ہیں۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کا ایک ساتھ ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان کی تفسیر پوشیدہ عقائد سے کی جائے گی، جیسے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی وبری تقدیر پر ایمان رکھنا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا رشاد ہے:

﴿والذين آمنوا و عملوا الصالحات﴾(۱)۔

جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے۔

اور اسلام کی تفسیر اعضاء وجوارح کے ظاہری اعمال سے کی جائے گی، جیسے شہادتین کا اقرار، نماز، زکاۃ، روزہ، حج اور ان کے علاوہ دیگر اعمال (۲)، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن المسلمين والمسلمات والمؤمنين والمؤمنات﴾ الآیۃ (۳)۔

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔

چنانچہ جب ایمان واسلام کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہوگا تو دونوں کا معنیٰ ایک ہوگا، اور جب دونوں کا اکٹھا ذکر ہوگا تو دونوں کے معانی مختلف ہوں گے، بعینہ "فقیر اور مسکین" کی طرح، کہ جب دونوں میں سے ایک کا تنہا ذکر ہوگا تو دوسرا بھی (اس میں) شامل ہوگا، اور جب دونوں اکٹھا ذکر کئے جائیں گے تو ہر ایک کا ایک خاص اور الگ مفہوم ہوگا (۴)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۵۷۔

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہ ۷/۱۳ تا ۱۵، و ۵۵۱ تا ۵۵۵، معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی ۲/ ۵۹۷ تا ۶۰۸۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۳۵۔

(۴) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۷/ ۵۵۱، ۵۷۵ تا ۶۲۳، جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱/ ۱۰۴۔

دوسرا مسلک: حصول ایمان اوراس میں زیادتی کے اسباب وذرائع:

ایمان بندے کا کمال ہے، اسی سے دنیا وآخرت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، وہی ہر طرح کی دیر سویر بھلائی کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہے، ایمان کا حصول، اس میں تقویت اور اس کی تکمیل اس چیز کی معرفت ہی سے ہوسکتی ہے جس سے ایمان حاصل ہوتا ہے (یعنی جو ایمان کا مرجع ومصدر ہے) کیوں کہ ایمان کے حصول اور اس میں تقویت اور اضافہ کے اسباب بکثرت ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

پہلا سبب: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں وارد اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت، ان کے معانی کو سمجھنے کی کوشش اور ان کے ذریعہ اللہ کی عبادت وبندگی: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها وذروا الذين يلحدون في أسمائه سيجزون ما كانوا يعملون﴾(١)۔

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں لہٰذا اللہ کو انہی ناموں سے پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں (الحاد) کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"إن لله تسعة وتسعين اسماً، مائة إلا واحداً، من أحصاها دخل الجنة" (٢)۔

بیشک اللہ عزوجل کے ایک کم سو یعنی ننانوے (۹۹) نام ایسے ہیں کہ جس نے انہیں شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

''جس نے انہیں شمار کیا'' یعنی انہیں یاد کیا، ان کے معانی کو سمجھا، ان کا عقیدہ رکھا اور ان کے ذریعہ اللہ

---

(۱) سورۃ الأعراف: ۱۸۰۔

(۲) متفق علیہ بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط والثنیا في الاقرار والشروط التي یتعارفھا الناس بینھم، ۳/۲۴۲، حدیث نمبر: (۲۷۳۶) وصحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب في اسماء اللہ تعالی وفضل من أحصاھا، ۴/۲۰۶۳، مذکورہ الفاظ صحیح مسلم ہی کے ہیں۔

کی بندگی کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ ایمان کا سب سے عظیم سرچشمہ اور اس کے حصول اور اس کی قوت وثبات کا مرکز اصیل ہے، اللہ عز وجل کے اسماء حسنیٰ کی معرفت ایمان کی بنیاد ہے اور توحید کی تینوں قسموں توحید ربوبیت' توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کو شامل ہے۔توحید کی یہ قسمیں ایمان کی روح، اس کی اصل اور اس کی غایت ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت میں اضافہ ہوگا اسی قدر اس کے ایمان میں زیادتی اور یقین میں پختگی اور استحکام پیدا ہوگا، لہٰذا بندۂ مومن کو چاہئے کہ اپنی طاقت ومقدور بھر اللہ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرے اس طور پر کہ ان کو نہ تو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے، نہ ان کے معنیٰ کی نفی کرے، نہ ان کی کیفیت بیان کرے اور نہ ہی ان میں تحریف وتبدیلی کرے(۱)۔

دوسرا سبب: عمومی طور پر قرآن کریم میں غور وتدبر کرنا: کیونکہ (اس میں) غور وتدبر کرنے والا اس کے علوم ومعارف سے استفادہ کرتا ہے جس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح جب وہ قرآن کریم کے نظم واستحکام میں غور کرتا ہے اور یہ کہ قرآن کریم کے بیانات باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں ان میں باہم کوئی اختلاف وتعارض نہیں ہے، جب یہ ساری چیزیں سوچتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (کتاب) منزل من جانب اللہ ہے، یہ ایمان کی تقویت کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے(۲)۔

تیسرا سبب: نبی کریم ﷺ کی احادیث کی اور ان میں جن ایمانی علوم واعمال کی دعوت پائی جاتی ہے ان کی معرفت: یہ ساری چیزیں ایمان کے حصول اور اس کی تقویت کے اسباب میں سے ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی کتاب اللہ اور سنت رسول (ﷺ) کی معرفت میں اضافہ ہوگا اسی قدر اس کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوگا۔

چوتھا سبب: نبی کریم ﷺ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق اور کامل صفات کی معرفت: کیونکہ جس شخص کو ان

---

(۱) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للعلامۃ السعدی ص:۴۰۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۲/ ۲۸، التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی ص:۴۱۔

چیزوں کی کما حقہ معرفت ہوگی اسے آپ ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) اور دین حق کی صداقت میں ذرا بھی شک وشبہہ نہ ہوگا۔

پانچواں سبب: کائنات عالم میں غور وفکر: یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں موجود نوع بنوع مخلوقات میں غور کرنا، انسان کی ذات اور اس کی (کونی) صفات میں غور کرنا، یہ چیزیں ایمان کا قوی سبب ہیں، کیوں کہ ان مخلوقات کے اندر خالق کی قدرت وعظمت پر دلالت کرنے والی خلقت کی عظمت کا شاہکار اور محیر العقول استحکام اور حسن انتظام پایا جاتا ہے۔

اسی طرح تمام مخلوقات کی بے بسی اور ہر طرح سے اللہ کی طرف ان کی محتاجگی اور ضرورت نیز یہ کہ مخلوق اللہ عز وجل سے ایک لمحہ کے لئے بھی بے نیاز نہیں ہوسکتی، ان تمام چیزوں میں غور وفکر کرنا، یہ چیز بندے کے لئے اپنے تمام تر دینی ودنیاوی منافع کے حصول اور نقصان دہ امور کے دور کرنے میں اللہ کے لئے کمال خضوع، کثرت دعاء، اللہ کی طرف محتاجگی اور الحاح وزاری کے اظہار نیز اپنے رب پر قوی بھروسہ، اس کے وعدے پر پورا اعتماد اور اس کے احسان وکرم کی شدید لالچ وخواہش کو واجب کرتی ہے، اور انہی چیزوں سے حقیقی معنوں میں ایمان حاصل ہوتا ہے اور اس میں قوت واستحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ عز وجل کی ان بیشمار خاص وعام نعمتوں میں غور وفکر کرنا جن سے کوئی بھی مخلوق ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں۔

چھٹا سبب: ہمہ وقت کثرت سے اللہ عز وجل کا ذکر اور دعا (عبادت) کرنا: کیونکہ ذکر الٰہی دل میں ایمان کا پودا اگاتا ہے اور اسے غذا وقوت بہم پہنچاتا ہے، اور بندہ جتنا زیادہ اللہ کا ذکر کرے گا اتنا ہی اس کے ایمان میں قوت پیدا ہوگی، اور ذکر زبان، دل، عمل اور حال ہر طرح سے ہوتا ہے، چنانچہ بندہ کو ایمان کا اتنا حصہ ہی ملے گا جتنا وہ اللہ کا ذکر کرے گا۔

ساتواں سبب: اسلام کی خوبیوں کی معرفت: کیونکہ دین اسلام مکمل طور پر خوبیوں کا گنجینہ ہے، اس کے عقائد سب سے زیادہ صحیح، سچے اور نفع بخش ہیں، اس کے اخلاق سب سے اچھے اخلاق ہیں، اس کے اعمال و احکام سب سے بہتر اور اعتدال پر مبنی ہیں، ان تمام چیزوں میں غور فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے دل

میں ایمان کو مزین کر دیتا ہے اور اسے اس کے نزدیک محبوب بنا دیتا ہے، چنانچہ بندہ (اس کے نتیجہ میں) ایمان کی چاشنی پانے لگتا ہے، اور ایمان کے اصول اور اس کے حقائق سے اس کا باطن اور ایمان کے اعمال سے اس کا ظاہر حسین وجمیل اور خوب تر ہو جاتا ہے۔

آٹھواں سبب: اللہ عزوجل کی عبادت میں ''احسان'' کا وصف پیدا کرنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں جدوجہد اور کوشش کرنا: چنانچہ انسان اللہ کی عبادت میں اس طرح کوشش کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ اللہ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے، پھر عمل کو مکمل کرنے اور اسے بطریق احسن انجام دینے نیز قول وفعل، مال وجاہ اور منافع کی دیگر قسموں کے ذریعہ مخلوق کے ساتھ احسان کرنے میں جدوجہد اور کوشش کرے۔ جب وہ اچھی طرح خالق (اللہ) کی عبادت کرے گا اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور اس پر ہمیشگی برتے گا تو اس کے ایمان ویقین میں قوت پیدا ہوگی اور وہ ''حق الیقین'' تک جا پہنچے گا جو کہ یقین کا سب سے اونچا مرتبہ ہے، اور اس وقت اسے اطاعت کے کاموں میں چاشنی اور مٹھاس ملے گی اور (حسن) معاملات کے ثمرہ سے لطف اندوز ہوگا، اور یہی ایمان کامل ہے۔

نواں سبب: مومنوں کے اوصاف سے متصف ہونا: جیسے نماز میں خشوع وخضوع، اس میں حضور قلبی، زکاۃ کی ادائیگی، فضول چیزوں یعنی ہر وہ قول وفعل جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اس سے اعراض وغیرہ، بلکہ مسلمان (کو چاہئے کہ وہ) بھلی بات ہی بولے اور بھلا کام ہی کرے، قول وفعل کی برائی ترک کر دے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام چیزوں سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں قوت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح فواحش ومنکرات سے اجتناب، امانتوں اور وعدوں کا پاس ولحاظ وغیرہ ایمان کی علامتیں ہیں۔

دسواں سبب: اللہ عزوجل اور اس کے دین کی دعوت دینا، باہم حق وصبر کی وصیت کرنا، دین کی بنیاد کی طرف دعوت دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ دینی احکام کی پابندی کرنا، اس سے بندہ اپنی ذات کی اور دیگر لوگوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

گیارہواں سبب: کفر ونفاق اور فسق ونافرمانی کی شاخوں سے دور رہنا: کیونکہ ایمان کے لئے ایمان کو تقویت پہنچانے اور اس میں اضافہ کرنے والے تمام اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے، اسی طرح اضافہ

اور تقویت سے مانع اور اس کے آڑے آنے والے امور کو دور کرنا بھی ضروری ہے' یعنی گناہ کے کاموں کو ترک کرنا، ماضی میں سرزد ہوئے گناہوں سے توبہ کرنا،حرام چیزوں سے تمام اعضاء وجوارح کی حفاظت کرنا، ایمانی علوم میں قادح اور انہیں کمزور کرنے والے شبہات کے فتنوں نیز ایمان کے ارادوں کو کمزور کر دینے والی خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔

بارہواں سبب: فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنا اور خواہشات نفس کے غلبہ کے وقت اللہ کے محبوب اور پسندیدہ امر کو تمام خواہشات پر ترجیح دینا۔

تیرہواں سبب: اللہ کے نزول کے وقت اللہ سے مناجات (سرگوشی)' اس کے کلام کی تلاوت، دل کی حضوری اور اس کے روبرو آداب عبادت بجالانے کی خاطر خلوت (تنہائی) اپنانا، اور پھر آخر میں توبہ و استغفار کرنا۔

چودہواں سبب: سچے اور مخلص علماء کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے اقوال سے بہترین ثمرات چننا جس طرح عمدہ ترین میوے چنے جاتے ہیں(۱)۔

تیسرا مسلک: ایمان کے فوائد وثمرات:

ایمان کے فوائد وثمرات بے حساب و بے شمار ہیں، چنانچہ دل' جسم' راحت' پاکیزہ زندگی اور دنیا وآخرت میں نہ جانے کتنے فوائد وثمرات ہیں' مختصر یہ کہ دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں اور تمام تر برائیوں سے دوری (عافیت) یہ ایمان ہی کے ثمرات ہیں، ایمان کے چند فوائد وثمرات حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی ولایت پر رشک:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۳/ ۱۷، التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی ص ۴۰ تا ۶۲۔

(۲) سورۃ یونس: ۶۲۔

سنو! بے شک اللہ کے اولیاء (دوستوں) کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

پھر ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الذين آمنوا وكانوا يتقون﴾(۱)۔

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا يخرجهم من الظلمات إلى النور﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔

یعنی انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف، گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر اطاعت کی روشنی کی طرف اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر بیداری اور ذکر کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

(۲) رضاء الٰہی کا حصول:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئک سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم، وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ومساكن طيبة في جنات عدن ورضوان من الله أكبر ذلک هو الفوز العظيم﴾(۳)۔

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون ومددگار) ہیں، وہ

---

(۱) سورۃ یونس: ۶۳۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

(۳) سورۃ التوبہ: ۷۱،۷۲۔

بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ ان مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔

چنانچہ انہیں اللہ کی رضا ورحمت اور ان پاکیزہ محلوں کی کامیابی ان کے اس ایمان کے سبب حاصل ہوئی جس سے انھوں نے فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرکے اپنے آپ کو اور دیگر لوگوں کو مکمل کیا تھا' اس طور پر یہ حضرات عظیم ترین فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

(۳) کامل ایمان (سرے سے) جہنم میں داخل ہونے سے روکتا ہے' جب کہ کمزور (ناقص) ایمان جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لئے رہنے سے مانع ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص ایمان لاکر تمام واجبات بجالائے اور تمام حرام امور ترک کردے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش نہیں رہے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ تمام ناپسندیدہ چیزوں سے مومنوں کا دفاع کرتا ہے اور انہیں مصائب سے نجات عطا فرماتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الله يدافع عن الذين آمنوا﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔

یعنی ہر ناپسندیدہ چیز سے، جن وانس کے شیاطین کے شر سے اور دشمنوں سے ان کا دفاع کرتا ہے، نیز پریشانیوں کے نزول سے قبل ہی انہیں ان سے دور کردیتا ہے اور نزول کے بعد انہیں ختم کردیتا ہے یا ان میں

---

(۱) سورۃ الحج:۳۸۔

تخفیف کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَذَا النُّونِ إذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً فَظَنَّ أَن لَّن نَّقدِرَ عَلَيهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لا إلهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤمِنِينَ﴾ (۱)۔

اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو یاد کرو، جب وہ غصہ سے نکل کر گئے اور سوچا کہ ہم انہیں پکڑ نہ سکیں گے، بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھے کہ ''الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں سے ہوگیا''۔ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انہیں غم سے نجات دے دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ثم ننجي رسلنا والذين آمنوا كذلك حقاً علينا ننج المؤمنين﴾ (۲)۔

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو نجات دے دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين إنهم لهم المنصورون و إن جندنا لهم الغالبون﴾ (۳)۔

اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔ اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب و فتح یاب ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۸۷، ۸۸۔

(۲) سورۃ یونس: ۱۰۳۔

(۳) سورۃ الصافات: ۱۷۱ تا ۱۷۳۔

﴿ ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ﴾(۱)۔
اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔
یعنی لوگوں پر آنے والی ہر پریشانی سے نجات کی سبیل پیدا کر دیتا ہے۔
نیز ارشاد ہے:
﴿ ومن يتق الله يجعل له من أمره يسراً ﴾(۲)۔
اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے ہر معاملہ میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

چنانچہ متقی مومن کے مسائل اللہ تعالیٰ آسان فرماتا ہے، اسے آسانی کی توفیق عطا کرتا ہے، پریشانی سے نجات دیتا ہے، دشواریوں کو سہل کرتا ہے، اسے اس کے ہر غم سے چھٹکارا اور ہر تنگی سے نجات کی سبیل عطا کرتا ہے، اور اسے ایسے ذریعہ سے روزی عطا کرتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا، ان تمام باتوں کے شواہد کتاب وسنت میں بکثرت موجود ہیں۔

(۵) ایمان، دنیا وآخرت میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:
﴿من عمل صالحا من ذكرٍ أو أنثى وهو مؤمن فلنحيينه حياة طيبة ولنجزينهم أجرهم بأحسن ما كانوا يعملون﴾(۳)۔
جو مرد وعورت نیک عمل کرے دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

وہ اس طرح سے کہ ایمان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایمان دل کا سکون واطمینان، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی پر دل کی قناعت اور غیر اللہ سے بے تعلقی پیدا کرتا ہے، اور یہی پاکیزہ زندگی ہے، کیونکہ دل کا سکون و اطمینان اور ان تمام چیزوں سے دل کو تشویش نہ ہونا جن سے ایمان صحیح سے محروم شخص کو تشویش ہوتی ہے، یہی

(۱) سورۃ الطلاق:۲۔
(۲) سورۃ الطلاق:۴۔
(۳) سورۃ النحل:۹۷۔

پاکیزہ زندگی کی بنیاد ہیں(۱)۔

اور پاکیزہ زندگی' پاکیزہ حلال روزی' قناعت، نیک بختی، دنیا میں عبادت کی لذت وحلاوت اور انشراح صدر کے ساتھ اطاعت کے کاموں کی بجا آوری کو شامل ہے(۲)۔

امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ پاکیزہ زندگی ان (مذکورہ) تمام چیزوں کو شامل ہے''(۳)۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"قد أفلح من أسلم، ورزق كفافاً وقنعه الله بما آتاه"(۴)۔

جوشخص اسلام لایا، اسے بقدر کفاف (گزربسر کی) روزی عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کردہ چیزوں پر قانع (قناعت کرنے والا) بنادیا وہ کامیاب وکامراں ہوگیا۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله لا يظلم المؤمن حسنةً، يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة، وأما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزى بها" (۵)۔

اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا، رہا کافر، تو وہ اللہ کے لئے کی ہوئی اپنی نیکیوں کے عوض دنیا میں کھاتا پیتا ہے' یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے

(۱) التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی، ص ۶۸۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ۲/ ۵۶۶۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق ۲/ ۵۶۶۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الکفاف والقناعۃ ۲/ ۷۳۰، حدیث نمبر: (۱۰۵۴)۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ وتعجیل حسنات الکافر فی الدنیا ۴/ ۲۱۶۲، حدیث نمبر: (۲۸۰۸)۔

بدلہ دیا جائے۔

(۶) تمام اقوال واعمال کی صحت وکمال خود عمل کرنے والے کے دل میں ایمان واخلاص کے اعتبار سے ہوا کرتی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا كفران لسعيه﴾ (۱)۔

تو جو بھی نیک عمل کرے دراں حالیکہ وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔

یعنی ایسے شخص کی کوشش اکارت اور اس کا عمل ضائع نہیں کیا جائے گا' بلکہ اسے اس کی ایمانی قوت کے اعتبار سے (بڑھا کر) گنا در گنا (اجر) عطا کیا جائے گا۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

﴿ومن أراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فأولئك كان سعيهم مشكوراً﴾ (۲)۔

اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہیئے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو' تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے یہاں پوری قدردانی کی جائے گی۔

"**آخرت کے لئے کوشش**" کا مطلب آخرت سے قریب کرنے والے ان اعمال کی بجا آوری اور ان پر عمل کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی زبانی مشروع فرمایا ہے۔

(۷) صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے، اور صراط مستقیم میں اللہ اسے علم حق اور اس پر عمل کی نیز محبوب و پرمسرت چیزوں کے حصول پر شکرگزاری کی اور مصائب و پریشانیوں پر اظہار رضامندی اور صبر کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات يهديهم ربهم بإيمانهم﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۹۴۔

(۲) سورۃ الاسراء: ۱۹۔

(۳) سورۃ یونس: ۹، نیز دیکھئے: سورۃ الحج: ۵۴، نیز ملاحظہ کریں: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی، ص ۷۰۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیا انہیں ان کا پروردگار ان کے ایمان کے سبب ہدایت عطا فرماتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں (آیت: ''بإیمانهم'' میں) باء سببیت کے لئے ہو، اور اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ دنیا میں ان کے ایمان کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے روز صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا تاکہ وہ اس سے گزر کر جنت میں پہنچیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ باء استعانت کے لئے ہو، جیسا کہ امام مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول ﴿یهدیهم ربهم بإیمانهم﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور بنائے گا جس میں وہ چلیں گے (۱)۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کے عمل کو ایک خوبصورت اور پاکیزہ خوشبو کی شکل دی جائے گی، جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو وہ اس کے سامنے آ کر اسے ہر قسم کی خیر و بھلائی کی بشارت دے گا، وہ (صاحب ایمان) اس سے کہے گا: تم کون ہو؟ وہ جواب دے گا کہ میں تمہارا عمل ہوں۔ اور پھر اس کے سامنے ایک نور بنایا جائے گا جو اسے جنت میں داخل کر دے گا (۲)۔

(۸) ایمان بندے کے لئے اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں اس کی محبت بھر دیتا ہے، اور جس سے اللہ عز وجل اور مومن بندے محبت کرنے لگیں اسے سعادت و کامرانی حاصل ہوتی ہے، اور مومنوں کی محبت کے فوائد بے شمار ہیں، جیسے ذکر خیر اور زندگی میں اور مرنے کے بعد اس کے لئے دعاء خیر وغیرہ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن وداً﴾ (۳)۔

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم ۲/۳۹۰۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبری ۱۵/۲۷، انہوں نے اسے قتادہ تک بسند روایت کیا ہے۔

(۳) سورۃ مریم: ۹۶۔

بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے اللہ رحمٰن محبت پیدا کردے گا۔

(۹) دین میں امامت کا حصول، یہ ایمان کے عظیم ترین ثمرات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ علم وعمل کے ذریعہ اپنے ایمان کی تکمیل کرنے والے مومن بندوں کو سچی زبان عطا فرمادے اور انہیں ایسے ائمہ بنادے جو اس کے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کریں اور ان کی اقتدا و پیروی کی جائے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون﴾(۱)۔

اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

چنانچہ صبر ویقین ہی سے دین میں امامت کا مقام حاصل ہوتا ہے، کیونکہ صبر ویقین ہی ایمان کی اساس اور کمال ہیں۔

(۱۰) بلندیٔ درجات کا حصول، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات﴾(۲)۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔

چنانچہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک اور اللہ کے بندوں کے نزدیک دنیا وآخرت میں پوری مخلوق میں سب سے اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔

انہیں یہ رتبۂ بلند محض ان کے سچے ایمان اور علم ویقین کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

(۱۱) اللہ کی کرامت (عزت ومقام) اور ہر طرح سے امن وسکون کی بشارت کا حصول، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وبشر المؤمنين﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ السجدہ:۲۴۔

(۲) سورۃ المجادلہ:۱۱۔

(۳) سورۃ البقرہ:۲۲۳، سورۃ التوبہ:۱۱۲، سورۃ یونس:۸۷، سورۃ الاحزاب:۴۷، سورۃ الصف:۱۳۔

اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

(اس آیت کریمہ میں) اللہ نے بشارت کا مطلق ذکر فرمایا ہے تاکہ ہر طرح کی دیر سویر بھلائی کو شامل ہو، جب کہ درج ذیل آیت کریمہ میں بشارت کا مقید ذکر فرمایا ہے:

﴿وبشر الذين آمنوا وعملوا الصالحات أن لهم جنات تجري من تحتها الأنهار﴾ (۱)۔

اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اس بات کی بشارت دیدیجئے کہ ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

چنانچہ اہل ایمان کے لئے عام اور خاص خوشخبری ہے، اور انہی کے لئے دنیا و آخرت میں عمومی امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئک لهم الأمن وهم مهتدون﴾ (۲)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کیا' ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

اور انہی کے لئے خاص امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فمن آمن وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۳)۔

تو جو ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

چنانچہ (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے ان سے مستقبل کے خوف و ہراس کی اور ماضی کے رنج والم کی نفی فرمائی ہے، اور اسی سے ان کا امن وقرار مکمل ہوتا ہے، غرضیکہ مومن کے لئے دنیا و آخرت میں مکمل امن وسکون اور ہر خیر کی بشارت ہے (۴)۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۵۔

(۲) سورۃ الانعام: ۸۲۔

(۳) سورۃ الانعام: ۴۸۔

(۴) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی ص: ۷۷ تا ۸۸۔

(۱۲) ایمان سے گنا در گنا ثواب اور وہ مکمل نور حاصل ہوتا ہے جس کی روشنی میں بندہ اپنی زندگی میں چلتا ہے اور قیامت کے روز چلے گا، چنانچہ دنیا میں اپنے علم وایمان کی روشنی میں چلتا ہے اور جب قیامت کے روز ساری روشنیاں گل ہوں گی تو وہ اپنے نور سے پل صراط پر چلے گا' یہاں تک کہ کرامت ونعمت کے مقام (جنت) میں جا داخل ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان پر بخشش ومغفرت مرتب فرمائی ہے، اور جس کے گناہ بخش دیئے جائیں وہ عذاب الٰہی سے محفوظ ہوکر اجر عظیم سے ہمکنار ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وآمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نوراً تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم﴾ (۱)۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۳) مومنوں کو اپنے ایمان کے سبب ہدایت وکامرانی نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپ سے پہلے کے انبیاء پر نازل کردہ احکام پر مومنوں کے ایمان، ایمان بالغیب، نماز کی اقامت اور زکاۃ کی ادائیگی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿أولئک علی هدی من ربهم وأولئک هم المفلحون﴾ (۲)۔

یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر (گامزن) ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

چنانچہ یہی مکمل ہدایت وکامرانی ہے، کامل ومکمل ایمان کے بغیر ہدایت وکامیابی کی کوئی سبیل نہیں۔

(۱۴) پند ونصائح سے استفادہ ایمان کے ثمرات میں سے ہے، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿وذکر فإن الذکری تنفع المؤمنین﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الحدید: ۲۸، نیز دیکھئے: سورۃ الانفال: ۲۹۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۵۔

(۳) سورۃ الذاریات: ۵۵۔

اورآپ نصیحت فرمائیے کیونکہ نصیحت مومنوں کوفائدہ پہنچاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ ایمان' صاحب ایمان کوعلمی وعملی طور پرحق کی پابندی اوراس کی اتباع پرآمادہ کرتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے پاس نفع بخش نصائح کے حصول کاعظیم آلہ اور پوری تیاری ہوتی ہےاورحق کی قبولیت اوراس پرعمل سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

(۱۵) ایمان' صاحب ایمان کوخوشی میں شکرگزاری' پریشانی میں صبراوراپنے تمام اوقات میں خیروبھلائی حاصل کرنے پرآمادہ کرتا ہے، اللہ عزوجل کاارشادگرامی ہے:

﴿ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتاب من قبل أن نبرأها إن ذلك على الله يسير لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم والله لا يحب كل مختالٍ فخور﴾ (۱)۔

تمہیں جوکوئی مصیبت دنیامیں یا (خاص) تمہاری جان میں پہنچتی ہےقبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے' بلاشبہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے لئے (نہایت) آسان ہے۔تاکہ تم اپنے سےفوت شدہ کسی چیز پررنجیدہ نہ ہواور نہ عطاکردہ کسی چیز پراتراؤ' اوراللہ تعالیٰ اترانے' فخرکرنے والے سےمحبت نہیں کرتا۔

نیزارشادباری ہے:

﴿ما أصاب من مصيبةٍ إلا بإذن الله ومن يؤمن بالله يهد قلبه﴾ (۲)۔

جوبھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوا کرتی ہے، اور جواللہ پرایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔

اگرایمان کے ثمرات میں سے صرف یہی ہوتا کہ ایمان' صاحب ایمان کومصائب ومشکلات میں' جن سے ہرایک دوچار ہوتا ہے' تسلی دیتا ہےتو بھی کافی تھا، جب کہ ایمان ویقین سے شرف یابی (بذات خود)

---

(۱) سورۃ الحدید:۲۲،۲۳۔

(۲) سورۃ التغابن:۱۱۔

مصائب میں تسلی کا عظیم ترین سبب ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"عجباً لأمر المؤمن إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن: إن أصابته سراء شكر، فكان خيراً له، وإن أصابته ضراء صبر فكان خيراً له" (۱)۔

مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے' اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے، اور یہ شرف صرف مومن ہی کو حاصل ہے' اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور وہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

صبر وشکر تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہیں، مومن اپنے تمام اوقات میں بھلائیوں کو غنیمت جانتا ہے اور ہر حالت میں فائدہ اٹھاتا ہے، نعمت وخوشحالی کے حصول پر اسے بیک وقت دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: محبوب و پسندیدہ امر کے حصول کی نعمت، اور اس سے بڑھ کر اس پر شکر گزاری کی توفیق کی نعمت، اور اس طرح اس پر نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے، اور پریشانی سے دوچار ہونے پر اسے بیک وقت تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: گناہوں کے کفارہ کی نعمت، اس سے بڑھ کر مرتبہ صبر کے حصول کی نعمت، اور اس پر پریشانی کے آسان اور سہل ہونے کی نعمت، کیونکہ جب اسے اجر وثواب کے حصول کی معرفت اور صبر کی مشق ہوگی تو اس پر مصیبت آسان اور سہل ہو جائے گی (۲)۔

(۱۶) سچا ایمان' شک وشبہہ ختم کر دیتا ہے اور ان تمام شکوک کی جڑ کاٹ دیتا ہے جو بہت سے لوگوں کو لاحق ہو کر انہیں دین کے اعتبار سے نقصان پہنچاتے ہیں، جن وانس کے شیاطین اور برائی کا حکم دینے والے نفوس کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کی بیماریوں کا سچے ایمان کے سوا کوئی علاج نہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا﴾ (۳)۔

بیشک (سچے حقیقی) مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر شک میں مبتلا

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ۴/ ۲۲۹۵، حدیث نمبر: (۲۹۹۹)۔

(۲) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی ص: ۸۷، ۸۸۔

(۳) سورۃ الحجرات: ۱۵۔

نہ ہوئے۔

ان وسوسوں کا علاج (مندرجہ ذیل) چار چیزیں ہیں:

۱- ان شیطانی وسوسوں سے باز رہنا۔

۲- ان وسوسوں کے ڈالنے والے یعنی شیطان کے شر سے (اللہ کی) پناہ مانگنا۔

۳- ایمانی عصمت (ڈھال) سے بچاؤ کرنا، چنانچہ بندہ کہے: ''آمنت بالله'' میں اللہ پر ایمان لایا۔

۴- ان وسوسوں کے بارے میں زیادہ سوچنے سے باز رہنا(۱)۔

(۱۷) اللہ عزوجل پر ایمان' خوشی وغم، خوف وامن، اطاعت ونافرمانی اوران کے علاوہ ان سارے امور میں جو ہر شخص کو لامحالہ پیش آتے ہیں' مومنوں کا ماویٰ وملجا ہے، چنانچہ وہ خوشی ومسرت کے وقت ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، چنانچہ وہ اللہ کی حمد کرتے اوراس کی ثنا بیان کرتے ہیں اور نعمتوں کو اللہ کے محبوب کاموں میں استعمال کرتے ہیں، اسی طرح پریشانیوں، دشواریوں اور ہموم وغموم کے وقت مختلف انداز میں ایمان کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، اپنے ایمان اوراس کی حلاوت ومٹھاس نیز اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور رنج وملال اور قلق واضطراب کا مقابلہ دل کے سکون اور رنج وغم کو کافور کرنے والی پاکیزہ زندگی کی طرف رجوع کرکے کرتے ہیں، اورخوف کے وقت بھی ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے اوراس سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، اوراس سے ان کے ایمان، ثابت قدمی، قوت اور بہادری میں اضافہ ہوتا ہے اور لاحق ہونے والا خوف جاتا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم إيماناً وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل، فانقلبوا بنعمة من الله وفضلٍ لم يمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضلٍ عظيمٍ﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی، ص: ۸۳۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۷۳، ۱۷۴۔

وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) یہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، اورانہوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی، اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

(۱۸) سچا ایمان، بندے کو ہلاکت انگیز چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا:

"لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن، ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن، ولايشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن"(۱)۔

زناکار زناکاری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، چور چوری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، شرابی شراب پینے کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا۔

اور جس شخص سے یہ ساری چیزیں صادر ہوتی ہیں وہ اس کے ایمان کی کمزوری، نور ایمانی کے فقدان اور اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کے ختم ہو جانے کا سبب ہوتی ہیں، یہ بات معروف اور مشاہدہ میں ہے۔ صحیح سچا ایمان، اللہ سے شرم وحیا، اس کی محبت، اس کے ثواب کی قوی امید، اس کے عذاب کا خوف اور نور ایمانی کے حصول کی خواہش سے معمور ہوتا ہے، اور یہ ساری چیزیں صاحب ایمان کو ہر طرح کی بھلائی کا حکم دیتی ہیں اور ہر قسم کی برائی سے منع کرتی ہیں۔

(۱۹) مخلوق میں سب بہتر لوگ دو قسم کے ہیں، اور وہ اہل ایمان ہی ہیں، چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مثل المؤمن الذي يقرأ القرآن مثل الأترجة ريحها طيب وطعمها طيب، ومثل المؤمن الذي لا يقرأ القرآن مثل التمرة لا ريح لها وطعمها حلو، ومثل المنافق الذي

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب النھی بغیر اذن صاحبہ ۳/۱۴۶، حدیث نمبر: (۲۴۷۵)، صحیح مسلم (الفاظ مسلم ہی کے ہیں) کتاب الایمان، باب نقصان الایمان بالمعاصی، ۱/۷۶، حدیث نمبر: (۵۷)۔

یـقرأ القرآن مثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مر، ومثل المنافق الذي لا يقرأ القرآن كمثل الحنظلة ليس لها ريح وطعمها مر"(۱)۔

قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اس نارنگی کی ہے جو خوشبودار ہوتی ہے اوراس کا مزہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اورقرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال اس کھجور کی ہے جس میں خوشبوتو نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے، اورقرآن پڑھنے والے منافق کی مثال اس ریحانہ (ایک قسم کا پھول) کی طرح ہے جو خوشبودار ہوتا ہے مگر اس کا مزہ تلخ ہوتا ہے، اورقرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اس اندرائن کی طرح ہے جس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اوراس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

چنانچہ لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ جو بذات خود اچھے ہیں، اوران کی اچھائی دوسروں تک پہنچتی ہے، یہ سب سے بہتر قسم کے لوگ ہیں۔

چنانچہ یہ قرآن پڑھنے والا اور دینی علوم کی معرفت حاصل کرنے والا مومن خود اپنی ذات کے لئے بھی مفید ہے اور دوسروں کے لئے بھی نفع بخش ہے، ایسا شخص بابرکت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

دوسری قسم: جو بذات خود اچھا اور بھلائی والا ہے، یہ وہ مومن شخص ہے جس کے پاس اتنا علم نہیں جس کا فائدہ غیروں کو بھی عام ہو۔

یہ (مذکورہ) دونوں قسموں کے لوگ مخلوق کے سب سے بہتر لوگ ہیں، اوران میں ودیعت کردہ خیر و بھلائی مومنوں کے حالات کے اعتبار سے خود ان کے لئے محدود ہوتی ہے یا دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

تیسری قسم: وہ جو خیر وبھلائی سے محروم ہے، لیکن اس کا نقصان غیروں تک نہیں پہنچتا ہے۔

چوتھی قسم: جو خود اپنی ذات کے لئے اور دوسروں کے لئے بھی نقصان دہ ہے' یہ سب سے بدترین قسم کے لوگ ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضیلۃ حافظ القرآن ۱/۵۴۹، حدیث نمبر: (۷۹۷)۔

چنانچہ ساری خیر و بھلائی کا مرجع ایمان اور اس سے متعلقہ امور ہیں، اور ساری شر و برائی کا مرجع ایمان کا فقدان اور اس کی ضد (بے ایمانی) کے وصف سے متصف ہونا ہے(۱)۔

(۲۰) ایمان زمین میں خلافت (جانشینی) عطا کرتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمناً يعبدونني لا يشركون بي شيئاً ومن كفر بعد ذلك فأولئك هم الفاسقون﴾(۲)۔

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا' وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور جو لوگ اس کے بعد کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

(۲۱) ایمان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وكان حقاً علينا نصر المؤمنين﴾(۳)۔

اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا حق (لازم) ہے۔

(۲۲) ایمان بندے کو عزت (غلبہ و سربلندی) عطا کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون﴾(۴)۔

عزت صرف اللہ تعالیٰ' اس کے رسول ﷺ اور مومنوں ہی کے لئے لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔

---

(۱) دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرۃ الایمان للسعدی، ص ۶۳ تا ۹۰۔

(۲) سورۃ النور: ۵۵۔

(۳) سورۃ الروم: ۴۷۔

(۴) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۲۳) ایمان' اہل ایمان پر دشمنوں کے غلبہ وتسلط کو روکتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾(۱)۔

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ (غلبہ وتسلط) نہ دے گا۔

(۲۴) مکمل امن وسکون اور ہدایت یابی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئک لهم الأمن وهم مهتدون﴾(۲)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ گڈمڈ نہیں کیا' ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر گامزن ہیں۔

(۲۵) مومنوں کی کدوکاوش کی حفاظت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات إنا لانضيع أجر من أحسن عملا﴾(۳)۔

بیشک جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال انجام دیں تو ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا اجر وثواب ضائع نہیں کرتے۔

(۲۶) مومنوں کے ایمان میں زیادتی اور اضافہ:

ارشاد باری ہے:

﴿وإذا ما أنزلت سورة فمنهم من يقول أيكم زادته هذه إيمانا، فأما الذين آمنوا فزادتهم إيماناً وهم يستبشرون﴾(۴)۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت سے تم میں سے کس

---

(۱) سورۃ النساء:۱۴۱۔

(۲) سورۃ الانعام:۸۲۔

(۳) سورۃ الکھف:۳۰۔

(۴) سورۃ التوبہ:۱۲۴۔

کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے تو جولوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

(۲۷) مومنوں کی نجات:

اللہ عز وجل نے یونس علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)۔

تو ہم نے ان کی پکار سن لی، اور انہیں غم سے نجات دے دی، اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

(۲۸) اہل ایمان کے لئے اجر عظیم:

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿وسوف يؤتي الله المؤمنين أجراً عظيماً﴾ (۲)۔

اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

(۲۹) مومنوں کے لئے اللہ کی (خاص) معیت:

یہ خاص معیت ہے، یعنی توفیق، الہام اور درست راہ پر ثابت رکھنے کی معیت، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وأن الله مع المؤمنين﴾ (۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔

(۳۰) اہل ایمان خوف وملال سے امن میں ہوں گے، اللہ عز وجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فمن آمن و أصلح فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ الانبیاء: ۸۸۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۶۔

(۳) سورۃ الأنفال: ۱۹۔

(۴) سورۃ الأنعام: ۴۸۔

توجوایمان لائے اوراصلاح کرلے ایسے لوگوں کونہ کوئی خوف ہوگا اورنہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(۳۱) بڑااجروثواب:

اللہ عزوجل کاارشادہے:

﴿ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات أن لهم أجراً كبيراً﴾(۱)۔

اورنیک اعمال کرنے والوں کواس بات کی بشارت دیتاہے کہ ان کے لئے بہت بڑااجرہے۔

(۳۲) کبھی نہ ختم ہونے والااجروثواب:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کاارشادہے:

﴿إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات لهم أجر غير ممنون﴾(۲)۔

بیشک جولوگ ایمان لائے اورنیک اعمال کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والااجرہے۔

(۳۳) قرآن کریم مومنوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے(۳)اورشفاورحمت ہے(۴)نیز ذریعۂ ہدایت اورشفاہے(۵)۔

(۳۴) اہل ایمان کے لئے اللہ کے یہاں بلند درجات،بخشش اور باعزت روزی ہے،ارشادباری ہے:

﴿لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم﴾(۶)۔

ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات،مغفرت اورعزت کی روزی ہے۔

چوتھامسلک:ایمان کی شاخیں:

ایمان کی بہت زیادہ شاخیں ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جب تنہاذکرہوتوپورے دین اسلام کو

---

(۱) سورۃ الاسراء:۹۔

(۲)سورۃ فصلت:۸

(۳) دیکھئے:سورۃ یونس:۵۷۔

(۴)دیکھئے:سورۃ الاسراء:۸۲

(۵)دیکھئے:سورۃ حم السجدہ :۴۴۔

(۶)سورۃ الانفال:۴۔

شامل ہوگا، نبی کریم ﷺ نے ایمان کی شاخیں اجمالی اور تفصیلی طور پر بیان فرمائی ہیں، اجمالی بیان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الإيمان بضع وسبعون شعبة، والحياء شعبة من الإيمان".

ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"الإيمان بضع وسبعون، أو بضع وستون شعبة، فأفضلها قول لا إله إلا الله، وأدناها إماطة الأذى عن الطريق، والحياء شعبة من الإيمان" (۱)۔

ایمان کی ستر سے زیادہ یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ نے ایمان کی شاخوں میں سے ستتر (۷۷) شاخیں ذکر فرمائی ہیں (۲)، یہ شاخیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل پر ایمان۔

۲- انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔

۳- فرشتوں پر ایمان۔

۴- قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان۔

۵- تقدیر پر ایمان کہ بھلی بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

۶- یوم آخرت پر ایمان۔

۷- مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔

---

(۱) متفق علیہ: (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/۱۰، حدیث نمبر: (۹)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، وافضلھا وادناھا، وفضیلۃ الحیاء وکونہ من الایمان، ۱/۶۳، حدیث نمبر: (۳۵)۔

(۲) (امام بیہقی رحمہ اللہ نے) انہیں سات جلدوں میں ذکر کیا ہے اور اپنی سند سے روایت کردہ احادیث سے ان کی بڑی عمدہ شرح فرمائی ہے۔

۸-لوگوں کے اپنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد موقف میں اکٹھا کئے جانے پر ایمان۔

۹-اس بات پر ایمان کہ مومنوں کا ٹھکانہ جنت اور کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۱۰-اللہ عزوجل کی محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۱-اللہ عزوجل سے خوف کھانے کے وجوب پر ایمان (۱)۔

۱۲-اللہ عزوجل سے امید رکھنے کے وجوب پر ایمان۔

۱۳-اللہ عزوجل پر اعتماد وتوکل کرنے کے وجوب پر ایمان۔

۱۴-نبی کریم ﷺ سے محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۵-غلو کئے بغیر نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور احترام کے واجب ہونے پر ایمان۔

۱۶-آدمی کا اپنے دین سے اس قدر محبت کرنا کہ جہنم میں ڈالا جانا اس کے نزدیک کفر کرنے سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہو۔

۱۷-طلب علم: یعنی دلائل کی روشنی میں اللہ عزوجل، اس کے دین اور اس کے نبی ﷺ کی معرفت کا حصول۔

۱۸-علم کی نشر واشاعت اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔

۱۹-قرآن کریم سیکھ کر، دوسروں کو سکھا کر، اس کے حدود واحکام کی حفاظت کر کے، اس کے حلال وحرام کی معرفت حاصل کر کے، اس کے متبعین کی عزت وتکریم کر کے نیز اس کو حفظ کر کے اس کی تعظیم کرنا (۲)۔

۲۰-طہارت وپاکی اور وضو کی پابندی کرنا۔

۲۱-پنجوقتہ نمازوں کی پابندی کرنا۔

۲۲-زکاۃ ادا کرنا۔

۲۳-فرض اور نفل روزے رکھنا۔

---

(۱) یہ شاخیں شعب الایمان بیہقی کی پہلی جلد میں ہیں، ۱/۱۰۳تا۴۶۳۔

(۲) یہ شاخیں (۱۱تا۱۹) شعب الایمان بیہقی کی دوسری جلد میں ہیں، ۲/۳تا۵۴۸۔

۲۴-اعتکاف کرنا۔

۲۵- خانۂ کعبہ کا حج کرنا(۱)۔

۲۶-اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔

۲۷-اللہ عزوجل کی راہ میں مرابطہ(ساز وسامان اور ہتھیار لے کر اسلامی حدود کی نگرانی کرنا)۔

۲۸-دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا اور میدان جنگ سے نہ بھاگنا۔

۲۹-مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو اپنے امام یا اس کے نائب کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔

۳۰-اللہ عزوجل سے تقرب کی خاطر غلام آزاد کرنا۔

۳۱-جنایات(جرائم) پر واجب ہونے والے کفاروں کی ادائیگی جو کتاب وسنت میں چار ہیں: قتل کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قسم کا کفارہ اور ماہ رمضان(کے دن) میں بیوی سے ہمبستری کرنے کا کفارہ۔

۳۲-معاملات(عہد و پیمان) کو پورا کرنا۔

۳۳-اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شمار اور اس پر واجب شکر گزاری۔

۳۴-غیر ضروری(لایعنی) چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔

۳۵-امانتوں کی حفاظت اور انہیں ان کے مستحقین کو ادا کرنا۔

۳۶-کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا۔

۳۷-شرمگاہوں کی حفاظت اور ان میں لازم عفت وعصمت اختیار کرنا۔

۳۸-حرام اموال سے ہاتھ روک لینا، اور اس میں چوری' رہزنی' رشوت خوری اور شرعاً ناجائز مال کھانے کی حرمت وغیرہ شامل ہے(۲)۔

۳۹-کھانے پینے میں احتیاط کا وجوب، اور کھانے پینے کی ناجائز اشیاء سے اجتناب۔

۴۰-حرام اور مکروہ لباس' وضع قطع اور حرام کردہ برتنوں سے اجتناب کرنا۔

---

(۱) یہ شاخیں(۲۰ تا ۲۵) شعب الایمان بیہقی کی تیسری جلد میں ہیں، ۳/۳ تا ۴۹۴۔

(۲) یہ شاخیں(۲۶ تا ۳۸) شعب الایمان بیہقی کی چوتھی جلد میں ہیں، ۴/۳ تا ۳۹۸۔

۴۱-شریعت اسلامیہ کے مخالف کھیل کود اور تفریحی اشیاء کو حرام جاننا۔

۴۲-خرچ میں میانہ روی اپنانا اور باطل طریقہ سے مال کھانے کو حرام جاننا۔

۴۳-بغض وحسد سے اجتناب۔

۴۴-لوگوں کی عزت وناموس کی حرمت اور ان میں نہ پڑنے کا وجوب۔

۴۵-اللہ عزوجل کے لئے اخلاص عمل اور ریاکاری سے اجتناب۔

۴۶-نیکی پر مسرت وشادمانی اور گناہ پر رنج وغم (کا احساس)۔

۴۷-توبۂ نصوح (خالص توبہ) سے ہر گناہ کا علاج کرنا۔

۴۸-تقرب الٰہی کے اعمال، اجمالی طور پر یہ ہدی، قربانی اور عقیقہ ہیں (۱)۔

۴۹-اولوالامر (ائمہ، امراء اور حکام) کی اطاعت۔

۵۰-'جماعت' کے عقیدہ ومنہج کی پابندی۔

۵۱-لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔

۵۲-بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

۵۳-نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون۔

۵۴-شرم وحیا۔

۵۵-والدین کے ساتھ حسن سلوک۔

۵۶-صلہ رحمی (رشتہ جوڑنا)۔

۵۷-حسن اخلاق۔

۵۸-غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔

۵۹-غلاموں پر ان کے آقاؤں (مالکان) کے حقوق۔

۶۰-اہل وعیال اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی۔

(۱) یہ شاخیں (۳۹ تا ۴۸) شعب الایمان بیہقی کی پانچویں جلد میں ہیں، ۳/۵ تا ۴۸۵۔

۶۱ - دین داروں سے قربت، ان سے محبت اور ان سے سلام ومصافحہ کرنا۔

۶۲ -سلام کا جواب دینا۔

۶۳ - بیمار کی عیادت کرنا (۱)۔

۶۴ -اہل قبلہ میں سے مرنے والوں پر نماز جنازہ کی ادائیگی۔

۶۵ -چھینکنے والے کو جواب دینا (یعنی اس کے ''الحمد للہ'' کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنا)۔

۶۶ - کفار اور فسادیوں سے دوری اختیار کرنا اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا۔

۶۷ - پڑوسی کی عزت کرنا۔

۶۸ -مہمان کی عزت وتکریم۔

۶۹ - گنہگاروں کی پردہ پوشی کرنا۔

۷۰-مصائب پر صبر اور جن لذتوں اور خواہشات کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے ان سے رک جانا۔

۷۱- دنیا سے بے رغبتی اور قلت آرزو۔

۷۲-غیرت کا مظاہرہ اور بے جا نرمی سے پرہیز۔

۷۳-غلو سے اجتناب۔

۷۴-سخاوت وفیاضی۔

۷۵- چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔

۷۶-باہمی اختلافات کی اصلاح۔

۷۷- آدمی اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور اس کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جسے خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس میں راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی شامل ہے جس کی طرف (ایمان کی شاخوں والی) حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے (۲)۔

---

(۱) یہ شاخیں (۴۹ تا ۶۳) شعب الایمان بیہقی کی چھٹی جلد میں ہیں، ۶/۳ تا ۵۴۷۔

(۲) یہ شاخیں (۶۴ تا ۷۷) شعب الایمان بیہقی کی ساتویں جلد میں ہیں، ۷/۳ تا ۵۴۰۔

پانچواں مسلک: مومنوں کے اوصاف:

مومنوں کے کچھ کریمانہ اوصاف اور عظیم اعمال ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا ہے اوران کی مدح وستائش فرمائی ہے، ان میں سے بطور حصر نہیں بلکہ بطور مثال چند اوصاف حسب ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وأطيعوا الله ورسوله إن كنتم مؤمنين، إنما المؤمنون الذين إذا ذكر الله وجلت قلوبهم وإذا تليت عليهم آياته زادتهم إيماناً وعلى ربهم يتوكلون، الذين يقيمون الصلاة ومما رزقناهم ينفقون﴾ (۱)۔

اوراللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔ درحقیقت مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ وہ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو روزی انہیں عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ان آیات میں مومنوں کے کچھ عظیم اوصاف ظاہر ہوئے جو یہ ہیں:

۱- اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔

۲- اللہ عزوجل کا خوف وخشیت اوراس کا ڈر۔

۳- قرآن کریم کی سماعت کے وقت اس میں غور وتدبر کرنے کے سبب ان کے ایمان میں اضافہ۔

۴- اسباب ووسائل اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد۔

۵- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔

۶- واجب انفاق (اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) جیسے، زکاۃ اور کفارے، اور جن لوگوں پر خرچ کرنا واجب ہے ان پر خرچ کرنا، نیز خیر کی راہوں میں صدقہ وخیرات کرنا۔

---

(۱) سورۃ الانفال: ۱تا۳۔

دوم: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله إن الله عزيز حكيم﴾(۱)۔

مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون ومددگار) ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ہیں:

۱-مومنوں سے محبت ودوستی اور ان کی مدد۔

۲-معروف (بھلائی) کا حکم دینا۔

معروف کا لفظ ان تمام اچھے عقائد' صالح اعمال اور فاضل اخلاق واقدار کو شامل ہے جن کی اچھائی شریعت میں معروف ہو۔

۳-منکر (برائی) سے روکنا۔

منکر: ان تمام باطل عقائد' گندے اعمال اور برے اخلاق کا نام ہے جو معروف کے خلاف اور اس کے منافی ہوں۔

۴- نماز کے ظاہری وباطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔

۵-آٹھ قسم کے مستحقین زکاۃ کو زکاۃ ادا کرنا۔

۶-اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور ہر حال میں اسے لازم پکڑنا۔

سوم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ التوبہ:۷۱۔

﴿إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعداً عليه حقاً في التوراة والإنجيل والقرآن ومن أوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم، التائبون العابدون الحامدون السائحون الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله وبشر المؤمنين﴾(۱)۔

بلا شبہہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس چیز کے بدلہ خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہے، لہٰذا تم اپنے طے کردہ سودے پر خوش ہو جاؤ اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہ حق میں سفر کرنے والے)، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

ان دونوں آیتوں میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:

۱- اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اس میں محنت وطاقت صرف کرنا۔

۲- تمام گناہوں سے توبہ کرنا اور ہر حال میں توبہ کا دامن تھامے رہنا۔

۳- تمام واجب ومستحب اعمال انجام دے کر اور ہر وقت تمام حرام ومکروہ اعمال سے دور رہ کر اللہ عزوجل کی عبودیت وبندگی بجالانا، کہ اس سے بندہ عابدوں کی صف میں جا پہنچتا ہے۔

۴- آسانی ہو یا پریشانی ہر حالت میں اللہ کی حمد اور اس کی ظاہری وباطنی نعمتوں کا اعتراف کرکے اس کی مدح وثنا کرنا۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۱۱، ۱۱۲۔

۵-طلب علم، حج، عمرہ، جہاد، قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے لئے سفر کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام جیسے مشروع نفلی روزے رکھنا۔

۶-رکوع وسجود والی نمازیں کثرت سے پڑھنا۔

۷-بھلائی کا حکم دینا، اس میں تمام واجب ومستحب اعمال شامل ہیں۔

۸-برائی سے منع کرنا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کردہ تمام امور داخل ہیں۔

۹-اللہ کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کردہ حدود' نیز کونسی چیزیں اوامر' نواہی اور احکام میں داخل ہیں اور کونسی نہیں داخل ہیں' ان کا علم حاصل کرنا، اہل ایمان ان پر عمل کرنے اور ان سے باز رہنے کے اعتبار سے اس کا التزام کرنے والے ہیں۔

چہارم: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿قد أفلح المؤمنون، الذين هم في صلاتهم خاشعون، والذين هم عن اللغو معرضون، والذين هم للزكاة فاعلون، والذين هم لفروجهم حافظون، إلا على أزواجهم أو ماملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين، فمن ابتغى وراء ذلک فأولئک هم العادون، والذين هم لأماناتهم وعهدهم راعون، والذين هم على صلواتهم يحافظون، أولئک هم الوارثون، الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون﴾(۱)۔

یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ چیزوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کہ یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

---

(۱) سورۃ المؤمنون: ۱تا۱۱۔

ان آیتوں میں مومنوں کے حسب ذیل اوصاف ہیں:

۱-نماز میں خشوع وخضوع اور اللہ عزوجل کے سامنے دل کے ساتھ حاضری۔

۲-لایعنی اور فضول چیزوں سے اجتناب، کیونکہ ان سے اعراض کرنے والا حرام چیزوں سے بدرجۂ اولیٰ اجتناب کرے گا۔

۳-مالوں کی زکاۃ کی ادائیگی، اور برے اخلاق سے اجتناب کر کے نفس کو اخلاقی گندگیوں سے صاف ستھرا کرنا۔

۴-شرمگاہوں کو زناکاری سے محفوظ رکھنا نیز زناکاری کے اسباب جیسے نظر(دیکھنا)، تنہائی اور چھونے وغیرہ سے اجتناب کرنا۔

۵-امانتوں کی حفاظت کرنا، خواہ وہ اللہ کے حقوق سے متعلق ہوں یا بندوں کے حقوق سے، آیت کریمہ دونوں کو عام ہے۔

۶-بندے اور اللہ کے درمیان نیز بندے اور انسانوں کے درمیان کئے گئے وعدوں اور عہد و پیمان کی حفاظت کرنا۔

۷-تمام ارکان، شروط اور واجبات ومستحبات کے ساتھ نماز کی پابندی کرنا۔

اللہ کی کتاب قرآن کریم میں ان کے علاوہ مومنوں کے اور بھی اوصاف موجود ہیں۔

میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ان اوصاف کریمانہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا مطلب: نفاق کی تاریکیاں

پہلا مسلک: نفاق کا مفہوم:

اول: نفاق کا لغوی وشرعی مفہوم:

نفاق کا لغوی مفہوم: ''نـفـق'' زمین کے سرنگ کو کہتے ہیں جس میں دوسری جگہ سے شگاف ہو، ''تہذیب اللغۃ'' میں ہے کہ جس میں دوسری جگہ سے نکلنے کا راستہ ہو۔

اور ''نفقۃ'' اور ''نافقاء'' گوہ اور جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں، اور کہا گیا ہے کہ ''نفقۃ'' اور ''نافقاء'' جنگلی چوہے کے بل میں ایک جگہ ہوتی ہے جسے وہ نرم کرتا ہے، چنانچہ جب بل کے ایک سوراخ سے کوئی اس کی جانب آتا ہے تو وہ بل کی دوسری جانب نرم حصہ کو اپنے سر سے مار کر باہر نکل جاتا ہے، اور ''نـفـق اليـربو ع'' (نفق زبر کے ساتھ) وانتـفق ونفق'' کا معنیٰ ہے کہ جنگلی چوہا اپنی جگہ سے نکل گیا، اور ''نـفّق اليربو ع تنفيقاً ونافق'' کے معنیٰ اپنے نافقاء (سوراخ) میں داخل ہونے کے ہیں۔

دین اسلام میں منافقت کرنے والے کے معنیٰ میں مستعمل لفظ ''**منافق**'' اسی سے **مشتق** ہے، اور ''نـفـاق'' (نؔ کے کسرہ کے ساتھ) منافق کے عمل کو کہتے ہیں۔ نفاق کے معنیٰ ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونے اور دوسری طرف سے اس سے نکل جانے کے ہیں(۱)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لتتبـعـن سـنـن الـذين من قبلكم، شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتى لو دخلوا في جحر ضبٍ لاتبعتموهم" قلنا: يارسول الله، اليهود والنصارى؟ قال: "فـمن" ؟(۲)۔

---

(۱) النفاق وآثارہ ومفاھیمہ، تالیف الشیخ عبدالرحمٰن الدوسری ص: ۱۰۵، ۱۰۶۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاریٰ، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر: (۲۶۶۹)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم اس میں بھی داخل ہوگے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہود و نصاریٰ کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اور کس کی؟''۔

نفاق کا شرعی مفہوم:

جیسا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''نفاق کے معنیٰ خیر ظاہر کرنے اور شر چھپانے کے ہیں، اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) نفاق اعتقادی: اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

(۲) نفاق عملی: یہ بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریج فرماتے ہیں: ''منافق کے گفتار و کردار، ظاہر و باطن، مدخل و مخرج اور حاضر و غائب میں تضاد ہوا کرتا ہے''(۱)۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

۱- نفاق اکبر: جو منافق کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

۲- نفاق اصغر: جو اسے ملت سے خارج نہیں کرتا (۲)۔

دوم: زندیق کا مفہوم:

''زندیق'' (زاء کے کسرہ کے ساتھ) فرقۂ ثنویہ کے فرد، یا نور و ظلمت کے قائل، یا ربوبیت اور یوم آخرت کے منکر، یا کفر چھپانے اور ایمان ظاہر کرنے والے کو کہتے ہیں (۳)۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۸، آیت کریمہ: ﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين﴾ [سورة البقرہ: ۸] کی تفسیر میں، نیز دیکھئے: تفسیر ابن جریر طبری ۱/ ۲۶۸ تا ۲۷۲۔

(۲) دیکھئے: قضیۃ التکفیر از: مؤلف، ص ۱۳۲ تا ۱۳۴۔

(۳) القاموس المحیط، فصل زاء، باب قاف، ص ۱۱۵۱۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قمطراز ہیں: ''فقہاء کی اصطلاح میں زندیق نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے منافق کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ اسلام ظاہر کرے اور اسلام کے علاوہ کچھ (اور) چھپائے رکھے، چاہے کوئی دین چھپائے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہم کا دین، یا وہ منافق معطل (صفات الٰہی کا منکر) اور خالق کائنات' آخرت اور اعمال صالحہ کا منکر ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ: زندیق صانع (خالق) اور صفات الٰہی کے منکر (معطل) کو کہتے ہیں، یہ نام (تعریف) بہت سے اہل کلام' عوام اور لوگوں کی باتیں نقل کرنے والوں کی اصطلاح میں ہے، لیکن وہ زندیق جس کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء گفتگو کرتے ہیں وہ اول الذکر تعریف ہے، کیونکہ ان کا مقصود کافر و غیر کافر' مرتد و غیر مرتد اور اس کے ظاہر کرنے یا چھپانے والے کے درمیان فرق کرنا ہوتا ہے، اور اس حکم میں کفار و مرتدین کی تمام قسمیں' خواہ کفر و ارتداد میں ان کے درجات مختلف ہی کیوں نہ ہوں' شامل ہیں، کیونکہ اللہ عز وجل نے جس طرح زیادتیٔ ایمان کی خبر دی ہے اسی طرح زیادتیٔ کفر کی بھی خبر دی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد ہے:

﴿إنما النسيء زيادة في الكفر﴾ (۱)۔

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے۔

اسی طرح نماز یا اس کے علاوہ دیگر ارکان کا تارک' یا کبیرہ گناہوں کے مرتکبین (بھی) اسی حکم میں شامل ہیں، جیسا کہ اللہ عز وجل نے آخرت میں بعض کافروں کے بمقابل بعض کو زیادہ عذاب دینے کی خبر دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب﴾ (۲)۔

جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔

یہ اس باب میں ایک بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس کی معرفت ''ایمان و کفر کے مسائل'' میں گفتگو کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس باب کو مدنظر نہیں رکھا اور نہ ہی ظاہری و باطنی حکم کے درمیان تمیز کی

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۳۷۔

(۲) سورۃ النحل: ۸۸۔

جب کہ ظاہری و باطنی حکم کے درمیان فرق متواتر نصوص اور معروف اجماع کے ذریعہ ثابت ہے، (یہی نہیں) بلکہ یہ چیز دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، جو شخص اس میں غور کرے گا اسے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اہل اہواء و بدعات میں بہت سارے لوگ کبھی مومن خطا کار اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے جاہل و بے علم ہوتے ہیں، اور کبھی (واقعی) باطن کے خلاف ظاہر کرنے والے منافق اور زندیق ہوتے ہیں(۱)۔

دوسرا مسلک: نفاق کی قسمیں:

نفاق کی دو قسمیں ہیں: ایک نفاق اکبر اور دوسرا (اصل) نفاق سے کم تر نفاق، یا وہ نفاق جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا وہ جو ملت سے خارج نہیں کرتا (۲)۔

اول: نفاق اکبر (بڑا نفاق):

وہ یہ ہے کہ انسان اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے رسولوں، اور یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان ظاہر کرے لیکن ان تمام یا ان میں سے بعض عقائد کی مخالفت دل میں چھپائے رکھے۔

یہی وہ نفاق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا، انہی منافقین کی مذمت اور تکفیر کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوا اور اس بات کی خبر دی کہ یہ (منافقین) جہنم کی سب سے آخری (نچلی) تہ میں ہوں گے (۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے نفاق اکبر کی بعض صورتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: ''ایک نفاق نفاق اکبر ہے جس کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوگا، جیسے عبد اللہ بن ابی وغیرہ کا نفاق، اور وہ نفاق یہ ہے کہ کھلے طور پر رسول اللہ ﷺ کو جھٹلائے، یا آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کا انکار کرے، یا

---

(۱) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۷/۴۷۱۔

(۲) دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم ۱/۳۴۷ تا ۳۵۹۔

(۳) جامع العلوم والحکم للامام ابن رجب رحمہ اللہ ۲/۴۸۰، نیز دیکھئے: صفات المنافقین لابن القیم ص: ۴۔

آپ سے بغض رکھے، یا آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، یا آپ کے دین کی پستی سے خوش ہو، یا آپ کے دین کا غلبہ اسے نہ بھائے اور اسی طرح کے دیگر امور جن کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ہی قرار پاتا ہے۔

یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھی اور آپ کے بعد بھی باقی رہی، بلکہ آپ ﷺ کے بعد یہ چیز آپ کے عہد مسعود کی بہ نسبت کہیں زیادہ پائی گئی (۱)۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''....رہا نفاق اعتقادی تو اس کی چھ قسمیں ہیں: رسول اللہ ﷺ کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب، یا رسول اللہ ﷺ سے بغض و نفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے نفرت، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت محسوس کرنا، چنانچہ ان چھ قسموں (میں سے کسی ایک) کا مرتکب جہنم کی سب سے نچلی تہ والوں میں سے ہوگا (۲)۔

ان دونوں اماموں (ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ) کی ذکر کردہ تفصیلات سے نفاق اکبر کی درج ذیل قسمیں یا نشانیاں معلوم ہوئیں:

۱- رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔

۲- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب۔

۳- رسول اللہ ﷺ سے بغض و نفرت۔

۴- رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے نفرت۔

۵- رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت و ناپسندیدگی۔

۷- رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان میں آپ کی تصدیق کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ

---

(۱) مجموع فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲۸/۴۳۴۔

(۲) مجموعۃ التوحید از امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، ص: ۷۔

رکھنا۔

۸- رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان میں آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔

ان کے علاوہ وہ سارے اعمال جن کے ملت اسلام سے خارج کرنے والے نفاق اکبر ہونے پر کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں (۱)۔

دوم: نفاق اصغر (چھوٹا نفاق):

یہ عملی نفاق ہے، وہ اس طرح سے کہ کوئی انسان علانیہ (سامنے) نیکی ظاہر کرے اور اس کے خلاف پوشیدہ رکھے، اس نفاق کی اصل حضرات عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیث کی طرف لوٹتی ہے، اس نفاق کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) آدمی کسی سے کوئی بات کہے جس کی وہ تصدیق کرلے جب کہ وہ اس سے جھوٹ کہہ رہا ہو۔

(۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

الف- یہ کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی نہ ہو، یہ وعدہ خلافی کی بدترین قسم ہے، اور اگر یہ کہے کہ میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا جب کہ اس کی نیت نہ کرنے کی ہو، تو امام اوزاعی کے قول کے مطابق (بیک وقت) جھوٹ اور وعدہ خلافی دونوں ہوگی۔

ب - یہ کہ وعدہ کرے اور اس کی نیت (ابتداءً) وعدہ پورا کرنے کی ہو، پھر کسی وجہ سے بلا کسی عذر کے وعدہ خلافی کر جائے۔

(۳) جب جھگڑا تکرار کرے تو بیہودہ گوئی سے کام لے، یعنی قصداً حق سے نکل جائے یہاں تک کہ حق باطل اور باطل حق ہو جائے، یہ دروغ گوئی پر آمادہ کرنے والی شئے ہے۔

(۴) جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے اور عہد پورا نہ کرے، خواہ مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے، دھوکہ ہر عہد و پیمان میں حرام ہے، اگرچہ معاہد (جس فریق کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے) کافر ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) دیکھئے: نواقض الاسلام الاعتقادیۃ وضوابط التکفیر عند السلف، از ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الوہیبی ۲/۱۶۰۔

(۵) امانت میں خیانت، چنانچہ جب مسلمان کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی جائے تو اس پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نفاق اصغر مکمل طور پر ظاہر و باطن، دل و زبان اور دخول و خروج کے اختلاف پر مبنی ہے، اسی لئے سلف کی ایک جماعت نے کہا ہے: ''نفاق کا خشوع یہ ہے کہ تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے لیکن دل خشوع سے خالی ہے'' (۱)۔

یہ نفاق دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، بلکہ یہ (اصل) نفاق سے کمتر نفاق ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا حدث كذب، و إذا عاهد غدر، و إذا وعد أخلف، و إذا خاصم فجر" (۲)۔

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص (پکا) منافق ہوگا، اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بیہودہ گوئی کرے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، و إذا ائتمن خان" (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب ۲/ ۴۸۰-۴۹۵، انھوں نے موضوع کی کما حقہ وضاحت کی ہے اور بہت سارے فوائد ذکر کئے ہیں، لہذا رجوع کریں، نیز دیکھئے: مجموعۃ التوحید ص ۷۔

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق ۱/ ۱۷، حدیث نمبر: (۳۴) ومسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق ۱/ ۷۸، حدیث نمبر: (۵۸)۔

(۳) متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق ۱/ ۱۶، حدیث نمبر: (۳۳) ومسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق ۱/ ۷۸، حدیث نمبر: (۵۹)۔

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

سوم: نفاق اکبر اور نفاق اصغر کے درمیان فرق:

(۱) نفاق اکبر ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے جب کہ نفاق اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا (۱)۔

(۲) نفاق اکبر سارے اعمال کو اکارت کر دیتا ہے۔

(۳) نفاق اکبر عقیدہ میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے اور نفاق اصغر عقیدہ کے علاوہ صرف اعمال میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے (۲)۔

(۴) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

(۵) نفاق اکبر کا صدور کسی مومن سے نہیں ہوسکتا، رہا نفاق اصغر تو وہ بسا اوقات مومن سے بھی صادر ہو سکتا ہے۔

(۶) نفاق اکبر کا مرتکب عام طور پر توبہ نہیں کرتا (۳)۔

اور اگر توبہ کر بھی لے تو حاکم وقت کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں اختلاف ہے ' کیونکہ اس توبہ کی حقیقت غیر معلوم ہے' اس لئے کہ یہ لوگ ہمیشہ اسلام ظاہر کرتے ہیں (۴)۔

تیسرا مسلک: منافقین کے اوصاف:

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں اور نبی کریم ﷺ نے (اپنی احادیث میں) بیان فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منافقین کے اوصاف ذکر کر دینے میں بڑے عظیم فوائد مضمر ہیں، چند فوائد درج ذیل ہیں:

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان، ص ۱۸۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۸۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۸۔

(۴) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲۸/۴۳۴۔

۱-مومنوں پر اللہ عزوجل کی نعمت کہ اللہ نے انہیں منافقین کے احوال واوصاف سے آگاہ فرمایا تاکہ وہ ان سے دور رہیں۔

۲-مومنوں کو منافقوں کی ڈگر پر چلنے پر دھمکی اور ان کے اوصاف اپنانے پر زجر وتوبیخ۔

۳-مومنوں کو اللہ کے ساتھ سچائی کی ترغیب، ان کے باطن کی صفائی، اوران کے چہروں کو اللہ کی طرف پھیرنا۔

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں، چند اوصاف بطور مثال حسب ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وماهم بمؤمنين، يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلا أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذاب أليم بما كانوا يكذبون، و إذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحون، ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون، و إذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أ نؤمن كما آمن السفهاء ألا إنهم هم السفهاء ولكن لايعلمون، و إذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا و إذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزء ون، الله يستهز ئ بهم ويمدهم في طغيانهم يعمهون، أولئک الذين اشتروا الضلالة بالهدى فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين، مثلهم كمثل الذي استوقد ناراً فلما أضاء ت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم في ظلمات لا يبصرون، صم بكم عمي فهم لا يرجعون، أو كصيب من السماء فيه ظلمات ورعد وبرق يجعلون أصابعهم في آذانهم من الصواعق حذر الموت والله محيط بالكافرين، يكاد البرق يخطف أبصارهم كلما أضاء لهم مشوا فيه و إذا أظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وأبصارهم إن الله على كل شيء قدير﴾(۱)۔

(۱) سورۃ البقرۃ:۸تا۲۰۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کردیا، اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبر دار! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابۂ کرام) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف ایمان لائے ہیں، خبردار ہو جاؤ! یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے (شیاطین) بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی' پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہو گئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کردیا اور انھیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے' گونگے' اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔ یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑا کے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے' جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

ان آیات میں منافقین کی درج ذیل بری خصلتیں ظاہر ہوئیں:

۱- وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

۲- وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

۳- ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

۴- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

۵- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابۂ کرام) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بیوقوف ایمان لائے ہیں۔

۶- جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔

۷- یہ لوگ گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خریدتے ہیں، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔

دوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن الناس من يعجبک قوله في الحياة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو ألد الخصام، و إذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلک الحرث والنسل والله لا يحب الفساد، و إذا قيل له اتق الله أخذته العزة بالإثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد﴾(۱)۔

بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ زبردست جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اور جب اس

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۰۴ تا ۲۰۶۔

سے کہا جاتا ہے کہ 'اللہ سے ڈر' تو تکبر اور غرور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔

ان آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے:

۱- چکنی چپڑی بات جس کا دل میں اثر ہو۔

۲- اس بات پر اللہ تعالیٰ کو بحیثیت گواہ اور مؤید کے ثالث مقرر کرنا، یہ اللہ عزوجل کے حق میں سب سے بڑا جرم ہے۔

۳- جھگڑے میں مہارت اور اپنے سامنے آنے والے ہر معارضہ کو ختم کرنے کے لئے اپنی بات منوانے کی قوت۔

۴- منافق جب لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے تو گناہوں کے کام یعنی زمین میں فتنہ وفساد کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

۵- جب اسے اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا جاتا ہے تو تکبر سے کام لیتا ہے اور غرور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، اس طرح وہ بیک وقت جرائم اور تکبر دونوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

سوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿بشر المنافقين بأن لهم عذاباً أليماً، الذين يتخذون الكافرين أولياء من دون المؤمنين أيبتغون عندهم العزة فإن العزة لله جميعاً﴾ (۱)۔

منافقوں کو اس بات کی خبر دے دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب یقینی ہے۔ جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کئے پھرتے ہیں' کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

ان دونوں آیات میں منافقوں کی درج ذیل صفات ہیں:

۱- منافقین کافروں سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۳۸، ۱۳۹۔

۲- وہ کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔

چہارم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المنافقين يخادعون الله وهو خادعهم وإذا قاموا إلى الصلاة قاموا كسالى يراء ون الناس ولا يذكرون الله إلا قليلاً، مذبذبين بين ذلك لا إلى هؤلاء ولا إلى هؤلاء ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلاً﴾ (۱)۔

بیشک منافقین اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کررہے ہیں اور وہ انہیں چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔ وہ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں' نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف' اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے آپ اس کے لئے کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

ان دونوں آیات میں منافقین کی درج ذیل صفات ہیں:

۱- وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے دھوکہ اور چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے۔

۲- جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

۳- لوگوں کو دکھانے (ریاکاری) کے لئے عمل کرتے ہیں۔

۴- اللہ عزوجل کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں۔

۵- مومنوں کی جماعت اور کافروں کی جماعت کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔

پنجم: منافقین کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أنفقوا طوعاً أو كرهاً لن يتقبل منكم إنكم كنتم قوماً فاسقين، ومامنعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله و برسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم

---

(۱) سورۃ النساء:۱۴۲تا۱۴۳۔

كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون﴾(١)۔

کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا' یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کئے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں منافقین کی درج ذیل قبیح صفات ہیں:

١- اللہ تعالیٰ نے انہیں فسق کے وصف سے متصف کیا ہے' فرمایا: ﴿إنكم كنتم قوماً فاسقين﴾ یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔

٢- انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا ہے۔

٣- بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں۔

٤- اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

ان صفات میں منافقین اور ان کا کرتوت اپنانے والوں کے لئے حد درجہ کی مذمت ہے' لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ فسق سے دور رہے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے' نماز کے لئے اس طرح حاضر ہو کہ دل و جسم ہر اعتبار سے چاق و چوبند ہو' اللہ کی راہ میں شرح صدر اور زندہ دلی کے ساتھ خرچ کرے' صرف اللہ ہی سے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھے، اور منافقوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

ششم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزءوا إن الله مخرج ما تحذرون، ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون، لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم إن نعف عن طائفة منكم نعذب طائفة بأنهم كانوا مجرمين﴾(٢)۔

---

(١) سورۃ التوبہ: ٥٣، ٥٤۔

(٢) سورۃ التوبہ: ٦٤ تا ٦٦۔

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جوان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے' کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو'یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس کھیل رہے تھے' کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ'اس کی آیات اوراس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے۔ بہانے نہ بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کرلیں تو کچھ لوگوں کوان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔

چنانچہ منافقین اللہ'اس کے رسول اور مومنوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں، اللہ عزوجل نے ان کا پول کھول کر انہیں رسوا کیا اور مومنوں کوان کی صفات سے آگاہ فرمادیا۔

ہفتم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون أيديهم نسوا الله فنسيهم إن المنافقين هم الفاسقون، وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم﴾(۱)۔

تمام منافق مرداور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سمیٹتے ہیں' یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں'عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہ جہنم انہیں کافی ہے' اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔

ان دونوں آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے:

۱- منافقین آپس میں ایک ہی ہیں' اور وہ ایک دوسرے سے دوستی رکھتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ٦٧، ٦٨۔

۲-منافقین برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

۳-منافقین صدقہ اور احسان کے دیگر کاموں سے ہاتھ کھینچتے ہیں؛ چنانچہ یہ انتہائی درجہ کے بخیل لوگ ہیں۔

۴-انھوں نے اللہ کو بھلا دیا؛ اللہ کو برائے نام ہی یاد کرتے ہیں؛ چنانچہ اللہ نے بھی انہیں اپنی رحمت سے بھلا دیا؛ انہیں کسی خیر کی توفیق نہیں دیتا۔

۵-منافقین فاسق و بدکار ہیں۔

ہشتم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الـذيـن يـلـمـزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون إلا جهـدهـم فيسـخـرون مـنهم سخر الله منهم ولهم عذاب أليم، استغفر لهم أو لا تستغفرلهم إن تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بأنهم كفروا بالله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾ (۱)۔

جو لوگ ان مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنھیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں؛ پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے؛ اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں؛ اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا؛ یہ اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کیا ہے، اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ان دونوں آیتوں میں منافقین کے درج ذیل چند اوصاف ہیں:

۱-منافقین دل کھول کر صدقات و خیرات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں، چنانچہ زیادہ خرچ کرنے والے پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ریاکاری اور دکھاوے کے لئے خرچ کر رہا ہے؛ اور کم صدقہ

(۱) سورۃ التوبہ: ۹: ۷۹، ۸۰۔

کرنے والے فقیر کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ اس کے صدقہ سے بے نیاز ہے۔

۲-مومنوں کا مذاق اڑانا۔

۳-اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفروانکار۔

نہم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإذا ما أنزلت سورة نظر بعضهم إلى بعض هل يراكم من أحدٍ ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بأنهم قوم لا يفقهون﴾(۱)۔

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے، پھر نکل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

چنانچہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو اس پر عمل نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرتے ہوئے منافقین ایک دوسرے کو دیکھتے اور مومنوں کی نگاہوں سے چھپنے کے لئے موقع ڈھونڈھتے، پھر چپکے سے کھسک جاتے اور اعراض وتکبر کرتے ہوئے واپس ہو جاتے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے عمل کے قبیل سے بدلہ دیا، جس طرح وہ اللہ کی آیتوں پر عمل کرنے سے پھر گئے اسی طرح اللہ نے ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیا اور ان پر تالے لگا دیئے اور ایسی ناکارہ قوم بنا دیا جو کچھ نہیں سمجھتی جس سے انہیں فائدہ ہو، کیونکہ اگر وہ سمجھتے تو سورت کے نازل ہونے پر اس پر ایمان لاتے اور اس کے تابع فرمان ہو جاتے (۲)۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومنهم من يستمع إليك حتى إذا خرجوا من عندك قالوا للذين أوتوا العلم ماذا قال آنفاً أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتبعوا أهواء هم﴾(۳)۔

اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۲۷۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۱۳۔

(۳) سورۃ محمد: ۱۶۔

سے (واپس) جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی و لاپرواہی) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أفرأيت من اتخذ إلٰهه هواه وأضله الله على علمٍ وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوةً فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾(۱)۔

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے' کیا تم اب بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے؟۔

دہم: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تلك صلاة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني شيطان قام فنقرها أربعاً لا يذكر الله فيها إلا قليلاً"(۲)۔

یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے درمیان ہو جائے تو کھڑا ہو کر چار چونچ مارلے اور اللہ کا برائے نام ذکر کرے۔

اس حدیث سے منافقوں کی دو صفتیں معلوم ہوئیں:

۱- نماز کو اس کے وقت سے موخر کرنا۔

۲- وہ چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر برائے نام ہی کرتا ہے۔

یازدہم: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الجاثیہ:۲۳۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر، ۱/۴۳۴، حدیث نمبر: (۶۲۲)۔

"إن أثقل الصلاة على المنافقين صلاة العشاء وصلاة الفجر، ولو يعلمون ما فيهما لأتوهما ولو حبواً"(۱)۔

منافقوں پر سب سے بوجھل اور گراں عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں، اور اگر یہ جان لیتے کہ ان میں کیا (اجر وثواب) ہے تو سرین کے بل گھسٹ کر ہی سہی ضرور حاضر ہوتے۔

معلوم ہوا کہ اجمالی طور پر منافقوں کے اوصاف درج ذیل ہیں:

۱- وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، جبکہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جبکہ (درحقیقت) وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

۳- ان کے دلوں میں مرض تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

۴- وہ اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ (درحقیقت) وہ فسادی ہیں۔

۵- مومنوں کو سفاہت (باولے پن، کم عقلی) کا الزام دیتے ہیں۔

۶- مومنوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں۔

۷- ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔

۸- ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔

۹- اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں جب کہ وہ جھوٹے ہیں۔

۱۰- باطل کے ذریعہ بحث ومباحثہ میں بڑے ماہر ہیں۔

۱۱- جب لوگوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو باطل کاموں کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

۱۲- جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور غرور انہیں گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔

۱۳- کافروں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد اور خدمت کرتے ہیں۔

۱۴- کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔

---

(۱) متفق علیہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ العشاء في جماعة، ۱/۱۸۱، حدیث نمبر: (۶۵۸) وصحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعة وبیان التشدید في التخلف عنها، ۱/۴۵۱، حدیث نمبر: (۶۵۱)۔

۱۵- جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی اور سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

۱۶- لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

۱۷- اللہ کا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔

۱۸- کافروں اور مومنوں کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔

۱۹- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کرتے ہیں۔

۲۰- منافقین ہی فاسق و بدکار ہیں۔

۲۱- اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔

۲۲- منافقین آپس میں ایک دوسرے کی سرپرستی کرتے ہیں۔

۲۳- اپنا ہاتھ سمیٹتے ہیں' چنانچہ خیر کی راہوں میں خرچ نہیں کرتے۔

۲۴- برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

۲۵- انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ عزوجل نے بھی انہیں بھلا دیا۔

۲۶- دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

۲۷- نمازوں کو ان کے اوقات سے موخر کرتے ہیں۔

۲۸- چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور اس میں اللہ کا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔

۲۹- منافقوں پر سب سے بوجھل اور شاق عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔

۳۰- نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔

۳۱- ان کے دل سخت اور ان کی عقلیں ناقص ہیں۔

۳۲- ان لوگوں نے اسلام کو بحیثیت دین پسند نہ کیا۔

۳۳- یہ لوگ دین کی صرف وہی باتیں لیتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں۔

۳۴- جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔

۳۵- امن کی حالت میں بہادری ظاہر کرتے ہیں اور جنگ میں بزدل ہوتے ہیں۔

۳۶- اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ نہیں لیتے۔

۳۷- اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں حرج اور تنگی محسوس کرتے ہیں۔

۳۸- جہاد سے مسلمانوں کی ہمت پست کرتے ہیں۔

۳۹- اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں اور اللہ کی مدد سے ان کی امید منقطع ہوتی ہے۔

۴۰- جہاد سے دنیا چاہتے ہیں، اور جب اس سے مایوس ہوتے ہیں تو پیچھے ہٹ (مُکر) جاتے ہیں۔

۴۱- جھگڑے اور تکرار میں گالی گلوچ اور بیہودہ گوئی سے کام لیتے ہیں۔

۴۲- اسلام، مسلمان اور اسلامی نام رکھنے سے خفیہ طور پر محاربہ (جنگ) کرتے ہیں۔

۴۳- انہیں صرف اپنے ذاتی مفادات کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

۴۴- دروغ گوئی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر کے مخلص علماء پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

۴۵- لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پھیلاتے ہیں۔

۴۶- دین اسلام کے مددگاروں سے بغض رکھتے ہیں۔

۴۷- بات چیت میں جھوٹ بولتے ہیں۔

۴۸- اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی خیانت کرتے ہیں۔

۴۹- وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

۵۰- ہر منافق کے دو رخ ہوا کرتے ہیں، ایک رخ مومنوں کے لئے ہوتا ہے اور دوسرا دشمنان اسلام کے لئے۔

۵۱- یہ لوگ نفع بخش چیزیں نہ سنتے ہیں، نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۵۲- منافق بات شروع کرنے سے پہلے ہی قسم کھا لیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بات پر مومنوں کے دل مطمئن نہ ہوں گے۔

۵۳-ان کے دل خیر سے غافل' اوران کے جسم حصول خیر کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔

۵۴-یہ دل کے اعتبار سے سب سے بدتر اور جسم کے اعتبار سے سب سے اچھے لوگ ہیں۔

۵۵- یہ لوگ نفاق کے راز چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کے چہروں اور زبانوں پر ہی ظاہر کردیتا ہے۔

۵۶-دنیا کی خاطر عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں۔

۵۷-قرآن کریم کا تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ منافقوں کے اوصاف ہیں' لہٰذا اے مسلمان! قبل اس کے کہ تم پر (فیصلہ کرنے والی) موت آدھمکے ان اوصاف سے اجتناب کرو۔

یہ صفات بطور مثال ہیں(۱) ورنہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں منافقین کی صفات بہت زیادہ ہیں' ہم اللہ تعالیٰ سے عفو ودرگزر کا اور دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

چوتھا مسلک: نفاق کے اثرات ونقصانات:

نفاق کے بڑے خطرناک اثرات اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں' ان میں سے چند نقصانات حسب ذیل ہیں:

(۱) نفاق اکبر منافقین کے دلوں میں خوف وہراس اور رعب کا سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یحذر المنافقون أن تنزل علیهم سورة تنبئهم بما في قلوبهم قل استهزءوا إن الله مخرج ما تحذرون﴾ (۲)۔

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلادے' کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔

---

(۱) دیکھئے: صفات المنافقین لابن القیم، ص۴، نیز المنافقون في القرآن الکریم، از ڈاکٹر عبدالعزیز الحمیدي، ص۱۴۱۔

(۲) سورۃ التوبہ:۶۴۔

(۲) نفاق اکبر اللہ کی لعنت کا موجب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ جہنم انہیں کافی ہے، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة لنغرينک بهم ثم لا يجاورونک فيها إلا قليلاً، ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلاً﴾(۲)۔

اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔ وہ لعنت زدہ ہیں، جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

(۳) نفاق اکبر کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ نفاق اکبر، کفر چھپانا اور خیر ظاہر کرنا ہے، بلکہ یہ (نفاق) کفر سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المنافقين في الدرک الأسفل من النار ولن تجد لهم نصيراً﴾(۳)۔

بیشک منافقین جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پا سکتے۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۶۸۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۶۰، ۶۱۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۴۵۔

(۴) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا' کیونکہ یہ کھلے کفر سے بھی زیادہ سخت ہے' جس کے مرتکبین کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين كفروا وظلموا لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم طريقاً، إلا طريق جهنم خالدين فيها أبداً وكان ذلك على الله يسيراً﴾(۱)۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا، سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے' اور یہ اللہ تعالیٰ پر نہایت آسان ہے۔

(۵) نفاق اکبر اپنے مرتکب پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کردیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعاً﴾(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں (سب) کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

(۶) نفاق اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا اس سے کبھی نہ نکلے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وعد الله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خالدين فيها﴾(۳)۔

اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں' عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

(۷) نفاق اکبر اپنے مرتکب کے لئے اللہ کو بھلا دینے کا سبب بنتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ويقبضون أيديهم نسوا الله فنسيهم إن المنافقين هم الفاسقون﴾(۴)۔

تمام منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۲) سورۃ النساء: ۱۴۰۔

(۳) سورۃ التوبہ: ۶۸۔

(۴) سورۃ التوبہ: ۶۷۔

سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سمیٹتے ہیں' یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا، بیشک منافق ہی فاسق ہیں۔

(۸) نفاق اکبر سارے اعمال ضائع و برباد کر دیتا ہے، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أنفقوا طوعاً أو كرهاً لن يتقبل منكم إنكم كنتم قوماً فاسقين، ومامنعهم أن تقبل منهم نفقاتهم إلا أنهم كفروا بالله و برسوله ولا يأتون الصلاة إلا وهم كسالى ولا ينفقون إلا وهم كارهون﴾(۱)۔

کہہ دیجئے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا' یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کئے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کو آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

(۹) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نفاق اکبر کے مرتکبین کا نور گل کر دیگا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يوم يقول المنافقون والمنافقات للذين آمنوا انظرونا نقتبس من نوركم قيل ارجعوا وراءكم فالتمسوا نوراً فضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب﴾(۲)۔

اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

(۱۰) نفاق اکبر بندے کو اس کی موت کے وقت مومنوں کی دعاء رحمت ومغفرت سے محروم کر دیتا ہے، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ التوبہ:۵۳،۵۴۔

(۲) سورۃ الحدید:۱۳۔

﴿ولا تصل علی أحد منهم مات أبداً ولا تقم علی قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون﴾(۱)۔

ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ہیں۔

(۱۱) نفاق اکبر دنیا وآخرت کے عذاب کا سبب ہے، ارشاد باری ہے:

﴿فلا تعجبك أموالهم ولا أولادهم إنما يريد الله ليعذبهم بها في الحياة الدنيا وتزهق أنفسهم وهم كافرون﴾(۲)۔

آپ کو ان کے مال واولاد کچھ بھی بھلے نہ لگیں' اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔

(۱۲) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنے نفاق کا اظہار واعلان کردے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا، چنانچہ اس کا خون ومال حلال ہو جائے گا اور اس پر مرتد کے احکام نافذ کئے جائیں گے، البتہ حاکم کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ منافقین ہمیشہ اسلام ہی ظاہر کرتے ہیں(۳)۔

لیکن اگر منافق اپنے کفر ونفاق کو چھپائے رکھے تو ظاہری ایمان کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا خون ومال محفوظ ہوگا، باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے(۴)۔

(۱۳) نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنا کفر ظاہر کردے تو وہ اس کے اور مومنوں کے درمیان عداوت ودشمنی واجب کردے گا، چنانچہ وہ اس سے کوئی دوستی نہ رکھیں گے خواہ کوئی قریب ترین شخص ہی کیوں نہ ہو، اور اگر اپنا کفر ظاہر نہ کرے تو اس کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا' باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

---

(۱) سورۃ التوبہ:۸۴۔

(۲) سورۃ التوبہ:۸۵۔

(۳) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۸/۴۳۴۔

(۴) دیکھئے: المنافقون في القرآن، از ڈاکٹر عبدالعزیز الحمیدي، ص ۴۵۰۔

(۱۴) نفاق اصغر، جو کہ عملی نفاق ہے ایمان میں کمی اور کمزوری پیدا کرتا ہے اور اس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خطرہ میں ہوتا ہے۔

(۱۵) نفاق اصغر کا مرتکب اس خطرہ میں ہوتا ہے کہ اس کا یہ نفاق اسے نفاق اکبر تک نہ پہنچا دے۔

ہم اللہ کے غیظ وغضب اور نفاق کی تمام چھوٹی بڑی قسموں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے عفو درگزر اور دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

چھٹا مبحث:

سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں

پہلا مطلب: سنت کا نور

پہلا مسلک: سنت کا مفہوم:

سنت کے کچھ اہل (متبع اور پیروکار) ہیں، اور ان کا ایک مخصوص عقیدہ ہے، نیز وہ حق پر متفق ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ سب سے پہلے میں ''عقیدۃ أہل السنۃ والجماعۃ'' میں شامل تینوں الفاظ کی تشریح کر دوں۔

اولاً: عقیدہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

عقیدہ کا لغوی مفہوم: لفظ ''**عقیدہ**'' ''**عقد**'' سے ماخوذ ہے، جسکے معنی باندھنے، اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں، اور اسی سے پختگی و پیوستگی، جماؤ اور ہم آہنگی بھی ہے، عربی زبان میں کہا جاتا ہے ''**عقد الحبل یعقدہ**'' یعنی رسی کو مضبوطی کے ساتھ باندھا، اسی طرح کہا جاتا ہے ''**عقد العهد و البيع**'' یعنی پختہ عہد و پیمان اور خرید و فروخت کا معاملہ کیا، نیز کہا جاتا ہے ''**عقد الإزار**'' یعنی ازار کو اچھی طرح کسا، اور ''**العقد**'' (باندھنا) ''**الحل**'' (کھولنا) کی ضد ہے(۱)۔

عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم: عقیدہ ایسے پختہ ایمان اور قطعی حکم اور فیصلہ کا نام ہے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو، چنانچہ جس پر انسان ایمان رکھتا اور اس پر اپنے قلب و ضمیر سے پوری طرح مطمئن ہوتا، نیز اسے لائق اتباع دین و مذہب سمجھتا ہے وہی اس کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اب اگر یہ پختہ ایمان اور مستحکم فیصلہ صحیح ہوگا تو

---

(۱) القاموس المحیط از فیروز آبادی، باب دال، فصل عین، ص: ۳۸۳، نیز معجم مقائیس اللغۃ، از ابنِ فارس، کتاب عین، ص: ۶۷۹۔

عقیدہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ ''اہل سنت و جماعت'' کا عقیدہ ہے، اور اگر باطل ہوگا تو عقیدہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ جملہ گمراہ اور باطل فرقوں کا عقیدہ ہے(۱)۔

ثانیاً: اہل سنت کا مفہوم:

سنت کا لغوی مفہوم: عربی زبان میں سنت، طور طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں، خواہ اچھی ہو یا بری (۲)۔

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں سنت اس اسوہ اور طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم علمی، اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر گامزن تھے۔ یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع اور پیروی لازم ہے، اور جس کے متبعین لائق مدح وستائش، اور مخالفین قابل صد مذمت ہیں، چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ ''فلاں اہل سنت میں سے ہے'' تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح، سیدھے اور لائق تعریف طریقہ والوں میں سے ہے(۳)۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہو، یا اعمال واقوال ہوں، اور یہی درحقیقت سنتِ کاملہ ہے''(۴)۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو، یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، یا نہ آپ نے انجام دیا ہو اور نہ ہی آپ کے زمانہ میں انجام پایا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا''(۵)۔ اور اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری وباطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ

---

(۱) دیکھئے: مباحث في عقيدة اہل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ص: ۹-۱۰۔

(۲) لسان العرب، از ابن منظور، باب نون، فصل سین، ۱۳/ ۲۲۵۔

(۳) دیکھئے: مباحث في عقيدة اہل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ص: ۱۳۔

(۴) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/ ۱۲۰

(۵) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۱/ ۳۱۷۔

کی پیروی کا نام ہے(۱)۔

ثالثاً: جماعت کا مفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: ''جـمـاعـت''، عربی زبان میں مادہٗ ''جـمـع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں، جوتفرقہ واختلاف کی ضد ہے، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: ''**جمعت الشيء جمعاً**''، یعنی میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا(۲)۔

اور علماءِ عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ''جماعت'' سے مراد امت کے سلف صالحین یعنی صحابہٗ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے(۳)۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں''۔

نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں: ''یعنی جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے''(۴)۔

دوسرا مسلک: اہل سنت کے نام اور ان کے اوصاف:

(۱) اہل سنت و جماعت: یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہٗ کرام رضی اللہ عنہم کے

---

(۱) مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ، ۳/ ۱۵۷۔

(۲) معجم المقائیس في اللغۃ، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ماجاء من کلام العرب في المضاعف والمطابق اولہ جیم، ص: ۲۲۴۔

(۳) دیکھئے: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از ابن ابی العز، ص: ۶۸، نیز شرح العقیدۃ الواسطیۃ، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، تالیف: محمد خلیل ہراس، ص: ۶۱۔

(۴) اس بات کو امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام بیہقی کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب ''إغاثۃ اللھفان'' (۱/ ۷۰) میں ذکر کیا ہے۔

منہج وطریقہ پر قائم ودائم ، اور آپ ﷺ کی سنت کے صحیح متبع اور پیروکار ہیں ، یہ صحابہ، تابعین اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے وہ ائمہ دین وہدایت ہیں جنھوں نے اتباع اور پیروی پر استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے بدعت سے دوری اختیار کی ، یہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں رب ذوالجلال کی نصرت وتائید سے بہرہ منداور قیامت تک باقی رہیں گے(١)۔

اہل سنت کی وجہ تسمیہ: اہل سنت وجماعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سنت رسول ﷺ کی طرف منسوب، اوراسے اپنے قول، فعل اوراعتقاد میں ظاہری وباطنی طور پر اپنانے پر متفق ہیں (٢) ۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"افترقت اليهود على إحدى وسبعين فرقةً فواحدة في الجنة وسبعون في النار، وافترقت النصارى على اثنتين وسبعين فرقةً فإحدى وسبعون فرقةً في النار وواحدة في الجنة، والذي نفس محمدٍ بيده لَتَفْتَرِقَنَّ أمتي على ثلاث وسبعين فرقةً، واحدة في الجنة واثنتان وسبعون في النار" قيل: يارسول الله ، من هم؟ قال:"الجماعة" (٣)۔

یہودا کہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی ، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی ، اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، او بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جماعت''۔

---

(١) دیکھئے: مباحث في عقيدة اہل السنۃ والجماعۃ ، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالکریم العقل، ص: ١٣، ١٤۔

(٢) دیکھئے: فتح رب البریۃ بتلخیص الحمویۃ ، از شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ، ص: ١٠ وشرح العقیدۃ الواسطیۃ ، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان ص: ١٠۔

(٣) یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، کتاب الفتن ، باب افتراق الأمم، ٢/ ٣٢١، حدیث نمبر (٣٩٩٢)، ابوداؤد، کتاب السنۃ ، باب شرح السنۃ، ٤/ ١٩٧، حدیث نمبر (٤٥٩٦)، ابن ابی عاصم، کتاب السنۃ ، ١/ ٣٢، حدیث نمبر (٦٣)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ٢/ ٣٦٤۔

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ ''صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

" ما أنا عليه وأصحابي" (۱)۔

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(۲) فرقہ ناجیہ: (نجات یافتہ جماعت) یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور فرمایا:

" كلها في النار إلا واحدة" (۲)۔

سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے، یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

(۳) طائفہ منصورہ: (غالب اور نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت)

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس" (۳)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے (۴)۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، ۵/۲۶، حدیث نمبر (۲۶۴۱)۔

(۲) دیکھئے: من اصول اہل السنۃ والجماعۃ، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، بابٌ: حدثنا محمد بن المثنی، ۴/۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۱)، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: "لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم" ۲/۱۵۲۴، حدیث نمبر (۱۰۳۷)۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب المناقب، بابٌ: حدثنا محمد بن المثنی، ۴/۲۲۵، حدیث نمبر (۳۶۴۰)، نیز صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: "لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم" ۲/۱۵۲۳، حدیث نمبر (۱۹۲۱)۔

اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خذلهم ، حتى يأتي أمرالله وهم كذلك" (١)۔

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے (٢)۔

(٤) اہل سنت و جماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ و منہج پر گامزن ہیں، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا:

"ما أنا عليه و أصحابي" (٣)۔

یعنی اہل سنت و جماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔

(٥) اہل سنت و جماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی رہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں، ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إن من سعادة الحدث (٤) والأعجمي أن يوفقهما الله لعالم من أهل السنة"(٥)۔

کسی عامی اور عجمی کے لئے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرمادے۔

---

(١) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: "لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم" ٢/١٥٢٣، حدیث نمبر (١٩٢٠)۔

(٢) صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قولہ ﷺ: "لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم" ٢/١٥٢٣، حدیث نمبر (١٩٢٣)۔

(٣) اس حدیث کی تخریج صفحہ (٣١٧) میں گزر چکی ہے۔

(٤) "الحدث" کے معنی نوجوان (عامی نوجوان) کے ہیں، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر، از ابن الاثیر، باب حاء مع دال، مادہ "حدث" ١/٣٥١۔

(٥) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ١/٦٦، نمبر (٣٠)۔

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا کرتا ہے، اور وہ اہل سنت ہیں، اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے''(١)۔

(٦) اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں، جو لوگوں کو بدعت اور اہل بدعت سے منع کرتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟، تو انھوں نے فرمایا: ''سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے''(٢)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں، جو کہ صراط مستقیم یعنی حق واعتدال کی راہ پر گامزن ہیں''(٣)۔

(٧) اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بدأ الإسلام غريباً و سيعود كما بدأ غريباً فطوبى للغرباء"(٤)۔

اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا، اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس طرح شروع میں تھا، تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لئے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟، تو آپ نے فرمایا:

"النزاع (٥) من القبائل"(٦)۔

---

(١) حوالۂ سابق، ١/٧٢، نمبر (٥١)۔

(٢) شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، ١/٧٢، نمبر (٥٣)۔

(٣) دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ٣/ ٣٦٨-٣٦٩۔

(٤) صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان ان الإ سلام بدأ غریباً وسیعود غریباً، ١/١٣٠، حدیث نمبر (١٤٥)۔

(٥) یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھر بار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے خوشخبری ہو جنھوں نے اللہ واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النهاية في غريب الحديث والأثر، از ابن الاثیر، ٥/٤١۔

(٦) مسند احمد بن حنبل: ١/ ٣٩٨۔

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ''غرباء'' اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أناس صالحون في أناس سوء كثير من يعصيهم أكثر ممن يطيعهم"(۱)۔

بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

"الذين يصلحون ما أفسد الناس"(۲)۔

لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پران کی اصلاح کرنے والے۔

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

(۸) اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا، تو کہنے لگے: "سموا لنا رجالكم" بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ، چنانچہ دیکھا جاتا، اگر اہل سنت کی باتیں ہوتیں تو مان لی جاتیں، اور اگر اہل بدعت کی باتیں ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں''(۳)۔

اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اسی لئے ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۲/۱۷۷، ۲۲۲۔

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۴/۷۳۔

(۳) صحیح مسلم، المقدمة، باب الإسناد من الدين، ۱/۱۵۔

حصہ کھو گیا ہو‘‘(۱)۔

نیز فرماتے ہیں: ’’جو لوگ اہل سنت کی موت کی تمنا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے گُل کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا گرچہ کافروں کو نا گوار گذرے‘‘(۲)۔

تیسرا مسلک: سنت مطلق نعمت ہے:

نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱-نعمت مطلق ۲-نعمت مقید

اولاً: نعمت مطلق: نعمتِ مطلق وہ نعمت ہے جس کا تعلق بندے کے ابدی فوز وفلاح اور سعادت مندی سے ہے، اور وہ اسلام اور سنت کی نعمت بے بہا ہے، کیونکہ انسان کی دنیوی واخروی سعادت تین بنیادی ارکان پر موقوف ہے، اسلام، سنت رسول ﷺ اور دنیا وعقبیٰ میں عافیت وسلامتی۔ اسلام اور سنت رسول ﷺ کی نعمت ہی وہ نعمت ہے جس سے سرفراز مندوں کے راہ کی رہنمائی طلب کرنے کا اللہ عز وجل نے ہمیں اپنی نمازوں میں حکم دیا ہے، اور انہیں رفیق اعلیٰ کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئک رفيقاً﴾(۳)۔

اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ کیا ہی بہترین ساتھی ہیں۔

یہ چار اصناف کے لوگ ہی اس نعمت مطلق کے مستحق ہیں جن کی طرف اللہ کے درج ذیل فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾(۴)۔

---

(۱) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۶۶، نمبر (۲۹)۔

(۲) حوالۂ سابق، ۱/ ۶۸، نمبر (۳۵)۔

(۳) سورۃ النساء: ۶۹۔

(۴) سورۃ المائدہ: ۳۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔

تو تکمیل دین اسلام کی اور اتمام نعمت الٰہی کا ہوا ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایمان کے کچھ حدود، فرائض، سنن اور شرائع ہیں، جس نے انہیں مکمل سرانجام دیا اس نے اپنا دین مکمل کرلیا''(۱)۔

اور اللہ کا دین اللہ کی وہ شریعت ہے جو اوامر ونواہی اور ممنوعات پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نعمت مطلق یعنی اسلام اور سنت کی نعمت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے، اور دراصل یہی وہ نعمت ہے جس پر اظہار مسرت کیا جانا چاہئے، کیونکہ اس نعمت پر خوش ہونا اللہ عز وجل کی مرضیات میں شامل ہے، ارشاد ہے:

﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون﴾(۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے، وہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ اکٹھا کررہے ہیں۔

اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ''فضل اور رحمت'' سے مراد اسلام اور سنت ہے۔اور اسلام اور سنت کی نعمت پر خوشی کا اظہار انسان کی زندہ دلی کے معیار پر منحصر ہے۔لہٰذا، انسان جس قدر اسلام اور سنت میں راسخ اور قوی ہوگا، اسی قدر اس کے دل کی مسرت شدید تر ہوگی، چنانچہ سنت کی روحانیت سے معمور ہونے پر دل مارے خوشی کے رقص کرتا ہے اور امن وسکون سے لبریز ہوتا ہے جب کہ لوگ رنج وغم سے نڈھال اور انتہائی ہراساں ہوتے ہیں''(۳)۔

ثانیاً: نعمت مقید: جیسے صحت، مالداری، تندرستی، جاہ وحشمت، کثرت اولاد، نیک سیرت وصورت بیوی اور اس طرح کی دیگر نعمتیں، یہ ساری نعمتیں نیکوکار و بدکار، مومن وکافر سب میں مشترک ہیں، اور اس اعتبار سے

---

(۱) صحیح البخاری تعلیقاً، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ: "بني الإسلام على خمس"، ۱/۹۔

(۲) سورۃ یونس: ۵۸۔

(۳) یہ اقتباس امام ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر سے ماخوذ ہے، دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، ۲/۳۳-۳۶، ۳۸۔

یہ کہنا بھی درست ہے کہ کافر پر بھی اللہ کی نعمتیں ہیں۔

کافر و فاجر کو حاصل ہونے والی مقید نعمتیں درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور ڈھیل ہیں، اگر انہیں نعمت مطلق (اسلام) کی دولت نہ مل سکی تو اس کا انجام عذاب اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔(۱)

چوتھا مسلک: سنت کا مقام:

سنت اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہونے والا امن وامان میں ہو جاتا ہے، اور اللہ کا وہ عظیم دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والا اللہ تک پہنچ جاتا ہے، سنت اپنے رہروؤں کو بلندیوں پر لا کھڑا کرتی ہے، گو اپنے اعمال کی بدولت وہ اس شرف سے محروم ہوں، اور جب اہل بدعت اور منافقین کا نور روز قیامت بجھا ہوا ہوگا، تو اہل سنت کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا، اور جب اہل بدعت کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے، تو اہل سنت کے چہرے روشن اور تر و تازہ ہوں گے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ﴾(۲)۔

جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے''(۳)۔

سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس پر بندے کی سعادت و ہدایت اور فلاح و کامرانی موقوف ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْراً يَّمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجھمیۃ، ۲/۳۶۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۰۶۔

(۳) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجھمیۃ، میں ذکر کیا ہے، ۲/۳۹، اور دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/۳۶۹، نیز: جامع البیان عن تأویل آي القرآن، از ابن جریر ۷/۹۳۔

(۴) سورۃ الأنعام: ۱۲۲۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

اور توفیق دہندہ اللہ تعالیٰ ہی ہے (۱)۔

پانچواں مسلک: صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام:

اولاً: صاحب سنت کا مقام:

صاحب سنت (متبع سنت) زندہ دل اور روشن ضمیر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زندگی اور نور کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اہل ایمان کی صفت قرار دیا ہے، اس لئے کہ زندہ اور روشن دل ہی در حقیقت اللہ کو پہچان سکتا ہے، اس پر یقین کر سکتا ہے، اسے سمجھ سکتا ہے، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیجی ہوئی شریعت کا پیرو اور تابعِ فرمان ہوسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ رب العالمین سے اپنے دل، اپنے کان، اپنی آنکھ اور اپنی زبان میں، نیز اپنے اوپر، اپنے نیچے، اپنے دائیں، اپنے بائیں، اپنے پیچھے، اور اپنے آگے نور کا سوال کرتے تھے، اور اسی طرح اپنی ذات کو نور بنانے، نیز اپنے ظاہری جسم، گوشت، ہڈی، اور خون میں نور کا سوال فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی ذات، اعضاءِ جسمانی، حواس ظاہرہ و باطنہ اور شش جہات کے لئے نور طلب کیا ہے۔

مومن کا داخل ہونا اور نکلنا اور اس کا قول و عمل سب نور ہی ہوتا ہے، اور یہ نور اپنے قوت وضعف کے اعتبار سے روز قیامت صاحب نور کے لئے ظاہر ہوگا، اس کے سامنے اور دائیں جانب دوڑے گا، چنانچہ کچھ لوگوں کا نور آفتاب کی طرح ہوگا، کسی کا ستارہ کی مانند، کسی کا طویل قامت کھجور کے مثل، کسی کا کھڑے آدمی کا سا، اور کسی کا اس سے کمتر، حتی کہ ان میں سے بعض کو صرف اس کے قدم کے انگوٹھے کے اوپری حصہ پر ٹمٹماتا ہوا نور دیا جائے گا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا، غرضیکہ دنیا میں اس کے ایمان اور اتباع

---

(۱) دیکھئے: اجتماع الجیوش الإسلامیۃ علی غزو المعطلۃ والجہمیۃ، از ابن قیم، ۲/۳۸۔

سنت کا نور جس قدر تھا، بعینہ اسی طرح وہاں عینی اور مشاہداتی طور پر نور ظاہر ہوگا (۱)۔

ثانیاً: اہل سنت کی پہچان:

اہل سنت کی بہت ساری علامتیں اور نشانیاں ہیں، جنھیں عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم نشانیاں درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندی۔

۲- اصول وفروع (جملہ مسائل) میں کتاب وسنت سے فیصلہ لینا۔

۳- اہل سنت سے محبت اور اہل بدعت سے نفرت۔

۴- قلت عدد سے وحشت نہ محسوس کرنا، کیونکہ حق مومن کی متاع گمشدہ ہے، جسے وہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔

۵- کتاب وسنت کی تعلیم کی صحیح تطبیق کے ساتھ گفتار وکردار میں سچائی۔

۶- رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی اتباع جن کے اخلاق قرآن کریم تھے (۱)۔

ثالثاً: بدعتی کا انجام:

بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوا کرتا ہے، اللہ رب العالمین نے موت اور تاریکی کو ایمان نہ لانے والوں کا وصف قرار دیا ہے، اور مردہ اور تاریک دل وہ ہوتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت کا تابع فرمان ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کو مردہ اور تاریکیوں میں بھٹکنے والا قرار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی تمام زندگی ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے، چنانچہ ان کے دل تاریک ہیں، انہیں حق باطل، اور باطل حق نظر آتا ہے، ان کے اعمال، اقوال، اور احوال سب تاریک اور بے نور ہیں، ان کی قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہیں، اور جب روز قیامت پل صراط پر گذرنے کے لئے نور تقسیم ہوگا، تو یہ

---

(۱) اجتماع الجیوش الإسلامیۃ، از ابن قیم، ۲/ ۳۸-۴۱، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲) دیکھئے: عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث، از امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی، ص: ۱۴۷، نیز تنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من الأخطار، از ڈاکٹر صالح بن سعد سحیمی، ص: ۲۶۴۔

تاریکیوں میں بے یارو مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے، اور ان کے لئے جہنم میں داخلہ کا راستہ بھی تاریک ہوگا، اور یہی وہ تاریکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ابتداء وجود بخشا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کی سعادتمندی چاہتا ہے اسے اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور جس کی بدبختی چاہتا ہے اسے اسی میں باقی چھوڑ دیتا ہے۔(۱)

(۱) اجتماع الجیوش الإسلامیۃ، از ابن قیم، ۲/ ۳۹-۴۰، قدرے تصرف کے ساتھ۔

دوسرا مطلب: بدعت کی تاریکیاں

پہلا مسلک: بدعت کا مفہوم:

بدعت کا لغوی مفہوم: بدعت عربی زبان میں دین کی تکمیل کے بعد اس میں کسی نئی چیز کی ایجاد کو کہتے ہیں، یا ہر اس من مانی قول یا عمل کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ کے بعد ایجاد کیا گیا ہو(۱)۔ کہا جاتا ہے ''ابتدعت الشيء''، میں نے فلاں شے ایجاد کی، جب کوئی قول یا عمل بلا کسی مثال سابق کے ایجاد کیا ہو(۲) الغرض ''**بدع**'' کا لفظ کسی چیز کے بلا کسی مثال سابق ایجاد کے لئے ہی بولا جاتا ہے، اور اسی سے ارشاد باری:

﴿بديع السماوات والأرض﴾(۳)۔

بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی مثال سابق کے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے(۴)۔

اور شریعت کی اصطلاح میں اہل علم نے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، جن میں سے بعض تعریفیں بعض کا تتمہ ہیں، چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

۱- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دین اسلام میں بدعت ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہو، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو، نہ واجب نہ مستحب''(۵)۔

---

(۱) القاموس المحیط، باب عین، فصل دال، ص:۹۰۶، ولسان العرب، ۶/۸، نیز فتاویٰ ابن تیمیة، ۳۵/۴۱۴۔

(۲) معجم المقاییس في اللغة، از، ابن فارس، ص:۱۱۹۔

(۳) سورة البقرة:۱۱۷، وسورة الأنعام:۱۰۱۔

(۴) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۴۹، نیز دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از امام راغب اصفہانی، مادہ 'بدع''، ص:۱۱۱۔

(۵) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۴/۱۰۷-۱۰۸۔

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- اقوال وعقائد میں۔ ۲- اعمال وعبادات میں۔

تاہم یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے میں شامل اور متداخل ہیں (۱)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اعمال دو قسم کے ہیں:

۱- عادات۔ ۲- عبادات۔

عبادات میں اصل یہ ہے کہ اللہ کی مشروع کردہ عبادات میں کسی قسم کا اضافہ نہ کیا جائے، جبکہ عادات میں اصل یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے ان کے علاوہ کسی بات سے منع نہ کیا جائے''(۲)۔

نیز فرماتے ہیں: ''بدعت وہ عقائد وعبادات ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف ہوں، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کے اقوال (باتیں)، اسی طرح ان لوگوں کی عبادتیں جنھوں نے مسجدوں میں ناچنے، گانے، داڑھیاں منڈانے اور حشیشہ (بھنگ) پینے کو عبادت سمجھ رکھا ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر وہ ساری عبادتیں ان بدعات میں سے ہیں جنھیں کتاب وسنت کے مخالفین عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں، واللہ اعلم''(۳)۔

۲- امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بہ ظاہر شریعت کے مشابہ ہو، (۴) جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو''۔

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ خاص کرتے ہوئے عادات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، البتہ عاداتی امور کو بدعت میں شامل سمجھنے والوں کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہے ''بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر وہی مقصود

---

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲۲/۳۰۶۔

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہ، ۴/۱۹۶۔

(۳) فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۸/ ۳۴۶، نیز دیکھئے: فتاویٰ، ۳۵/۴۱۴۔

(۴) یعنی بہ ظاہر تو شریعت کے موافق ہو لیکن حقیقت میں شریعت کے مخالف اور اس سے متصادم، دیکھئے: الاعتصام، از شاطبی، ۱/۵۳۔

ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے''(۱)۔

پھر امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی دوسری تعریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عادات چونکہ عام امور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان میں بدعت نہیں ہوتی، البتہ انھیں عبادت سمجھ کر انجام دیئے جانے، یا عبادت کے قائم مقام سمجھنے کے سبب ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے دونوں تعریفوں کے درمیان تطبیق دی ہے اور جن امور میں تعبد لازمی ہے، ان کی مثال خرید وفروخت، نکاح وطلاق، اجارہ داری اور جرائم وخصومات وغیرہ سے دی ہے، کیونکہ یہ امور کچھ ایسے شرعی شرائط وضوابط سے مقید ہیں جن میں مکلّف کا کوئی اختیار نہیں (۲)۔

۳- حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (۳)''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد امور ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، رہے وہ امور جن کی اصل شریعت میں موجود ہے تو وہ شرعاً بدعت نہیں کہلائیں گے، گو لغوی اصطلاح میں بدعت ہیں، چنانچہ جس نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کی جس کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ گمراہی ہے، اور دین اس سے بَری ہے، چاہے وہ اعتقادی مسائل ہوں، یا اعمال ہوں، یا اقوال ہوں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔

البتہ سلف صالحین سے جو بعض بدعتوں کے استحسان کی بات منقول ہے تو ان سے لغوی معنی میں بدعت مراد ہے، نہ کہ شرعی اصطلاح میں، چنانچہ اسی قبیل سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جب انھوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں با جماعت تراویح ادا کرنے کے لئے جمع کیا اور پھر لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں با جماعت تراویح ادا کرتے دیکھ کر فرمایا:

"نعمت البدعة هذه" (۴)۔

کتنی اچھی بدعت ہے یہ!۔

---

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۰-۵۶۔

(۲) دیکھئے: الإعتصام، از امام شاطبی، ۲/ ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۹۴۔

(۳) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۲/ ۱۲۷-۱۲۸ قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۴) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/ ۳۰۸، حدیث نمبر (۲۰۱۰)۔

عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل اس شکل میں اس وقت سے پہلے انجام نہ دیا جاتا تھا، البتہ شریعت میں اس کے اصول و دلائل موجود تھے جن سے یہ مسئلہ مستنبط تھا، علی وجہ المثال چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قیام رمضان پر ابھارتے اور اس کی رغبت دلاتے تھے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں مختلف جماعتوں میں اور انفرادی طور پر بھی قیام اللیل ادا کرتے تھے، اور خود آپ ﷺ نے بھی صحابۂ کرام کو کئی راتیں با جماعت قیام اللیل پڑھایا، اور پھر اس خوف سے رک گئے کہ کہیں امت پر قیام اللیل (تراویح) فرض نہ ہو جائے، اور لوگ اس کی ادائیگی نہ کر سکیں، اور یہ خوف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جاتا رہا(۱)۔

۲- نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے، اور یہ عمل خلفائے راشدین کی سنتوں میں سے ہے(۲)۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱- بدعت مکفرہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲- بدعت مفسقہ: یہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا (۳)۔

دوسرا مسلک: قبولیت عمل کی شرطیں:

تقرب الٰہی کی غرض سے کئے گئے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں:

پہلی شرط: وہ عمل خالص اللہ وحدہ لاشریک کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲/ ۳۰۹، حدیث نمبر (۲۰۱۲)۔

(۲) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۲/ ۱۲۹ قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/ ۵۱۶۔

" إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرئٍ مانوى" (۱)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

دوسری شرط: وہ عمل نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیا جائے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۲)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

چنانچہ صرف وہی اعمال عند اللہ شرف قبولیت سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیئے گئے ہوں، جو عمل اخلاص اور اتباع سنت رسول سے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے عاری ہو، ایسا عمل مردود اور نا قابل قبول ہے، نیز اللہ عز وجل کے حسب ذیل فرمان میں داخل ہے:

﴿وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثوراً﴾ (۳)۔

انھوں نے جو کچھ بھی اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

اور جس کا عمل اخلاص اور اتباع نبوی ﷺ ہر دو سے بہرہ مند ہو، وہ مندرجہ ذیل بشارتوں کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن أحسن ديناً ممن أسلم وجهه لله وهو محسن﴾ (۴)۔

اور بہ حیثیت دین اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے تابع کر دیا ہو اور وہ نیکو کار بھی ہو۔

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۱/۹، حدیث نمبر (۱) وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "إنما الأعمال بالنيات"، ۲/۱۵۱۵، حدیث نمبر (۱۹۰۷)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، ۳/۱۳۴۴، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، متفق علیہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ"، دیکھئے: بخاری، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، مسلم، حدیث نمبر (۱۷۱۸)۔

(۳) سورۃ الفرقان: ۲۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۱۲۵۔

نیز ارشاد ہے:

﴿بلى من أسلم وجهه لله وهو محسن فله أجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (۱)۔

سنو! جو بھی اپنے آپ کو اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، اور وہ نیکوکار (متبع سنت) بھی ہو، تو بلاشبہ اسے اس کا رب بھرپور بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی آزردگی واداسی۔

چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث " إنما الأعمال بالنيات ..الخ " (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے...) باطنی اعمال کی کسوٹی ہے، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ " (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) ظاہری اعمال کا میزان ہے، اس طرح یہ دونوں حدیثیں دین اسلام کے اصول وفروع، ظاہر وباطن، اور اقوال وافعال کو سمیٹنے والی انتہائی عظیم الشان حدیثیں ہیں (۲)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے فرمان "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ " (جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے)، اور دوسری روایت "من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ " (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) اہل عرب کے نزدیک ان دونوں روایتوں میں ''ردٌّ '' مردود کے معنی میں ہے، جس کے معنی باطل اور غیر مقبول کے ہیں۔

یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ اور نبی کریم ﷺ کے جامع کلمات میں سے ہے، نیز دین اسلام میں ایجاد کردہ تمام بدعات ومخترعات کی تردید میں دوٹوک ہے۔ اور دوسری روایت میں بایں معنی تھوڑی سی زیادتی ہے کہ بسا اوقات کسی سابقہ ایجاد کردہ بدعت پر عمل کرنے والے بعض معاندین پہلی روایت کے پیش نظر اگر یہ حجت قائم کریں کہ ہم نے تو کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، تو جواباً اس پر دوسری

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۱۲۔

(۲) دیکھئے: بھجۃ قلوب الأبرار وقرۃ عیون الأخیار، از علامہ سعدی، ص: ۱۰۔

روایت سے حجت قائم کی جائے جس میں جملہ بدعات کو مردود اور نا قابل قبول قرار دیئے جانے کی تصریح ہے خواہ خود اس پر عمل کرنے والے شخص نے اسے ایجاد کیا ہو، یا اس سے پہلے کسی اور نے ایجاد کیا ہو'' (۱)۔

تیسرا مسلک: دین میں بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ میں بہ کثرت نصوص وارد ہیں، نیز صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے بھی بدعتوں پر تنبیہ کی ہے، مختصراً چند نصوص حسب ذیل ہیں:

اولاً: بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليک الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله﴾ (۲)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ نے سلف کے کچھ آثار ذکر کئے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں (لایعنی) بحث ومباحثہ کرنے والوں نیز خوارج اور ان کے موافقین کے بارے میں ہے (۳)۔

(۲) فرمان باری ہے:

﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۱۴/ ۲۵۷، نیز المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، از امام قرطبی، ۶/ ۱۷۱۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۷۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۷۰-۷۶۔

ذلکم وصاکم به لعلکم تتقون﴾(۱)۔

اور یہی میری صراط مستقیم ہے، سو اسی پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو، کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

چنانچہ یہی صراط مستقیم اللہ کی وہ راہ ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلایا ہے، اور وہ سنت رسول ﷺ ہے، اور جن مختلف راہوں سے بچنے کی تاکید کی ہے، یہ صراط مستقیم سے منحرف اہل اختلاف وافتراق کی راہیں ہیں، جو کہ اہل بدعت ہیں (۲)۔

اس طرح یہ آیت کریمہ اہل بدعت کی جملہ راہوں سے ممانعت کو شامل ہے (۳)۔

(۳) ارشاد الٰہی ہے:

﴿وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهداكم أجمعين﴾(۴)۔

اور اللہ تعالیٰ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے، اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔

''سیدھی راہ'' سے مراد حق کی راہ ہے، اور بقیہ راہیں حق سے منحرف بدعت وضلالت کی راہیں ہیں (۵)۔

(۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً لست منهم في شيء إنما أمرهم إلى الله ثم ينبئهم بما كانوا يفعلون﴾(۶)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی

---

(۱) سورۃ الأنعام: ۱۵۳۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۶۔

(۳) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۸۔

(۴) سورۃ النحل: ۹۔

(۵) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۸۔

(۶) سورۃ الأنعام: ۱۵۹۔

تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے، پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دے گا۔

یہ اس امت کے خواہش پرست، گمراہ اور بدعتی لوگ ہیں (۱)۔

(۵) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ولا تكونوا من المشركين من الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعاً كل حزب بما لديه فرحون ﴾ (۲)۔

اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔

(۶) ارشاد ربانی ہے:

﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم﴾ (۳)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

(۷) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذاباً من فوقكم أو من تحت أرجلكم أو يلبسكم شيعاً﴾ (۴)۔

آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے۔

(۸) نیز ارشاد فرمایا:

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۷۹ا۔

(۲) سورۃ الروم: ۳۱-۳۲۔

(۳) سورۃ النور: ۶۳۔

(۴) سورۃ الأنعام: ۶۵۔

﴿ولا یزالون مختلفین إلا من رحم ربک﴾(۱)۔

اور وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، ہاں مگر اللہ جس پر رحم فرمائے۔ واللہ اعلم (۲)۔

ثانیاً: بدعت کی مذمت سنتِ نبوی کی روشنی میں:

بدعت کی مذمت اور اس سے اجتناب سے متعلق نبی کریم ﷺ سے بہت ساری حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں:

(۱) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌ "(۳)۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ " (۴)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

"أما بعد، فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة"(۵)۔

اما بعد، بیشک سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین امور نئی ایجاد کردہ بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبۂ جمعہ میں اللہ کی حمد وثناء بیان کرنے کے

---

(۱) سورۃ ہود: ۱۱۸، ۱۱۹۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۷۰-۹۱۔

(۳) اس حدیث کی تخریج ص (۲۴۳، ۳۳۱) میں گذر چکی ہے۔

(۴) اس حدیث کی تخریج ص (۲۴۳، ۳۳۱) میں گذر چکی ہے۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ۱/ ۵۹۲، حدیث نمبر (۸۶۷)۔

بعد ارشاد فرماتے تھے:

”مـن يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، إن أصدق الحديث كتاب الله، وأحسن الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار“ (۱)۔

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بیشک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

(۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مـن دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومـن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً“ (۲)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۵) جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مـن سـن فـي الإسـلام سنةً حسنةً فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده، من غير أن

---

(۱) اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث میں ہے، اِن الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں ہے، دیکھئے: کتاب صلاۃ العیدین، باب کیف الخطبۃ، ۳/ ۱۸۸، حدیث نمبر (۱۵۷۸)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ، ومن دعا اِلی ھدی اوضلالۃ، ۴/ ۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)۔

ینقص من أجورهم شيءٌ، ومن سن في الإسلام سنةً سيئةً كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير أن ينقص من أوزارهم شيءٌ " (۱)۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اسکا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے لیکن خود ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جنھوں نے اس پر عمل کیا لیکن خود ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۶) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے آنکھیں اشکبار ہوگئیں، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا:

" أوصيكم بتقوى الله ، والسمع والطاعة ، وإن تأمر عليكم عبد ، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة " (۲)۔

میں تمھیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، لہذا، تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اسے دانتوں سے خوب اچھی طرح جکڑ لو، اور اپنے آپ کو نئی ایجاد شدہ باتوں سے بچاؤ، اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۷) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر (بھلائی و نیکی)

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ۲/ ۷۰۵، حدیث نمبر (۱۰۱۷)۔

(۲) ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۴/ ۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، ۵/ ۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، امام ترمذی نے فرمایا: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' (یہ حدیث حسن صحیح ہے)، وابن ماجہ، فی المقدمۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین، ۱/ ۱۵-۱۶، حدیث نمبر (۴۲، ۴۳، ۴۴)، ومسند احمد، ۴/ ۴۶-۴۷۔

کے متعلق پوچھا کرتے تھے، اور میں آپ سے شر (برائی و گناہ کے کام) کے بارے میں پوچھتا تھا تاکہ ان میں واقع ہونے سے بچوں، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر (نعمتِ اسلام) سے سرفراز فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟، آپ نے فرمایا: ''ہاں''، میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگا؟، آپ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن اس میں کدورت اور خرابیاں ہوں گی'' (یعنی وہ خالص خیر نہ ہوگا) میں نے عرض کیا: وہ خرابیاں کیا ہوں گی؟، آپ نے فرمایا: "قوم يستنون بغير سنتي، ويهدون بغير هديي، تعرف منهم وتنكر"، کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ پر چلیں گے، اور میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے، ان کی بعض باتیں معروف (صحیح) ہوں گی اور بعض منکر (غلط)''، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: "نعم، دعاة على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها" ''ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے اوصاف بتا دیجئے، آپ نے فرمایا: "نعم، قوم من جلدتنا ويتكلمون بألسنتنا"، ''ہاں، وہ ہماری طرح کے لوگ ہوں گے، اور ہماری ہی زبان بولیں گے''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں ان سے دوچار ہوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: "تلزم جماعة المسلمين، وإمامهم"، ''مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو''، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور ان کا کوئی امام ہی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: "فاعتزل تلك الفرق كلها، ولو أن تعض على أصل شجرة حتى يدركك الموت وأنت على ذلك"، ''ان تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، چاہے مرتے دم تک کسی درخت کی جڑ کیوں نہ چبانا پڑے''(۱)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے فرمان "يهدون بغير هديي" (میری راہ کے علاوہ

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الأمر إذا لم تکن جماعة، ۸/ ۱۱۹، حدیث نمبر (۷۰۸۴)، ومسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن وفي کل حال، وتحریم الخروج علی الطاعة، ومفارقة الجماعة، ۳/ ۱۴۷۵، حدیث نمبر (۱۸۴۷)۔

کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے) میں "هدي" سے مراد سیرت اور طریقہ ہے، نیز "دعاة على أبواب جهنـم من أجابهم إليها قذفوه فيها" (کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں ڈھکیل دیں گے) سے مراد اہل علم کے نزدیک وہ امراء ہیں جو بدعت یا کسی اور ضلالت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے جیسا کہ خوارج، قرامطہ اور فتنہ پروروں کا حال تھا(۱)۔

(۸) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أمـا بـعـد، ألا أيهـا الـنـاس إنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تـارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله، فيه الهدى والنور، [هو حبل الله المتين من أتبعـه كـان عـلـى الهـدى، ومـن تـركـه كـان على الضلالة] فخذوا بكتاب الله، واستمسكوا به"(۲)۔

اما بعد، لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہوسکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے، اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں، اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

(۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يـكون في آخر الـزمان دجـالون كـذابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم" (۳)۔

---

(۱) صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۲/ ۴۷۹۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه، ۴/۱۸۷۳، حدیث نمبر (۲۴۰۸)۔

(۳) صحیح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ۱/۱۲، حدیث نمبر (۶، ۷)۔ وابن وضاح، في ما جاء في البدع، ص: ۶۷، نمبر (۶۵)۔

آخری زمانہ میں کچھ دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جنھیں تم نے اور تمہارے آباء واجداد کسی نے نہ سنے ہوں گے، تو خبردار! ان سے بچنا دیکھنا یہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

ثالثاً: بدعات کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اقوال:

(۱) علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو، اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو''(۱)۔

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو، کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہوسکیں تو انہوں نے اپنی من مانی کہنا شروع کردیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا''(۲)۔

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(سنت کی) اتباع کرو، بدعت نہ ایجاد کرو، سنت ہی تمہارے لئے کافی ہے، ہر بدعت گمراہی ہے''(۳)۔

رابعاً: بدعت کے سلسلہ میں تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کے چند اقوال:

(۱) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک شخص کے پاس ایک خط میں لکھا: ''امابعد: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اپنانے، اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے اور آپ

---

(۱) الطبقات الکبری، از ابن سعد، ۳/ ۱۳۶۔

(۲) شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۱۳۹، نمبر (۲۰۱)، وسنن الدارمی، ۱/ ۴۷، اثر نمبر (۱۲۱)، وجامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبدالبر، ۲/ ۱۰۴۱، نمبر (۲۰۰۱، ۲۰۰۳ و۲۰۰۵)۔

(۳) في ماجاء في البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۳، نمبر (۱۴، ۱۲)، والمعجم الکبیر، از، امام طبرانی، ۹/ ۱۵۴، حدیث نمبر (۸۷۷۰)، امام ہیثمی ''مجمع الزوائد'' (۱/ ۱۸۱) میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے راویان صحیح بخاری کے ہیں''، نیز، شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۹۶، حدیث نمبر (۱۰۲)، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر آثار کے لئے دیکھئے: في ماجاء في البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۵، ومجمع الزوائد، از امام ہیثمی، ۱/ ۱۸۱۔

ﷺ کی سنت کے بعد جو کچھ بدعتیوں نے ایجاد کر رکھا ہے اسے ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں''(۱)۔

(۲) حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نہ کوئی قول بغیر عمل کے صحیح ہوسکتا ہے، نہ کوئی قول اور عمل بغیر نیت کے، اور نہ ہی کوئی قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے''(۲)۔

(۳) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل کلام (اہل بدعت کی ایک قسم) کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انہیں اونٹ پر سوار کرکے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے، اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے''(۳)۔

(۴) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس نے دین اسلام میں کوئی بدعت اچھی سمجھ کر ایجاد کی، تو گویا اس نے یہ سوچا کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم﴾ (۴)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل کردی۔

چنانچہ جو چیز اس وقت (عہد رسالت میں) دین نہ تھی آج دین نہیں بن سکتی''(۵)۔

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابۂ کرام کے عقیدہ ومنہج کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جھگڑے اور بے جا مباحثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا، نیز دین میں اختلافات اور جنگ وجدال سے بچنا ہے''(۶)۔

---

(۱) سنن أبي داود، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ۴/۲۰۳، حدیث نمبر (۴۶۱۲)، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابوداود، از علامہ البانی رحمہ اللہ، ۳/۸۷۳۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/۶۳، حدیث نمبر (۱۸)۔

(۳) اس کی تخریج ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں کی ہے، ۹/۱۱۶۔

(۴) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۵) الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۶۵۔

(۶) شرح أصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/۱۷۶۔

خامساً: بدعات درج ذیل وجوہات کی بنا پر مذموم ہیں:

١- تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ وحی الٰہی کے بغیر انسانی عقلیں اپنی مصلحتوں کا ادراک نہیں کر سکتیں، اور بدعات کی ایجاد اس مصلحت کے منافی ہے۔

٢- شریعت اسلامیہ کامل ومکمل ہے، اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔

٣- بدعتی شریعت اسلامیہ کا معانداوراس کا مخالف ہوتا ہے۔

٤- بدعتی خواہش پرست ہوتا ہے، کیونکہ عقل اگر پابند سنت نہ ہو تو خواہش پرستی کے سوا اس کے لئے کوئی چارہ نہیں۔

٥- بدعتی اپنے آپ کو شارع کے مرتبہ میں سمجھتا ہے، کیونکہ شارع ہی نے شریعت بنائی ہے اور اہل ایمان کو اس کے مطابق عمل کرنے کا مکلّف بنایا ہے(١)۔

چوتھا مسلک: بدعات کے اسباب:

بدعات کے پنپنے، پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں، چند اسباب درج ذیل ہیں:(٢)۔

١- **جہالت:** اور یہ سب سے بڑی بلا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تقف ما ليس لک به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئک كان عنه مسئولا﴾ (٣)۔

اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها ومابطن والإثم والبغي بغير الحق وأن

---

(١) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ١/ ٦١-٧٠۔

(٢) ان میں سے اکثر اسباب کے لئے دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ١/ ٢٨٧-٣٦٥۔

(٣) سورۃ الاسراء: ٣٦۔

تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطاناً وأن تقولوا على الله ما لاتعلمون﴾(۱)۔
آپ فرمائیے کہ میرے رب نے خفیہ وعلانیہ فواحش، ہر طرح کے گناہ اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم نہیں جانتے۔
نیز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إن الله لا ينتزع العلم من الناس انتزاعاً، ولكن يقبض العلماء فيرفع العلم معهم، ويبقي في الناس رؤوساً جهالاً يفتون بغير علم فَيَضِلون ويُضِلون" (۲)۔
اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان سے علم یونہی کھینچ کرنہ لے لے گا، بلکہ علماء کو وفات دے کر اٹھا لے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا، اور لوگوں میں صرف جاہل رووساء کو باقی چھوڑے گا، جو بغیر علم کے فتوے دیں گے، تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۲- خواہشاتِ نفس کی اتباع: یہ بھی لوگوں کو بدعات اور خواہش پرستی میں ڈالنے والے خطرناک اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿يا داود إنا جعلناك خليفةً في الأرض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله إن الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب﴾(۳)۔

---

(۱) سورة الأعراف: ۳۳۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب مایذکر من ذم الرأي وتکلف القیاس، ۸/ ۱۸۷، حدیث نمبر (۷۳۰۷)، ومسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل والفتن آخر الزمان، ۴/ ۲۰۵۸، حدیث نمبر (۲۶۷۳)۔

(۳) سورة ص: ۲٦۔

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو، اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

اور ارشاد ہے:

﴿ولا تتبع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان أمره فرطاً﴾(۱)۔

اور آپ اس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، اور وہ اپنے خواہشات نفسانی کا پیرو ہے، اور اس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔

اور فرمایا:

﴿أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله أفلا تذكرون﴾(۲)۔

کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے !!۔

اور فرمایا:

﴿ومن أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله﴾(۳)۔

اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو۔

اور فرمایا:

---

(۱) سورۃ الکھف: ۲۸۔

(۲) سورۃ الجاثیۃ: ۲۳۔

(۳) سورۃ القصص: ۵۰۔

﴿إن يتبعون إلا الظن وما تهوى الأنفس ولقد جاء هم من ربهم الهدى﴾(۱)۔
یہ لوگ تو صرف اٹکل پچو اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔

۳- **شبہات میں پڑنا:** اہل بدعت شبہات میں پڑنے کے سبب بھی بدعات کے شکار ہوتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿هو الذي أنزل عليک الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب وأخر متشابهات فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله إلا الله والراسخون في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر إلا أولو الألباب﴾(۲)۔

وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اور پختہ اور مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، ساری آیتیں ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں، اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔

۴- **نری عقل پر اعتماد کرنا:** چنانچہ جو شخص قرآن وسنت یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے وہ گمراہی کے دلدل میں جا پھنستا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ النجم: ۲۳۔
(۲) سورۃ آل عمران: ۷۔
(۳) سورۃ الحشر: ۷۔

اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ (۱)۔

اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

۵- **تقلید اور تعصب:** کیونکہ اکثر اہل بدعت اپنے آباء واجداد اور پیران ومشائخ کی تقلید کرتے ہیں ،اوران کے مذاہب کا تعصب کرتے ہیں، (ایسے لوگوں کے سلسلہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وإذا قيل لهم اتبعوا ما أنزل الله قالوا بل نتبع ما ألفينا عليه آباءنا﴾ (۲)۔

اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

اور فرمایا:

﴿بل قالوا إنا وجدنا آباءنا على أمة وإنا على آثارهم مهتدون﴾ (۳)۔

بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔

اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال مزین وآراستہ کردیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الأحزاب:۳۶۔

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۷۰۔

(۳) سورۃ الزخرف:۲۲۔

﴿ أفمن زين له سوء عمله فرآه حسناً فإن الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء فلا تذهب نفسك عليهم حسراتٍ إن الله عليم بما يصنعون﴾(۱)۔

تو کیا وہ شخص جس کے لئے اس کے بُرے اعمال خوشنما کر دیئے گئے ہیں تو وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے، اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے، تو (اے پیغمبر!) آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہئے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالی بخوبی واقف ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿يوم تقلب وجوههم في النار يقولون يا ليتنا أطعنا الله وأطعنا الرسول، وقالوا ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراءنا فأضلونا السبيلا، ربنا آتهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيراً﴾(۲)۔

اس دن ان کے چہرے جہنم میں اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کئے ہوتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی باتیں مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار! تو انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر خوب لعنت نازل فرما۔

۶- بُرے لوگوں کی ہم نشینی اور ان سے میل جول: بدعتوں میں پڑنے اور لوگوں میں بدعات کی ترویج اور نشر واشاعت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل سوء کی ہم نشینی اختیار کرنے والا ندامت کا شکار ہوتا ہے، ارشاد ہے:

﴿ويوم يعض الظالم على يده يقول يا ليتني اتخذت مع الرسول سبيلاً، يا ويلتى ليتني لم أتخذ فلاناً خليلاً، لقد أضلني عن الذكر بعد إذ جاءني وكان الشيطان

---

(۱) سورۃ فاطر:۸۔

(۲) سورۃ الأحزاب:۶۶-۶۸۔

للانسان خذولاً﴾(۱)۔

اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھ کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد گمراہ کر دیا، اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔

﴿وإذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره وإما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾(۲)۔

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔

نیز فرمایا:

﴿وقد نزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلاتقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذاً مثلهم إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعاً﴾(۳)۔

اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۲۷-۲۹۔

(۲) سورۃ الأنعام: ۶۸۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۴۰۔

"إنما مثل الجليس الصالح و الجليس السوء كحامل المسك و نافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبةً، ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك وإما أن تجد ريحاً خبيثةً " (۱)۔

نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے، تو مشک فروش یا تو تم کو مشک ہدیہ میں دیدے گا یا تم اس سے خرید لوگے، یا کم از کم تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی، اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمہیں اس سے گندی بو ملے گی۔

۷- **علماء کی خاموشی اور کتمان علم:** یہ بھی لوگوں میں بدعات اور فساد کے پھیلنے کا ایک سبب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب أولئک يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون، إلا الذين تابوا وأصلحوا وبينوا فأولئک أتوب عليهم وأنا التواب الرحيم﴾ (۲)۔

جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے، مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں۔

اور فرمایا:

﴿إن الذين يكتمون ما أنزل الله من الكتاب ويشترون به ثمناً قليلاً أولئک

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب السمک، ۶/ ۲۸۷، حدیث نمبر (۵۵۳۴)، ومسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب مجالسۃ الصالحین...۴/ ۲۰۲۶، حدیث نمبر (۲۶۲۸)، بروایت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹، ۱۶۰۔

مایأکلون في بطونهم إلا النار ولا یکلمهم الله یوم القیامة ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم﴾(۱)۔

بیشک جولوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں،اوراسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں' یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا' نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وإذ أخذ الله میثاق الذین أوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمناً قلیلاً فبئس ما یشترون﴾(۲)۔

اوراللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کروگے اوراسے چھپاؤ گے نہیں' پھربھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت ڈال دیا اوراسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا،تو کتنا بدترین ہے ان کا یہ سودا؟۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک جماعت پر دعوت الی اللہ اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے فرمایا:

﴿ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر وأولئک هم المفلحون﴾(۳)۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے' اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اورابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

(۱) سورۃ البقرۃ:۱۷۴۔

(۲) سورۃ آل عمران:۱۸۷۔

(۳) سورۃ آل عمران:۱۰۴۔

آپ نے فرمایا:

”من رأي منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان“ (۱)۔

تم میں سے جو کوئی منکر امر دیکھے تو اسے چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ ان درجات و مراتب کے مطابق ہر شخص پر فرض ہے۔

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب، يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون، من جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل“(۲)۔

مجھ سے پہلے جس کسی امت میں کوئی نبی مبعوث ہوا، اس امت میں اس کے کچھ حواری (اعوان وانصار) اور ساتھی ہوتے تھے، جو اس کی سنت کی پیروی اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتے تھے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہ تھے، اور ایسی چیزیں کرتے تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، تو جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهي عن المنكر من الایمان وان الایمان یزید وینقص وان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان، ۱/ ۶۹، حدیث نمبر (۴۹)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهي عن المنكر من الایمان، ۱/ ۷۰، حدیث نمبر (۵۰)۔

مومن ہے، اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من سئل عن علم يعلمه فكتمه أُلجِمَ يوم القيامة بلجامٍ من نارٍ"(۱)۔

جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا، تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۸- **کافروں کی مشابہت اور ان کی تقلید:** مسلمانوں کے درمیان بدعات کے جنم دینے میں اس چیز کا ایک نمایاں رول ہے، اس کی دلیل ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے، اور ابھی ہمارے کفر کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا، فتح مکہ کے روز ہی مسلمان ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہمارا گذر ایک درخت سے ہوا تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے اسی طرح ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے، (ذات انواط، دراصل ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرکین عبادت کی خاطر بیٹھتے تھے، اور حصول تبرک کے لئے اپنے ہتھیار وغیرہ بھی اس میں لٹکایا کرتے تھے) تو جب ہم نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿اجعل لنا إلٰها كما لهم آلهة قال إنكم قوم تجهلون﴾(۲)۔

ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر فرما دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واقعی تم لوگ بڑے نادان ہو۔

---

(۱) جامع ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في كتمان العلم، ۵/۲۹، حدیث نمبر (۲۶۴۹)، وابو داود، کتاب العلم، باب كراهية منع العلم، ۳/۳۲۱، حدیث نمبر (۳۶۵۸)، وابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، ۱/۹۸، حدیث نمبر (۲۶۶)، ومسند احمد، ۲/۲۶۳، ۳۰۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الترمذی (۲/۳۳۶) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۱/۴۹) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سورۃ الأعراف: ۱۳۸۔

"لتركبن سنن من كان قبلكم"(۱)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کروگے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اس بدترین مطالبہ کا اصل محرک کفار کی مشابہت ہی تھی، اسی طرح صحابۂ کرامؓ کا اللہ کے علاوہ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر نبی کریم ﷺ سے ایک درخت مقرر فرمانے کے مطالبہ کا سبب بھی کفار کی مشابہت ہی تھی، اور یہی حال آج مسلمانوں کی اکثریت کا بھی ہے کہ انہوں نے بدعات وشرکیات کے عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کی ہے، جس کے مظاہر تقریباتِ پیدائش، جنازوں کی بدعات، اور قبروں پر عمارت کی تعمیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ قوموں کی راہیں اپنانا بدعات وخواہشات کا ایک دروازہ ہے''(۲)۔

اس بات کی مزید وضاحت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لتتبعن سنن من كان قبلكم شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتى لو دخلوا في جحر ضبٍ لاتبعتموهم"۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستوں کی پیروی کروگے، ایک ایک بالشت، اور ایک ایک گز، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے''۔ ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ''کیا یہود ونصاریٰ کی راہوں کی؟'' آپ نے فرمایا: ''فمن؟''، ''تو اور کس کی؟''(۳)۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج بایں الفاظ امام ابوعاصم نے کتاب السنة میں کی ہے، ۱/ ۳۷، حدیث نمبر (۷۶)، علامہ البانی نے اس حدیث کی سند کو ''ظلال الجنة في تخريج السنة'' میں (جو کتاب السنة کے ساتھ ہی شائع ہوئی ہے) حسن قرار دیا ہے، ۱/ ۳۷، وجامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لتركبن سنن من كان قبلكم، ۴/ ۴۷۵، حدیث نمبر (۲۱۸۰)، امام ترمذیؒ نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''حدیث حسن صحیح ہے''، نیز دیکھئے: النهج السديد في تخريج احاديث تيسير العزيز الحميد، از جاسم بن فهيد الدوسري، ص: ۶۴، ۶۵۔

(۲) دیکھئے: تنبيه اولي الأبصار إلى كمال الدين ومافي البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۱۴۷، ورسائل ودراسات في الأهواء والافتراق والبدع وموقف السلف منها، از ڈاکٹر ناصر العقل، ۲/ ۱۷۰، نیز کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۷۔

(۳) متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ: ''لتتبعن سنن من كان قبلكم''، ۸/ ۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۲۰)، ومسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصاری، ۴/ ۲۰۵۴، حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''السنن'' کے معنی راستے کے ہیں، اور بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور دیگر بے راہ روی کے کاموں میں شدتِ یکسانیت اور موافقت کی مثال مقصود ہے، نہ کہ کفر میں، اور یہ نبی کریم ﷺ کا ایک کھلا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی یہ پیشین گوئی حرفاً حرفاً ثابت ہوئی'' (۱)۔

معلوم ہوا کہ بالشت، گز، اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے سے دراصل ہر اس شے میں اتباع کرنے کی مثال مقصود ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے، اور وہ شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے (۲)، اور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقومٍ فهو منهم" (۳)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تا کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت و پرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت و خواری اس شخص کا مقدر بنا دی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

۹- ضعیف و موضوع (جھوٹی) حدیثوں پر اعتماد: ضعیف و بے اصل حدیثوں پر اعتماد بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے بدعات کی نشر و اشاعت ہوتی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اہل بدعت ضعیف، بے سر و پا، موضوع، جھوٹی اور ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جنھیں محدثین نے درجۂ قبولیت سے خارج قرار دیا ہے، اور دوسری طرف ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو ان کی بدعات کے آڑے آتی

---

(۱) صحیح مسلم بشرح امام نووی: ۱۶/۴۶۰۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری، از امام حافظ ابن حجر، ۱۳/۳۰۱۔

(۳) مسند احمد بن حنبل، ۲/۵۰، ۹۲، علامہ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: (حدیث نمبر، ۵۱۱۴ و ۵۱۱۵ و ۵۶۶۷) بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

ہیں، جس کے نتیجہ میں ہلاکت و بربادی اور خسارہ ان کا مقدر بن جاتا ہے، ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ (١)۔

١٠- غلو پسندی ومبالغہ آرائی: غلو، بدعات کے ظہور وانتشار کا سب سے بنیادی سبب ہے، اور یہی وہ سبب اصیل ہے جس سے انسانیت میں شرک جیسے سنگین جرم کا وجود ہوا، کیونکہ لوگ آدم علیہ السلام سے لیکر دس صدیوں تک خالص عقیدۂ توحید پر قائم تھے' شرک کا وجود نہ تھا، پھر اس کے بعد لوگوں نے صالحین (نیکوکار لوگ) سے عقیدتیں قائم کیں اور ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے دعوت توحید کی تجدید کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور یوں انبیاء ورسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا (٢)۔

غلو کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں، چنانچہ غلو شخصیتوں میں ہوتا ہے، مثلاً ائمہ واولیاء کی تقدیس اور انہیں ان کے مرتبوں سے اونچا اٹھانا، اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت تک پہنچ جانا وغیرہ، نیز دین میں غلو ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، یا بے جا تشدد اور ناحق کسی کی تکفیر کرنا وغیرہ، اور غلو درحقیقت عقائد واعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف ہو، یا کسی چیز کی اس کے حق سے زیادہ مذمت (٣)۔

اللہ تعالیٰ نے غلو سے ڈرایا ہے، چنانچہ اہل کتاب سے فرمایا:

﴿**يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم**﴾ (٤)۔

اے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اپنے دین میں غلو نہ کرو۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں غلو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(١) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ، ٢٢/ ٣٦١-٣٦٣، والاعتصام، از امام شاطبی، ١/ ٢٧٨-٢٩٤، وتنبیہ اولی الأبصار.. از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ٨٤٨، ورسائل ودراسات في الأهواء والافتراق.. از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ٢/ ١٨٠۔

(٢) دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ، از امام حافظ ابن کثیر، ١/ ١٠٦۔

(٣) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ١/ ٢٨٩۔

(٤) سورۃ النساء: ١٧١۔

”إياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين“ (۱)۔

دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا شرک و بدعات اور خواہشات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، (۲) اور دین میں غلو کی خطرناکی ہی کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

”لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا:عبد الله ورسوله“ (۳)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔

پانچواں مسلک: بدعت کی قسمیں:

مختلف اعتبار سے بدعت کی مختلف قسمیں ہیں، جن کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے:

پہلی قسم: بدعت حقیقی و بدعت اضافی:

۱- بدعت حقیقی: وہ بدعت ہے جس پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور اہل علم کے کسی معتبر استدلال سے اجمالی یا تفصیلی طور پر کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہ ہو، اسے بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں بلا کسی سابق مثال کے ایک نو ایجاد شئے ہے (۴)۔

---

(۱) نسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصی، ۵/ ۲۶۸، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصى الرمي، ۲/ ۱۰۰۸، واحمد، ۱/ ۳۴۷، اس حدیث کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ”اقتضاء الصراط المستقیم“ (۱/ ۲۸۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/ ۲۸۹، والاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۳۲۹-۳۳۱، ورسائل ودراسات في الأهواء...از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۱/ ۱۷۱، ۱۸۳، والغلو في الدين في حياة المسلمين المعاصرة، از ڈاکٹر عبدالرحمٰن ابن معلا اللویحق، ص: ۷۷-۸۱، والحکمۃ في الدعوۃ إلی اللہ عز وجل، از سعید بن علی القحطانی (صاحب کتاب)، ص: ۳۷۹۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ: ﴿واذكر في الكتاب مريم...﴾ ۴/ ۱۷۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

(۴) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۳۶۷۔

مثال کے طور پر رہبانیت کے ذریعہ اللہ سے تقرب کا حصول، یعنی تمام انسانوں سے علیحدہ ہوکر، دنیا اوراس کی لذتوں سے کنارہ کش ہوکر پہاڑوں میں پناہ گیر ہوجانا، ایسا کرنے والوں کا یہ عمل ایک من مانی عبادت ہے جسے انہوں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے(۱)۔

دوسری مثال یوں ہے کہ اللہ کی عبادت کی خاطر اپنے اوپر اللہ کی پاکیزہ حلال چیزیں حرام قرار دے لینا(۲)، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں(۳)۔

۲- بدعت اضافی: بدعت اضافی کے دورُخ یا دوشاخے ہیں:

۱- اس بدعت سے کچھ دلائل متعلق ہیں، لہٰذا اس پہلو سے وہ بدعت شمار نہ ہوگی۔

۲- اس بدعت سے بس اسی طرح دلائل متعلق ہیں جس طرح بدعت حقیقی سے، یعنی ایک اعتبار سے دلیل پر مبنیٰ ہونے کے سبب سنت، اور دوسرے اعتبار سے دلیل نہیں بلکہ شبہہ پر مبنیٰ ہونے کے سبب بدعت ہے، دونوں میں فرق بایں معنی ہے کہ اصل مسئلہ مبنیٰ بر دلیل ہے، لیکن کیفیات، احوال اور تفصیلات کے اعتبار سے بے دلیل ہے، جبکہ مسئلہ کے لئے دلیل ناگزیر ہے، کیونکہ مسئلہ تعبدی ہے، عام حالات سے متعلق نہیں ہے(۴)۔

مثال کے طور پر لوگوں کا پنجوقتہ نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت اجتماعی طور پر بیک آواز ذکر کرنا، یا اسی طرح پنجوقتہ نمازوں کے بعد امام کا دعا کرنا، اور مقتدیوں کا آمین کہنا، تو ان مسائل پر غور کریں کہ ذکر تو مشروع ہے، لیکن ان مخصوص کیفیات پر ذکر کرنا غیر مشروع، بدعت اور خلاف سنت ہے(۵)۔

اسی طرح ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو دن میں خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا اور رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنا، نیز ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں ''صلاۃ الرغائب'' کا اہتمام کرنا

---

(۱) دیکھئے: حوالہ سابق، ۱/۳۷۰، وتفسیر القرآن العظیم، از حافظ ابن کثیر، ۴/۳۱۶، وتیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، ص: ۷۸۲۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۴۱۷۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ۱/۳۷۰-۴۴۵۔

(۴) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۳۶۷، ۴۴۵۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق، ۱/۴۵۲، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۹۶۔

وغیرہ بھی ہے۔

یہ ساری چیزیں بدعت ہیں ، اور یہی بدعت اضافی ہے، کیونکہ صلاۃ، صوم وغیرہ دیگر عبادات اصلاً مشروع ہیں، لیکن انہیں کسی خاص وقت، خاص جگہ، یا کسی خاص کیفیت میں ادا کرنے سے ان میں بدعت داخل ہوجاتی ہے، کیونکہ زمان ومکان اور کیفیات کی یہ تفصیل کتاب وسنت سے ثابت نہیں، چنانچہ یہ ساری چیزیں بہ حیثیت اصل تو سنت ہیں لیکن غیر ثابت امور کے سبب بدعت میں داخل ہوجاتی ہیں (۱)۔

دوسری قسم: بدعت فعلی و بدعت ترکی:

۱- بدعت فعلی: بدعت کی تعریف میں شامل ہے، بدعت فعلی دین میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو (۲)۔

مثال کے طور پر اللہ کی شریعت میں کسی غیر مشروع امر کا اضافہ کردینا، جیسے کوئی شخص نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کردے، یا دین میں ایسی چیز لا داخل کرے جو اس میں سے نہ ہو، یا کسی عبادت کو اسوۂ نبوی ﷺ کے خلاف کسی خاص کیفیت میں انجام دے، (۳) یا کسی مشروع عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کردے جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے، خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کے دن روزہ رکھے اور رات میں عبادت کرے (۴)۔

۲- بدعت ترکی (کسی چیز کو بلا دلیل ترک کردینے کی بدعت): بدعت کی یہ قسم بھی بدعت کی تعریف کے عموم میں داخل ہے کہ یہ ''دین میں ایک نو ایجاد طریقہ ہے'' (۵)، چنانچہ کسی چیز کو بلا دلیل چھوڑنے سے بھی

---

(۱) دیکھئے: اصول في البدع والسنن، از، شیخ عدوی، ص: ۳۰، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من اخطار، از صالح سحیمی، ص: ۹۶۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۰-۵۶۔

(۳) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۳۶۷-۴۴۵، وتنبیہ اولی الأبصار..، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۹۹، وحقیقۃ البدع واحکامھا، از سعید الغامدی، ۲/ ۳۷، واصول في البدع والسنن، از شیخ عدوی، ص: ۷۰، وعلم اصول البدع، از علی بن حسن الأثری، ص: ۱۰۷۔

(۴) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۲۔

(۵) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۷۔

بدعت کا وقوع ہو جاتا ہے، خواہ اسے حرام سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، کیونکہ کسی چیز کو جو شرعاً حلال اور جائز ہے، اگر انسان اسے اپنے اوپر حرام کر لے یا قصداً ترک کر دے تو اس کا یہ ترک کرنا دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا، یا تو اس کا کوئی شرعی جواز ہوگا، یا اس کے برعکس، اب اگر اس کا کوئی شرعی جواز ہے تو اسے ترک کرنے میں ادنیٰ حرج نہیں، کیونکہ یہ چیز تو شرعاً جائز اور مطلوب امر ہے، جیسے کوئی شخص کسی خاص قسم کے کھانے کو اس لئے ترک کر دے کہ وہ کھانا اس کے جسم یا عقل یا دین کے لئے کسی بھی حیثیت سے ضرر رساں ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو ضرر رساں امور سے حفظان (بچاؤ) کے قبیل سے ہے، جس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم؛ فإنه له وجاء" (١)۔

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے شادی کی طاقت ہو اسے چاہئے کہ شادی کر لے، کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ پست کرنے والی اور شرمگاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے، اور جسے شادی کی استطاعت نہ ہو، وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لئے گناہوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اگر حرج والے کاموں سے بچنے کے لئے غیر حرج والے کاموں کو بھی ترک کر دے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ یہ حرام میں وقوع کے خوف سے اور دین و آبرو کی حفاظت کی خاطر شبہات سے اجتناب کے قبیل سے ہے۔

اور اگر ترکِ عمل کسی اور غرض کے لئے ہو تو بھی دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو دینی نقطۂ نظر سے ہوگا، یا غیر دینی نقطۂ نظر سے، اب اگر غیر دینی نقطۂ نظر سے یونہی اس کا تارک ہے، تو اس کو حرام سمجھنا یا قصداً انجام نہ دینا لغو اور عبث کام ہے، لیکن اس صورت میں اسے بدعت کی عمومی تعریف میں شامل نہ ہونے کے سبب بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ ان لوگوں کی تعریف کے مطابق ضرور کہا جائے گا جو عادات میں بھی بدعت کے

---

(١) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزبۃ، ٢/ ٢٨٠، حدیث نمبر (١٩٠٥)، ومسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ ووجد مؤنتہ، ٢/ ١٠١٨، حدیث نمبر (١٤٠٠)، بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

قائل ہیں، البتہ پہلی تعریف کی روشنی میں یہ بدعت نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ایک شےء کو ترک کرنے یا اس کی حرمت کا عقیدہ رکھنے کے سبب وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا شمار ہوگا، اور گناہ کا مستحق قرار پائے گا، اور خلاف ورزی کا گناہ عمل متروک کے درجۂ وجوب واستحباب پر مبنیٰ ہوگا۔

ہاں اگر ترک عمل دینی نقطہ نظر سے ہو تو وہ دین میں بدعت شمار ہوگا، چاہے عمل متروک مباح ہو، یا واجب، اور خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو، یا معاملات سے، یا عادات سے، نیز قول سے ہو یا فعل سے، یا اعتقاد سے، اگر اس کے ترک سے اللہ کی عبادت مقصود ہوگی تو ایسا کرنے سے وہ بدعتی شمار ہوگا (۱)۔

ایسے امور میں ترک عمل بدعت قرار پانے کی دلیل ان تین افراد کا واقعہ ہے جو آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے کے لئے ازواج مطہرات کے گھر آئے تھے، اور جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اپنے لئے اتنی عبادت کو بہت کم سمجھا، اور کہا: ''کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ؟'' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ''میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا'' دوسرے نے کہا: ''میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا''، تیسرے نے کہا: ''میں عورتوں سے الگ ہوجاؤں گا اور کبھی شادی ہی نہ کروں گا''، پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

"أنتم الذين قلتم كذا وكذا؟ أما والله إني لأخشاكم لله، وأتقاكم له؛ لكني:أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مني" (۲)۔

کیا تم ہی لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ سن لو اللہ کی قسم میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۸۔

(۲) متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغيب في النكاح، ۶/۱۴۲، حدیث نمبر (۵۰۶۳)، ومسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ إلیہ ووجد مؤنتہ، ۲/۱۰۲۰، حدیث نمبر (۱۴۰۱)، بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

''سـنة'' سے مراد یہاں طریقہ ہے، نہ کہ وہ سنت جو فرض کے بالمقابل استعمال کی جاتی ہے۔ اور ''رغب عن الشيء'' کے معنی کسی چیز سے اعراض کر کے دوسری طرف چلے جانے کے ہیں۔ اور '' فمن رغب عن سنتي . . .'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میرے طریقہ کو چھوڑ کر میرے علاوہ کسی اور کا طریقہ اپنایا وہ مجھ سے نہیں (۱)۔

سابقہ گفتگو سے واضح ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت فعلی اور بدعت ترکی، اسی طرح سنت کی بھی دو قسمیں ہیں، سنت فعلی اور سنت ترکی۔ چنانچہ سنت رسول ﷺ جس طرح فعل سے ہوتی ہے اسی طرح ترک فعل سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کے ہر تعبدی عمل میں آپ کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے بشرطیکہ آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اسی طرح ترک عمل میں بھی ہمیں آپ کی اتباع کا مکلّف بنایا ہے، لہٰذا فعل بھی سنت ہے اور ترک فعل بھی، اور جس طرح آپ ﷺ کے کئے ہوئے کو چھوڑ کر ہم اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح آپ کے چھوڑے ہوئے کو انجام دیکر بھی اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے انجام دینے والا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے کئے ہوئے کو ترک کر دینے والا، دونوں میں کوئی فرق نہیں (۲)۔

تیسری قسم: بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی:

۱- بدعت قولی اعتقادی: بدعت قولی اعتقادی جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے عقائد وغیرہ، نیز انہی میں وہ فرقے بھی شامل ہیں جو موجودہ زمانہ کی پیداوار ہیں، جیسے قادیانیت، بہائیت، اور باطنیہ کے تمام فرقے جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ، دروز اور رافضہ وغیرہ۔

---

(۱) دیکھئے: فتح الباری، از حافظ ابن حجر، ۹/ ۱۰۵۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۵۷-۶۰، و۴۷۹، ۴۸۵، ۴۹۸، والأمر بالاتباع والنھي عن الابتداع، از امام جلال الدین سیوطی، ص: ۲۰۵، واصول في البدع والسنن، از شیخ محمد احمد عدوی، ص: ۷۰، وحقیقة البدع واحکامھا، از سعید الغامدی، ۲/ ۳۷-۵۸، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین ومافي البدع من اخطار، از صالح سحیمی، ص: ۹۷، وعلم اصول البدع، از علی بن حسن الأثری، ص: ۱۰۷، وتحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع في الدین، از شیخ احمد بن حجر آل بوطامی، ص: ۸۳۔

۲- بدعت عملی: بدعت عملی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

☆ وہ بدعت جو اصلِ عبادت میں ہو، جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہ ہو، مثلاً کوئی غیر مشروع صلاۃ یا غیر مشروع صیام یا عید میلاد کی طرح کوئی غیر مشروع عید ایجاد کرے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت پر اضافہ اور زیادتی کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی صلاۃ میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر دے، وغیرہ۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقہ میں ہو، مثلاً کوئی شخص کسی مشروع عبادت کو غیر شرعی طریقہ سے ادا کرے، جیسے مشروع اذکار کو اجتماعی آواز میں گا گا کر پڑھنا، اسی طرح عبادات میں اپنے آپ پر بے جا سختی کرنا کہ سنت کی حد سے خارج ہو جائے۔

☆ وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی خاص وقت میں ادا کرنے کی شکل میں ہو، جس کی شریعت میں کوئی تخصیص نہ ہو، مثال کے طور پر شعبان کے پندرہویں دن کو روزہ اور اس کی شب کو قیام (عبادات وغیرہ) کے لئے خاص کر لینا، کہ اصل صیام وقیام تو مشروع ہے لیکن کسی وقت کی تخصیص کے لئے دلیل درکار ہے(۱)۔

چھٹا مسلک: دین میں بدعت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام میں ایجاد کی جانے والی ہر بدعت گمراہی ہے اور حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"إياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة"(۲)۔

---

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۸/۳۴۶، ۳۵-۴۱۴، وکتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۱-۸۲، ومجلۃ الدعوۃ، شمارہ نمبر (۱۱۳۹)، ۹/رمضان، ۱۴۰۸ھ، مقالہ از ڈاکٹر صالح الفوزان، بدعات کی قسمیں، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح السحیمی، ص: ۱۰۰۔

(۲) سنن أبو داؤد، ۴/۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وجامع ترمذی، ۵/۴۴، حدیث (۲۶۷۶)، مفصل تخریج ص: (۳۳۸) میں گذر چکی ہے۔

دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ"۔

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ بات مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ہرنئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور ناقابل قبول ہے، عبادات میں ہر بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے چنانچہ:

☆ بعض بدعتیں کفر ہوتی ہیں: جیسے اہل قبور کے تقرب کی خاطر ان کی قبروں کا طواف کرنا' ذبائح اور قربانیاں پیش کرنا' نذریں ماننا' ان کی دہائی دینا' ان سے فریاد کرنا، اسی طرح غالی جہمیہ، معتزلہ اور رافضہ کے اقوال وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں شرک تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتی ہیں: جیسے قبروں پر عمارتوں کی تعمیر، اور وہاں صلاۃ ادا کرنا' دعاء کرنا وغیرہ۔

☆ بعض بدعتیں معصیت ہوتی ہیں: جیسے، (تبتل) شادی نہ کرنے، دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ رکھنے، اور کسر شہوت کی خاطر خصی ہونے کی بدعتیں وغیرہ (۲)۔

امام شاطبی فرماتے ہیں کہ: ''بدعتی کا گناہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا، بلکہ اس کے مختلف مراتب ودرجات

---

(۱) متفق علیہ: صحیح البخاری، ۲۲۲/۳، حدیث نمبر (۲۶۹۷)، وصحیح مسلم، ۱۳۴۳/۳، حدیث نمبر (۱۷۱۸)، مفصل تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گذر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۸۲۔

ہوتے ہیں، اور ان اختلافِ درجات کا سبب مندرجہ ذیل امور ہیں:

۱- بدعتی مدعی اجتہاد یا مقلد ہو۔

۲- بدعت کا وقوع بدیہی امور میں ہو، مثلاً دین، نفس، عزت و آبرو، عقل اور مال وغیرہ۔

۳- بدعتی اپنی بدعت کو چھپا رہا ہو یا علانیہ انجام دے رہا ہو۔

۴- بدعتی اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلا رہا ہو یا خاموش ہو۔

۵- بدعتی اہل سنت و جماعت سے بغاوت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

۶- بدعت حقیقی ہے یا اضافی ہے۔

۷- بدعت واضح ہے یا غیر واضح ہے۔

۸- بدعت کفر ہے یا کفر نہیں ہے۔

۹- بدعتی اپنی بدعت پر مصر ہے یا مصر نہیں ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ مراتب و درجات اپنی خطرناکی کے اعتبار سے گناہ میں مختلف ہوتے ہیں''(۱)، نیز وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان مراتب میں سے بعض مراتب حرام اور ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں، البتہ ضلالت و گمراہی کی صفت ان تمام اقسام میں مشترک اور لازم ہے''(۲)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کے اعتبار سے بدعت کی تین قسمیں ہیں:

[۱] کفر بواح یعنی کھلا ہوا کفر (۳)۔

[۲] گناہِ کبیرہ (۴)۔

[۳] گناہ صغیرہ (۵)۔

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۲۱۶-۲۲۴، نیز ۲/ ۵۱۵-۵۵۹۔

(۲) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/ ۵۳۰۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/ ۵۱۶۔

(۴) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/ ۵۱۷، نیز ۲/ ۵۴۳-۵۴۴۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/ ۵۱۷، نیز ۲/ ۵۳۹، ۵۴۳-۵۵۰۔

البتہ بدعت کے گناہ صغیرہ ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

پہلی شرط: بدعتی اس بدعت پر ہمیشگی نہ برتے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ صغیرہ اس کے حق میں کبیرہ بن جائے گا۔

دوسری شرط: اس کی دعوت نہ دے، کیونکہ کثرت عمل سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ ہوجاتا ہے۔

تیسری شرط: اسے لوگوں کی مجلس اوراس معاشرے میں انجام نہ دے جہاں سنتوں پر عمل ہوتا ہو۔

چوتھی شرط: بدعت کو معمولی اور حقیر نہ جانے، کیونکہ ایسا کرنا گناہ کو کمتر سمجھنا ہے، اور گناہ کو کمتر سمجھنے کا جرم گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے(۱)۔

بدعت کی ان تینوں قسموں پر ضلالت (گمراہی) کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، جس میں بدعت مکفرہ اور بدعت مفسقہ سب شامل ہیں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ (۲)۔

کچھ لوگوں نے احکام شریعت کی پانچ قسموں کی طرح بدعت کی بھی درج ذیل پانچ قسمیں کی ہیں:

۱- بدعت واجب ۲- بدعت حرام ۳- بدعت مستحب

۴- بدعت مکروہ ۵- بدعت مباح (جائز)۔

لیکن یہ تقسیم فرمان نبوی:

"فإن کل محدثةٍ بدعةٌ، و کل بدعةٍ ضلالةٌ"(۳)۔

بیشک ہرنئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ کے خلاف ہے۔

اسی بنیاد پر امام شاطبی رحمہ اللہ نے بدعت کی اس تقسیم اور صاحب تقسیم کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کی سخت تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''اور جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم نوایجاد ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں،

(۱) دیکھئے: یہ شرطیں اوران کی شاندار شرح، الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/۵۵۱-۵۵۹۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ۲/۵۱۶۔

(۳) ابوداود، ۴/۲۰۱، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، وجامع ترمذی، ۵/۴۴، حدیث نمبر (۲۶۷۶)، مفصل تخریج ص: (۳۳۸) میں گذر چکی ہے۔

بلکہ یہ تقسیم بذات خود غلط ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نص سے یا قاعدۂ شرعیہ سے نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر اس کے واجب، یا مستحب یا جائز ہونے پر کوئی دلیل ہوتی تو وہ چیز بدعت ہی نہ کہلاتی، بلکہ وہ عمل ان اعمال کے ضمن میں شمار ہوتا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، یا جن میں مکلّف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، الغرض ایک طرف ان تمام چیزوں کا بدعت ہونا اور دوسری طرف ان کے واجب یا مندوب، یا مباح ہونے پر شرعی دلائل کا دلالت کرنا، دو باہم متعارض چیزوں کے جمع ہونے کے مترادف ہے، البتہ جہاں تک بدعت مکروہ اور بدعت حرام کا مسئلہ ہے تو یہ تو صرف اس کے بدعت ہونے کے پہلو سے قابل تسلیم ہے، کسی اور پہلو سے نہیں''(۱)۔

ساتواں مسلک: قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات:

پہلی قسم: میت (مردے) سے حاجت براری کا سوال کرنا، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری ہے:

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلاً، أولئک الذین یدعون یبتغون إلی ربهم الوسیلة أیهم أقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه إن عذاب ربک کان محذوراً﴾(۲)۔

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، بیشک تمہارے رب کا عذاب خوفناک ہے۔

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا، اور ان میں الوہیت کا تصور رکھنے والا اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کے سوا کسی کو

---

(۱) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/ ۲۴۶۔

(۲) سورۃ الإسراء: ۵۶-۵۷۔

پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہٰذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریادرسی) یا کسی اور لفظ سے پکارا، تو اُس نے اُس شرک اکبر کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر نہیں معاف کرسکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا، یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ ''اے میرے فلاں سردار میری مدد کیجئے'' یا ''میری اعانت کیجئے'' یا ''میری فریاد سنیئے'' یا ''مجھے روزی دیجئے'' یا ''میں آپ کی حفاظت میں ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت وگمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لئے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لئے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم: میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں ایک نوایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء وصالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ''اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء، یا تیرے فرشتوں، یا تیرے نیک بندوں، یا شیخ فلاں کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح وقلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں'' وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں اہل غار کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر مومن ومتقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم: کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے، تو یہ ساری حرکتیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابۂ کرام، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عہد رسالت کے بعد کئی

مرتبہ قحط سالی سے دوچار ہوئے، مصائب کے شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کے پاس نہ آئے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عباس (عم رسول) رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلبِ باراں کے لئے دعا کروائی، سلف صالحین قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہوکر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد' اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا قبري عيداً، ولا تجعلوا بيوتكم قبوراً، وصلّوا علي وسلموا حيثما كنتم، فسيَبْلُغُني سلامكم وصلاتكم"(۱)۔

میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھے پہنچ جائے گا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سطح زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عید (میلا ٹھیلا) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجۂ اولیٰ حرام اور ممنوع ہوگا' خواہ وہ کسی کی قبر ہو(۲)، اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تجعلوا بيوتكم قبوراً ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلّوا علي فإن صلاتكم تَبْلُغُني حيث كنتم "(۳)۔

اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ

---

(۱) فضل الصلاۃ علی النبي ﷺ، از امام اسماعیل قاضی، ص:۳۴، اور امام البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بہت ساری سندیں ہیں جنھیں اپنی کتاب ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد'' (ص:۱۴۰) میں ذکر فرمایا ہے۔

(۲) الدرر السنیة في الأجوبة النجدیة، از عبد الرحمٰن بن قاسم، ۶/ ۱۶۵-۱۷۴۔

(۳) سنن أبوداؤد، (انہی الفاظ کے ساتھ) کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، ۲/ ۲۱۸، حدیث نمبر (۲۰۴۲) ومسند احمد، ۲/ ۳۶۷، علامہ البانی نے اپنی کتاب ''تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد'' (ص:۱۴۲) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

آٹھواں مسلک: عصر حاضر کی بدعات:

دور حاضر میں پائی جانے والی بدعات بہت زیادہ ہیں، چند بدعات بطور مثال حسب ذیل ہیں:

۱- نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا:

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اوراس کے موجد اوراس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں:

۱- یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ ﷺ ہی ہمارے رہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾(۱)۔

جو کچھ رسول ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آجاؤ۔

نیز ارشاد ہے:

﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيراً﴾(۲)۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

---

(۱) سورۃ الحشر:۷۔

(۲) سورۃ الأحزاب:۲۱۔

نیز نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

”من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ“ (۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن نہ منایا، اور نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبیٔ رحمت ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے، خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عـليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ، وإياكم و محدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة“ (۲)۔

میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوط جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۳- یوم پیدائش کا جشن منانا جادۂ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبید یوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی (آتش پرست) یا دہریہ بددین لوگ تھے (۳)۔

ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعز لدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا، اور رمضان ۳۶۲ھ میں مصر پہنچا (۴)۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۳) دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱، والتبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمٰن الجدیع، ص: ۳۵۹-۳۷۳، وتنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۲۳۲۔

(۴) دیکھئے: البدایۃ والنھایۃ، از امام حافظ ابن کثیر، ۱۱/۲۷۲-۲۷۳، ۳۴۵، ۱۲/ ۲۶۷-۲۶۸، و۶/۲۳۲، و۱۲/۶۳، و۱۱/ ۱۶۱ ==

تو کیا کسی صاحب فہم مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟!۔

۴- اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، ارشاد ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ (۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی رہنمائی کر دی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیاء کرام میں سب سے افضل اور سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں از روئے تبلیغ ونصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما بعث الله من نبيٍ إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه لهم، وينذرهم شر ما يعلمه لهم" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر و بھلائی جانتا ہو اپنی امت

== و۱۲/۱۳، و۱۲/ ۲۶۶، نیز دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، از امام ذہبی، ۱۵/ ۱۵۹-۲۱۵۔

بتایا جاتا ہے کہ عبیدیوں کا سب سے آخری بادشاہ عاضد لدین اللہ تھا، جسے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ۵۶۴ھ میں قتل کیا، امام ذہبی فرماتے ہیں: ''عاضد کا معاملہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں سرانجام پایا، یہاں تک کہ انھوں نے اسے نکال بھگایا اور بنوعباس کو بحال کیا، اور بنوعبید کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، اور روافض کی حکومت کو کچل کر رکھ دیا، یہ چودہ لوگ تھے جو من مانی خلیفہ بن بیٹھے تھے۔''عاضد'' کے معنی ''کاٹنے والے'' کے ہوتے ہیں، چنانچہ عاضد خود اپنے اہل خانہ کی حکومت کو کاٹ دینے والا ثابت ہوا، ۱۵/۲۱۲۔

(۱) سورۃ المائدۃ:۳۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء، الأول فالأول، ۲/۱۴۷۳، حدیث نمبر (۱۸۴۴)۔

کواسکی رہنمائی کردے، اور جوبھی برائی جانتا ہواس پرتنبیہ کردے۔

۵- اس طرح کی سالگرہوں کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا لہٰذا اس کی تکمیل کے لئے کچھ تشریعی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے!!، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائقِ عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع کردہ چیزیں یہ سوچ کر ہوئے ایجاد کردیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کردیں گے!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ پراعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کردیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کردی ہے۔

۶- کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پرتنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول وعمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان نصوص کی روشنی میں علماء محققین نے ایام پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے، اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷- یوم ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا' بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پرعمل اور آپ کی اطاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم﴾(۱)۔

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

۸- رسول اللہ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے(۲)۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۳۱۔

(۲) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/۶۱۴-۶۱۵، و زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۱/۵۹۔

۹- عقلمند کو اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾ (۱)۔

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ انکا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردینگے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ وما أكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين﴾ (۲)۔

اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاسکتے۔

اور فرمایا:

﴿وقليل من عبادي الشكور﴾ (۳)۔

اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکر گذار ہیں۔

۱۰- شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلا﴾ (۴)۔

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار

---

(۱) سورۃ الأنعام: ۱۱۶۔

(۲) سورۃ یوسف: ۱۰۳۔

(۳) سورۃ سبا: ۱۳۔

(۴) سورۃ النساء: ۵۹۔

والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه إلى الله﴾(۱)۔

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾(۲)۔

اور تمہیں جو رسول دیں لے لو، اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے، نیز یہ چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ ہی خود منایا، اور نہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دینِ اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نومولود بدعت ہے۔

۱۱- مسلمان کے لئے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"ذاك يومٌ ولدت فيه، ويوم بعثت، أو أنزل علي" (۳)۔

اسی دن میری ولادت ہوئی ہے، اور اسی دن نبی و رسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

---

(۱) سورۃ الشوریٰ: ۱۰۔

(۲) سورۃ الحشر: ۷۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہرٍ، وصوم یوم عرفۃ، وعاشوراء، والإثنین والخمیس، ۲/ ۸۱۹، حدیث نمبر (۱۱۶۲)۔

لہٰذا اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت باسعادت کا جشن منانا نہیں !!۔

۱۲- جشن عید میلاد النبی ﷺ میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے، چنانچہ اس طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور درج ذیل ہیں:

اولاً: میلادی حضرات جوبھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے؛ جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

"لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى ابن مريم فإنما أنا عبده، فقولوا:عبد الله ورسوله"(۱)۔

تم (حد سے زیادہ تعریفیں کرکے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو"۔

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً مرد وزن کا اختلاط، گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشا آور اشیاء کا استعمال، اور بسا اوقات ان محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول گرامی ﷺ کی ذات یا دیگر اولیاء کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے، چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنیٰ ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کئے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقۂ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں باتفاق علماء حق، باطل اور حرام ہیں (۲)۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء، باب قولہ تعالیٰ: ﴿واذكر في الكتاب مريم﴾، ۴/۱۷۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)۔

(۲) دیکھئے: الابداع فی مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱-۲۵۷۔

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم وتکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں، نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کیلئے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دارِ کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے (۱)، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ثم إنكم بعد ذلك لميتون، ثم إنكم يوم القيامة تبعثون﴾ (۲)۔

اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أنا سيد ولد آدم يوم القيامة وأول من ينشق عنه القبر، وأول شافعٍ وأول مشفعٍ" (۳)۔

میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہونگا، اور سب سے میری سفارش قبول ہوگی۔

یہ آیت کریمہ اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات واحادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبیٔ رحمت ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے، سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ علماء اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص: ۱۳۔

(۲) سورۃ المؤمنون: ۱۵، ۱۶۔

(۳) مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد ﷺ علی جمیع الخلائق، ۴/۱۷۸۲، حدیث نمبر (۲۲۷۸)۔

(۴) التحذیر من البدع، ص: ۱۴، وص: ۷-۱۴، اور دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۰-۲۵۸، والتبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمٰن الجدیع، ص: ۳۵۸-۳۷۳، وتنبیہ أولی الأبصار...، ص: ۲۲۸-۲۵۰۔

۲-ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا:

ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں ابومحمد المقدسی رحمہ اللہ نے خبر دیا' وہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک ماہ رجب کی نماز کا مسئلہ ہے تو ہمارے یہاں بیت المقدس میں اس کی ایجاد (وجود) ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اس سے قبل اس نماز کو ہم نے نہ کبھی دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا'' (۱)۔

اور امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک صلاۃ الرغائب کا مسئلہ ہے تو آج کل لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے درمیان یہی نماز پڑھی جاتی ہے'' (۲)۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے، اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ' باطل اور غیر صحیح ہیں، اور یہ نماز جمہور اہل علم (علماء کرام) کے نزدیک بدعت ہے'' (۳)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ماہ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ' اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے'' (۴)۔

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں رجب کی فضیلت، یا اس کے روزوں، یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں؛ ضعیف اور موضوع (۵)۔

---

(۱) الحوادث والبدع، از امام ابوبکر طرطوشی، ص ۲۶۷، نمبر (۲۳۸)۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۳۸۔

(۳) لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف، ص: ۲۲۸۔

(۴) تبیین العجب بما ورد فی شھر رجب، ص: ۲۳۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق: ص: ۲۳۔

پھر حدیث صلاۃ الرغائب کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں یہ ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے، پھر جمعہ کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ' تین بار ﴿إنا أنزلناه في ليلة القدر﴾ اور بارہ بار ﴿قل هو الله أحد﴾ کی تلاوت کرے، اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے تسبیح' استغفار' سجدہ اور درود نبوی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

پھر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے، نیز بتایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو یہ نماز پڑھے اس پر ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ بھی رکھے، جبکہ بسا اوقات دن میں کافی سخت گرمی پڑتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان روزہ رکھے گا تو اسے نماز مغرب تک کھانے پینے سے احتراز کرنا ضروری ہوگا، اور پھر مغرب کے بعد اس نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوگا، اور پھر ان لمبی تسبیحوں اور طویل سجدوں میں اپنے آپ کو کھپائے گا تو کس قدر تکلیف اور اذیت رسانی سے دوچار ہوگا؟! نیز فرماتے ہیں: ''مجھے ماہ رمضان اور صلاۃ تراویح پر غیرت آتی ہے کہ اس میں اہل ایمان کی کس قدر بھیڑ ہوتی ہے، لیکن جاہل عوام کے نزدیک یہ نماز (صلاۃ الرغائب) اُس سے بھی افضل اور عظیم تر ہے، کیوں کہ اس میں وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو فرائض تک نہیں ادا کرتے'' (۱)۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ صلاۃ الرغائب کے متعلق فرماتے ہیں: ''صلاۃ الرغائب والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے، اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جو چوتھی صدی ہجری کے بعد معرض وجود میں آئی'' (۲)۔

امام عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ۶۳۷ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت ہے، اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے'' (۳)۔

صلاۃ الرغائب کے بطلان اور اس کے مفاسد کے سلسلہ میں امام ابو شامہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ پیش

---

(۱) دیکھئے: تبیین العجب بما ورد فی شهر رجب، ص: ۵۴۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۴۵۔

(۳) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۴۹۔

کرتے ہوئے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گفتگو ختم کرتا ہوں، امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے مفاسد کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱- اس نماز کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جنھوں نے کتب شریعت کی جمع وتدوین فرمائی ہے، جنھیں دین اسلام کے منارہ اور مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت حاصل ہے، اور جو لوگوں کو فرائض وسنن کی تعلیم دینے کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے، لیکن اس کے باوجود ان سے کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہو، یا اپنی کتاب میں لکھا ہو، یا اپنی مجلس میں اس سے کوئی تعرض کیا ہو، جبکہ عرف وعادت میں ایسا ہونا محال ہے کہ اس نماز کو سنت کی حیثیت حاصل ہو اور ان ائمہ کی نگاہ بصیرت سے اوجھل رہ جائے۔

۲- یہ نماز مندرجہ ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:-

پہلی وجہ: یہ نماز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تخصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي، ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام، إلا أن يكون في صوم يصومه أحدكم"(۱)۔

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور نہ ہی دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لئے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن جمعہ پڑ جائے (تو کوئی بات نہیں)۔

لہٰذا اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے بالمقابل کسی اضافی نماز کے لئے خاص کیا جائے،(۲)۔

یہ حدیث رجب کے پہلے جمعہ کی شب کو اور اس کے علاوہ کسی بھی شب کو عام ہے۔

---

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ، ۲/۳۰۳، حدیث نمبر (۱۹۸۵) ومسلم، کتاب الصیام، باب کراھۃ صوم یوم الجمعۃ منفرداً، ۲/۸۰۱، حدیث نمبر (۱۱۴۴)۔

(۲) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۵۶۔

دوسری وجہ: رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں، کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا بہتان لگایا گیا ہے، اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کر کے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے، اور اس کی قباحت وشناعت کو آشکارا کیا جائے، اور اس سے لوگوں کو متنفر کیا جائے، کیونکہ اس کی موافقت کرنے سے درج ذیل مفاسد لازم آتے ہیں:

(۱) اس نماز کی فضیلت اور کفارہ بننے کے سلسلے میں جو چیزیں آئی ہیں ان پر عوام کا اعتماد کر لینا، جب کہ یہ چیز انہیں درج ذیل دو خطرناکیوں میں ڈال دینے کا سبب ہے:

۱- فرائض میں کوتاہی۔ ۲- گناہوں میں انہماک۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس شب کی آمد کے انتظار میں رہتے ہیں، اور اسے ادا کر کے اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کا سامان اور گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں، اور اس طرح حدیث صلاۃ الرغائب کے وضع کرنے والے کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے یعنی نیکیوں کی ترغیب میں بہ کثرت معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

(۲) بدعات پر عمل آوری سے بدعتیوں کو لوگوں کو گمراہ کرنے میں شہ ملتی ہے، جب وہ اپنی وضع کردہ بدعات کو رواج پاتے اور لوگوں کو اس میں منہمک ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ لوگوں کو نئی نئی بدعات میں ملوث کرتے رہتے ہیں، جبکہ بدعات کے ترک کر دینے سے بدعتیوں کو بدعت گری سے زجر وتوبیخ ہوتی ہے۔

(۳) جب ایک عالم اور جانکار شخص اس بدعت پر عمل کرتا ہے تو عوام کو اس کے سنت ہونے کا فریب دیتا ہے، اور اس طرح وہ شخص زبانِ حال سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ منسوب کرنے والا قرار پاتا ہے، اور بسا اوقات زبانِ حال زبانِ قال (کلام) کے قائم مقام ہوتی ہے۔ لوگ اکثر اسی سبب سے بدعات کا شکار ہوئے ہیں۔

(۴) ایک عالم آدمی جب اس بدعی نماز کو پڑھتا ہے تو گویا وہ لوگوں کے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ لوگ اس نماز کو سنت کہنے لگتے ہیں۔

تیسری وجہ: یہ بدعی نماز، نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:

۱- یہ نماز سجدوں کی تعداد، تسبیحوں کی تعداد، اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ قدر وسورۂ اخلاص کی تلاوت کی تعداد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی دیگر نمازوں میں معروف سنتوں کے خلاف ہے۔

۲- نماز میں خشوع وخضوع، استحضار قلبی، اللہ کے لئے فارغ البالی، نیز قرآن کریم کے معانی سے واقفیت، وغیرہ جیسی سنتوں کے خلاف ہے۔

۳- گھروں میں نوافل کی ادائیگی کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نوافل کی ادائیگی مساجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے، اسی طرح فرداً فرداً ادا کرنا بھی مسنون ہے سوائے رمضان میں نماز تراویح کے۔

۴- اس بدعی نماز کے وضع کرنے والوں کے نزدیک اس نماز کا کمال یہ ہے کہ اس دن (جمعرات کو) روزہ رکھا جائے، اور ایسا کرنے سے دو سنتوں کا معطل کرنا لازم آتا ہے، افطار کی سنت، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دل کا فارغ رکھنا۔

۵- اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے بلا وجہ ہیں (۱)۔

سابقہ تمام دلائل، ائمہ کرام کے فرمودات، بطلان کے وجوہات اور مفاسد کے اقسام سے ایک عقلمند کے لئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت اور اسلام میں ایک بے اصل اور نو ایجاد شے ہے۔

۳-اسراء ومعراج کی شب میں جشن منانا:

اسراء ومعراج کی شب اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کی حقانیت و صداقت، عند اللہ آپ کی عظیم قدر ومنزلت، اللہ کی قدرت بے پایاں، اور اللہ عزوجل کے اپنے تمام مخلوقات پر عالی و بلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ارشاد باری ہے:

---

(۱) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۵۳-۱۹۶، یہ تمام مفاسد اور بطلان کے وجوہات رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ''صلاۃ الرغائب'' اور اسی طرح پندرہویں شعبان کی شب میں ادا کی جانے والی نماز ہر دو کو شامل ہیں، جیسا کہ امام ابوشامہ نے اپنی کتاب ''الباعث علی انکار البدع والحوادث'' (ص: ۴۰-۱۷) میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔

﴿سبحا ن الـذي أسری بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصی الذي بارکنا حوله لنريه من آياتنا إنه هو السميع البصير﴾(۱)۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے رب نے اپنے ارادے کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائی، اور پانچ نمازیں فرض کیں، اللہ عزوجل نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں، لیکن ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے برابر مراجعہ کرتے رہے اور تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے باعتبار فرضیت پانچ نمازیں رکھیں اور باعتبار اجر وثواب پچاس، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے، پس ہر طرح کی حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کے لئے لائق وزیبا ہے جس نے ہمیں ان گنت وبے شمار نعمتوں سے نوازا (۲)۔

یہ شب جس میں واقعۂ اسراء پیش آیا، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں:

اولاً: یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج پیش آیا اس کی تحدید وتعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے، نہ رجب کی نہ کسی اور مہینہ کی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی بعثت کے پندرہ ماہ بعد پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الآخر کی ستائیسویں شب میں پیش آیا، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد پیش آیا (۳)، اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب

---

(۱) سورۃ الإسراء:۱۔

(۲) دیکھئے: التحذیر من البدع، از علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، ص:۱۶۔

(۳) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۲/ ۲۶۷-۲۶۸۔

میں پیش آیا(۱)۔

امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض قصہ گوؤں کے حوالہ سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں پیش آیا، یہ بات اصحاب جرح وتعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے''(۲)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ ذکر فرماتے ہیں کہ: ''شب اسراء کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ کونسی رات تھی''(۳)۔

علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ شب جس میں واقعۂ اسراء ومعراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین موجود نہیں ہے، نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی، اس رات کی تعیین کے سلسلہ میں جو روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، اور اس شب کے بُھلا دینے (نامعلوم رکھنے) میں بھی اللہ کی کوئی حکمت بالغہ کارفرما ہے''(۴)۔

اور اگر اس کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں(۵)۔

ثانیاً: اصحاب ایمان اور اہل علم میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کسی نے شب اسراء ومعراج کو دیگر راتوں پر کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت دی ہو، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ، آپؐ کے صحابۂ کرام، تابعین، اور تبع تابعین وغیرہم نے نہ تو اس شب میں کوئی جشن منایا، اور نہ ہی اسے کسی عبادت کے لئے خاص کیا، اور نہ ہی اس کا ذکر کیا، لہٰذا اگر اس شب میں تقریب منانے اور محفل معراج منعقد کرنے کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے قول یا فعل سے اس کی رہنمائی ضرور فرمائی ہوتی، اور اگر فی الحقیقت

---

(۱) دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص:۲۳۲۔

(۲) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص:۲۳۲، نیز دیکھئے: تبيين العجب بما ورد في رجب، از امام حافظ ابن حجر، ص: ۹، ۱۹، ۵۲، ۶۴، ۶۵۔

(۳) دیکھئے: زاد المعاد في هدي خير العباد، از امام ابن القیم ۱/ ۵۸۔

(۴) التحذیر من البدع، ص: ۱۷۔

(۵) دیکھئے: حوالہ سابق: ص: ۱۷۔

ایسی کوئی بات ہوتی تو معروف ومشہور ہوتی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے ہم تک ضرور پہونچاتے (۱)۔

ثالثاً: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے لئے اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾ (۲)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم يأذن به الله ولو لا كلمة الفصل لقضي بينهم وإن الظالمين لهم عذاب أليم﴾ (۳)۔

کیا ان کیلئے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکام دین مقرر کر دیئے ہیں، اگر فیصلہ کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لئے ہی دردناک عذاب ہے۔

رابعاً: نبی کریم ﷺ نے بدعات سے بچنے اور دور رہنے کی تنبیہ کی ہے اور صراحت فرمادی ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور بدعتی کے منہ پر دے ماری جانے والی (نا قابل قبول) ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۱/ ۵۸، والتحذیر من البدع، از علامہ عبدالعزیز بن باز، ص: ۱۷۔

(۲) سورۃ المائدۃ: ۳۔

(۳) سورۃ الشوریٰ: ۲۱۔

(۴) صحیح بخاری، ۳/۲۲۲، حدیث (۲۶۹۷) وصحیح مسلم، ۳/۱۳۴۴، حدیث (۱۷۱۸) نیز تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد "(۱)۔

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے اسلام میں نہیں تو وہ مردود ہے۔

سلف صالحین نے بھی بدعات سے ڈرایا ہے کیونکہ بدعات دین اسلام میں زیادتی اور شریعت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کی نہ اللہ عزوجل نے اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے، بلکہ یہ اللہ کے دشمن یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے، جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دین (یہودیت وعیسائیت) میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کرلیا (۲)۔

۴- شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانا اور خصوصیت کے ساتھ رات میں قیام اور دن میں روزہ رکھنا:

امام محمد بن وضاح القرطبی اپنی سند سے بروایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے مشائخ وفقہاء میں سے کسی کو نہ پایا کہ وہ شعبان کی پندرہویں شب کی طرف ذرا بھی نظر التفات کرتے ہوں، اور نہ مکحول کی حدیث کی طرف (۳)، اور نہ ہی دوسری راتوں پر اس رات کی کوئی

---

(۱) صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۴، حدیث (۱۷۱۸)، نیز اس حدیث کی تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے: التحذیر من البدع، از شیخ ابن باز، ص: ۱۹۔

(۳) حدیث مکحول کی تخریج یوں ہے: ابن ابی عاصم، في السنة، حدیث نمبر (۵۱۲)، وابن حبان، ۱۲/۴۸۱، حدیث نمبر (۵۶۶۵)، الطبراني في الكبير، ۲۰/۱۰۹، حدیث نمبر (۲۱۵)، وابونعیم في الحلية، ۵/۱۹۱، والبیهقي في شعب الإیمان، ۵/۲۷۲، حدیث نمبر (۶۶۲۸)، بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

"يطلع الله إلى خلقه في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشركٍ أومشاحنٍ" ۔

پندرہویں شعبان کی شب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے، سوائے مشرک اور باہمی بغض و عداوت رکھنے والے کے۔

محدث العصر امام البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سلسلة الأحاديث الصحيحة'' میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح ہے، صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مختلف سندوں سے مروی ہے، بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے، وہ صحابہ یہ ہیں: معاذ بن جبل، ابوثعلبہ الخشنی، عبداللہ بن عمرو ==

فضیلت سمجھتے تھے''(۱)۔

امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابومحمد المقدسی نے مجھے خبر دی وہ فرماتے ہیں: ''ماہ رجب اور شعبان میں جو یہ ''صلاۃ الرغائب'' پڑھی جاتی ہے، ہمارے یہاں بیت المقدس میں کبھی نہ تھی، ہمارے یہاں سب سے پہلے اس کا وجود ۴۴۸ھ میں ہوا، وہ اس طرح کہ ابن ابوالحمراء نامی ایک شخص نابلس سے ہمارے یہاں بیت المقدس آیا، وہ ذرا خوش آواز تھا، چنانچہ پندرہویں شعبان کی شب مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگا، اسے دیکھ کر ایک شخص اس کے پیچھے اور کھڑا ہوگیا، پھر تیسرے اور اسی طرح چوتھے کا اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ختم ہوتے ہوتے پوری ایک جماعت ہوگئی، پھر آئندہ سال بھی وہ شخص آیا اور اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ نماز ادا کی، اسی طرح اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھر گھر میں اس نماز کا چرچا ہوگیا، پھر یونہی معاملہ چلتا رہا، اور آج تک لوگ اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے آرہے ہیں''(۲)۔

امام ابن وضاح اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری کہتا ہے: ''شعبان کی پندرہویں شب کا ثواب لیلۃ القدر کی طرح ہے''، تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں اسے یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوتی تو میں اس کی پٹائی کرتا، زیاد قاضی تھا''(۳)۔

امام ابوشامہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک الفیہ (ہزارہ) کا مسئلہ ہے، تو شعبان کی پندرہویں شب کی نماز کا نام الفیہ (ہزارہ) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس نماز میں ﴿**قل ھو اللہ أحد**﴾ کی تلاوت

== ابوموسی اشعری، ابوہریرہ، ابوبکر صدیق، عوف بن مالک اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم، پھر ان آٹھوں سندوں کی تخریج کی ہے اور ان کے رجال پر چار صفحات پر مشتمل طویل گفتگو فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر پندرہویں شعبان کی شب کی فضیلت میں علامہ البانی کے بقول یہ روایت صحیح ہے، تب بھی اس سے اس شب میں خصوصیت کے ساتھ عبادتیں کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا ثابت نہیں ہوتا، سوائے اتنی مشروع عبادت کے جسے مسلمان سال کے دیگر ایام میں انجام دیتا ہے، کیونکہ عبادات توقیفی ہیں (بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتیں)۔

(۱) کتاب فیہ ماجاء في البدع، از امام وضاح، متوفی ۲۸۷ھ، ص: ۱۰۰، نمبر (۱۱۹)۔

(۲) کتاب الحوادث والبدع، از امام طرطوشی، متوفی ۴۷۴ھ، ص: ۲۶۶، نمبر (۲۳۸)۔

(۳) کتاب فیہ ماجاء في البدع، از امام وضاح، ص: ۱۰۱، نمبر (۱۲۰)، اور امام طرطوشی نے اسے امام ابن وضاح سے اپنی کتاب الحوادث والبدع میں روایت کیا ہے، ص: ۲۶۳، نمبر (۲۳۵)۔

ایک ہزار مرتبہ ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک باراورسورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی لمبی اور پریشان کن نماز ہے، اوراس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع، اوراس نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں، اوراس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک باراورسورۂ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی لمبی اور پریشان کن نماز ہے، اوراس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع، اوراس نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں، اوراس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں اس صلاۃ کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں بہت زیادہ آگ روشن کی جاتی ہے، اور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اس میں فسق وفجور، اختلاط مردوزن، اور دیگر بہت ساری ناشائستہ ونازیبا حرکتیں ہوتی ہیں جو محتاج بیان نہیں، اور عبادت گزار عوام کے اس میں بڑے پختہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں، شیطان لعین ان کی خاطر ان ساری چیزوں کو آراستہ کرتا ہے اورانہیں عین شعائرِ اسلام بنا کر پیش کرتا ہے'' (۱)۔

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ایک بڑی عمدہ گفتگو کے بعد فرماتے ہیں: ''اور شام کے کچھ تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرھم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے، اور بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی آثار (یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کی بیان کی ہوئی جھوٹی روایتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں) مل گئے تھے۔ اور جب یہ چیز ان کے ذریعہ مختلف شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگ اختلاف کرنے لگے، بعض لوگ ان کی بات مان کر ان کے موافق ہوگئے، ان میں بصرہ کے عابدوں وغیرہ کی بھی ایک جماعت تھی، جب کہ اکثر علمائے حجاز نے اس کا انکار کیا، ان میں سے عطاء، ابن ابی ملیکہ وغیرہما ہیں، اور یہی بات عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فقہائے اہل مدینہ سے بھی نقل فرمائی ہے، امام مالک کے اصحاب وغیرھم کا بھی یہی کہنا ہے، ان سبھوں نے ان ساری چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے۔

---

(۱) کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از عبدالرحمٰن بن اسماعیل، معروف بہ ابوشامہ، (متوفیٰ ۶۶۵ھ) ص: ۱۲۴۔

اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی مندرجہ ذیل دو رائیں ہیں:

پہلی رائے: مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے، خالد بن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے، دھونی دیتے، سرمہ لگاتے، اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے، اسے حرب کرمانی نے اپنے ''مسائل'' میں ذکر فرمایا ہے۔

دوسری رائے: اس رات میں نماز، قصص، اور دعاؤں وغیرہ کیلئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں، یہ اہل شام کے امام اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے، اور ان شاء اللہ یہی قریب ترین قول ہے....۔

آگے فرماتے ہیں: ''اور شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں اُن دو روایتوں سے نکلتی ہیں جن میں عید کی دونوں راتوں میں عبادت کا ذکر ہے۔ عید کی ان دو روایتوں میں سے ایک میں آپ رات میں اکٹھا ہو کر عبادت کے عدم استحباب کے قائل ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سے کوئی بات منقول نہیں ہے، جبکہ دوسری روایت میں استحباب کے قائل ہیں کیونکہ تابعین میں سے عبد الرحمٰن بن زید بن الاسود ایسا کیا کرتے تھے......تو اسی طرح سے شعبان کی پندرہویں شب کا مسئلہ بھی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں''(۱)۔

امام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک امام اوزاعیؒ کے علیحدہ طور پر عبادت کرنے کو مستحب کہنے اور حافظ ابن رجب کے اس قول کو اختیار کرنے کا مسئلہ ہے، تو وہ ایک عجیب و غریب اور ضعیف امر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی مشروعیت شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو کسی مسلمان کیلئے اللہ کے دین میں اس کا ایجاد کرنا جائز نہیں، چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، خفیہ طور پر ہو یا علانیہ طور

(۱) لطائف المعارف، از حافظ ابن رجب، ص: ۲۶۳۔

پر، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان عام ہے کہ:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌ" (۱)۔

جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہوتو وہ مردود ہے۔

اور اسکے علاوہ دیگر دلائل ہیں جو بدعت کے انکار اور اس سے بچنے پر دلالت کرتے ہیں' (۲)۔

ائمۂ کرام امام ابن وضاح، امام طرطوشی، امام عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف بہ ابوشامہ، امام حافظ ابن رجب، اور امام العصر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہم اللہ کے سابقہ تمام اقوال سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو نماز یا کسی بھی قسم کی غیر شرعی عبادت کے لئے خاص کرنا بدعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور نہ ہی صحابۂ کرام میں سے کسی نے ایسا عمل کیا ہے۔

۵- تبرک (حصول برکت):

''التبرک'' کے معنی حصول برکت (برکت طلبی) کے ہیں، اور ''التبرک بالشیء'' کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کے واسطے سے برکت حاصل کرنا (۳)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر طرح کی خیر و برکت اللہ عز وجل کے ہاتھ میں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو اپنی مشیت کے مطابق فضل و برکت سے خاص فرمایا ہے۔

اصل میں برکت کے معنی جماؤ اور لزوم کے ہیں، اور کبھی کبھی بڑھوتری اور اضافہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، "التبريك" کے معنی دعاء کے ہیں، عربی زبان میں کہا جاتا ہے "برّك عليه" یعنی کسی کے لئے برکت کی دعا کی، اور اسی طرح کہا جاتا ہے "بارك الله الشيء" اور "بارك الله فيه" یا "بارك عليه"

---

(۱) صحیح مسلم، ۳/۱۳۴۴، حدیث (۱۷۱۸)، نیز اس حدیث کی تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

(۲) التحذیر من البدع، ص: ۲۶۔

(۳) دیکھئے: النهاية في غريب الحديث، از ابن الاثیر، باب باء مع راء، مادہ، ''برک'' ۱/۱۲۰، و التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۳۰۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز میں برکت رکھ دی۔اور "تبارك" صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے، وہی اس سے متصف ہوسکتا ہے،لہٰذا کسی اور کے لئے "تبـــارك فـلانٌ" نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ "تبـــارك" کے معنی باعظمت ہونے کے ہیں، اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔

"اليُمْنُ" کے معنی بھی برکت ہی کے ہوتے ہیں،لہٰذا "بركة" اور "يُمْن" دونوں مترادف الفاظ ہیں۔

الفاظ قرآن کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ''برکت'' کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، چند معانی درج ذیل ہیں:-

۱- پیہم خیر وبھلائی۔

۲- خیر وبھلائی کی کثرت اور بتدریج اس میں اضافہ وبڑھوتری۔

۳- لفظ "تبـــارك" سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات متصف کی جاسکتی ہے، اور اس لفظ کی اضافت بھی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف ہوسکتی ہے۔

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:''اللہ تبارک وتعالیٰ کے "تبـــارك" کا مفہوم (سے مراد) اللہ تعالیٰ کا جود وکرم، خیر وبھلائی کی فراوانی، بزرگی وبرتری، عظمت وتقدس، ہمہ قسم کی خیر وبرکت کی آمد کا مرجع، اور حسب منشاء برکات کا نزول وغیرہ ہے، قرآن کریم کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "تبارك" متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے(۱)۔

بابرکت چیزیں کئی قسم کی ہیں، چند درج ذیل ہیں:-

(۱) قرآن کریم مبارک ہے، یعنی انتہائی خیر وبرکت والی کتاب ہے، کیونکہ اس کتاب عظیم میں دین ودنیا کی بھلائیاں پنہاں ہیں۔

قرآن کریم سے برکت کا حصول اس کی کما حقہ تلاوت، اور رضائے الٰہی کے مطابق اس کے پیغام پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔

---

(۱) جلاء الأفهام، از امام ابن قیم، ص:۱۸۰، و تيسير الكريم الرحمٰن في تفسير كلام المنان، از علامہ سعدی، ۳/۳۹۔

(۲) رسول گرامی ﷺ مبارک ہیں، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اور یہ برکت دو طرح کی ہے:

۱- برکت معنوی: برکت معنوی وہ برکت ہے جو دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی رسالت عظمیٰ سے حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، آپ ہی کے ذریعہ دنیائے انسانیت کو شرک و بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر توحید و سنت کی روشنی عطا کی ہے، اور آپ کی امت کی خاطر پاکیزہ چیزیں حلال کر رکھی ہیں اور پلید اور گندی چیزیں حرام قرار دی ہیں، اور آپ ﷺ پر سلسلۂ رسالت کو ختم کر دیا ہے، اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین (اسلام) نرمی و سماحت کا حامل ہے۔

۲- برکت حسّی، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: آپ ﷺ کے افعال کی برکت، یعنی آپ کی رسالت و نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والے وہ ظاہر و باہر معجزات جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعزاز بخشا ہے۔

دوسری قسم: آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور ظاہری و حسی آثار کی برکت، یعنی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات میں رکھی ہے، اور اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی ذات سے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم سے منسلک آثار سے برکت حاصل کی (۱)۔

اور نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی میں برکت کے حصول پر اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو قیاس نہیں جا سکتا، کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اندر برکت رکھی ہے، اور اسی طرح ملائکہ (فرشتوں)، اور صالحین وغیرہم میں برکت رکھی ہے، لیکن ان سے برکت کا حصول جائز نہیں، کیوں کہ اس کے جواز پر شریعت کی کوئی دلیل نہیں، اسی طرح بعض جگہیں (مقامات) بھی مبارک ہیں، جیسے مساجد ثلاثہ: یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ اور ان کے بعد بقیہ تمام مسجدیں، اسی طرح بعض اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، جیسے ماہ رمضان، شبِ قدر، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن، حرام مہینے، پیر، جمعرات اور جمعہ کا دن،

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۱-۶۹۔

اور رات کے آخری تہائی حصہ میں باری تعالیٰ کے نزول کا وقت، اور ان کے علاوہ بہت سارے متبرک اوقات ہیں، لیکن ان مقامات واوقات سے ایک مسلمان کے لئے برکت کا حصول جائز نہیں، البتہ ان میں مشروع اعمال صالحہ انجام دے کر اللہ کی ذات بابرکات سے برکت کا حصول کیا جا سکتا ہے(۱)۔

(۳) بعض اشیاء بھی مبارک ہیں، جیسے آب زمزم، اور بارش، کیونکہ اس کی برکات یہ ہیں کہ اس پانی سے انسان، مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، نیز میوہ جات اور درختوں کی پیدائش و پرداخت ہوتی ہے، اسی طرح شجرۂ زیتون، دودھ، گھوڑے، بکریاں، کھجور وغیرہ اشیاء بھی مبارک ہیں (۲)۔

مشروع تبرک کی کئی قسمیں ہیں، چند درج ذیل ہیں:

[۱] ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کریم سے شرعی طریقہ کے مطابق برکت کا حصول، مطلب یہ ہے کہ دل وزبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اور قرآن اور سنت پر شرعی اصولوں کے مطابق عمل پیرا ہو کر اللہ کی ذات سے برکت طلب کرنا۔

قرآن کریم کی برکات میں اطمینان قلب، اطاعت پر دل کی قوت، آفات ومصائب سے شفایابی، دنیا و آخرت کی سعادت، گناہوں کی بخشش، سکینت کا نزول، نیز یہ کہ قرآن کریم اپنی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے روز قیامت سفارشی ہوگا وغیرہ شامل ہیں۔

واضح رہے کہ عین مصحف (قرآن کریم) سے برکت کا حصول نہیں کیا جا سکتا، مثلاً حصول برکت کی خاطر قرآن کریم کو گھر یا گاڑی میں رکھا جائے بلکہ برکت کا حصول اس کی تلاوت اور اس کے پیغام پر عمل کر کے ہی ہوسکتا ہے (۳)۔

[۲] نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے آپ کی زندگی میں مشروع طریقہ پر برکت کا حصول، کیونکہ نبی کریم ﷺ بذات خود اور آپ کی ذات مبارکہ سے متصل ہونے والی تمام چیزیں بابرکت ہیں۔ چنانچہ اسی

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۷۰-۱۸۲۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ص: ۱۸۳-۱۹۷۔

(۳) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۰۱-۲۴۱۔

بنیاد پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سے برکت حاصل کی، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت بطحاء کی جانب نمودار ہوئے (نکلے)، پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اور دو رکعت صلاۃ ظہر اور دو رکعت صلاۃ عصر پڑھی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لیکر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے''، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے بھی آپ ﷺ کے ہاتھ کو لیکر اپنے چہرے پر لگایا، تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ سرد اور مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا'' (۱)۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے، پھر جمرہ کے پاس آکر اس کی رمی فرمائی، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر تشریف لائے اور قربانی کی اور پھر نائی سے فرمایا: ''لے لو'' (یعنی سر کے بال مونڈنے کا حکم دیا) اور دائیں اور پھر بائیں جانب اشارہ کیا، اور پھر ان بالوں کو لوگوں کو دینے لگے''، اور ایک روایت میں ہے کہ: ''پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا، اور انہیں وہ بال دے دیئے، پھر بائیں جانب کو نائی کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: ''مونڈو''، نائی نے حکم کی تعمیل کی، تو آپ ﷺ نے ان بالوں کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا: "اقسمه بين الناس" اسے لوگوں میں تقسیم کردو (۲)۔

صحابۂ کرام آپ ﷺ کے کپڑوں، انگلیوں کے نشانات، وضو کے پانی اور جوٹھے وغیرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے، اور یہ ساری چیزیں بکثرت وارد ہیں (۳)۔

اسی طرح ان اشیاء سے بھی برکت حاصل کرتے تھے جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے الگ ہوئی ہوں، جیسے بال (موئے مبارک)، اور اسی طرح ان اشیاء سے جنھیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں استعمال فرمایا اور وہ بعد از وفات باقی رہیں، جیسے کپڑے، برتن، جوتے، اسی طرح دیگر وہ ساری چیزیں جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے متصل تھیں (۴)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، ۴/۲۰۰، حدیث نمبر (۳۵۵۳)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بيان ان السنة يوم النحر ان يرمي، ثم ينحر، ثم يحلق ...، ۲/۹۴۷، حدیث نمبر (۱۳۰۵)۔

(۳) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۴۸-۲۵۰۔

(۴) دیکھئے: حوالہ سابق، ص: ۲۵۲-۲۶۰۔

لیکن آپ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نبی رحمت ﷺ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے اپنے علاوہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یا ان کے علاوہ کسی اور کی ذات سے حصول برکت کا حکم دیا ہو، اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے برکت حاصل کی ہو، نہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور نہ ہی وفات کے بعد، چنانچہ نہ تو صحابۂ کرام نے صحابہ سابقین اولین (مہاجرین وانصار) کے ساتھ ایسا کیا، نہ ہی ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے ساتھ اور نہ ہی عشرہ مبشرہ بالجنۃ (وہ دس جلیل القدر صحابۂ کرام جنھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی) کے ساتھ۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابۂ کرام میں سے کسی سے اپنے سے سابق صحابۂ کرام کے تعلق سے ایسی چیز کا صدور نہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد امت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہ چھوڑا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے، لیکن آپ کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا گیا، اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں، پھر اسی طرح عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر علی رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہ امت میں ان سے افضل کوئی نہیں، ان تمام چیزوں کے باوجود ان میں سے کسی ایک سے بھی صحیح معروف سند سے ثابت نہیں کہ کسی تبرک حاصل کرنے والے نے ان تمام صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں تبرک حاصل کیا ہو(۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کرام کے علم سے فائدہ اٹھانا، ان کے وعظ ونصیحت اور دعاؤں کو سننا اور ان کے ساتھ رہ کر مجالس ذکر کی فضیلت حاصل کرنا انتہائی خیر وبرکت کا سبب اور نہایت مفید شئے ہے، لیکن ان کی ذات وشخصیات سے تبرک کا حصول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ صرف ان کے صحیح علم پر عمل کیا جائے گا، اور ان میں جو اہل سنت وجماعت کے منہج پر عامل ہوں ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے گی (۲)۔

---

(۱) الاعتصام، از امام شاطبی ۲/ ۸، ۹، نیز دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۶۱-۲۶۹۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۲۶۹-۲۷۸۔

[٣] زمزم نوشی سے تبرک کا حصول:

کیونکہ آب زمزم روئے زمین کا سب سے افضل پانی ہے، اسے پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ کھانے کے قائم مقام ہوتا ہے، اور اسے نیک نیتی کے ساتھ نوش کرنے سے بیماریوں سے شفایابی حاصل ہوتی ہے، کیوں کہ آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے آب زمزم کے بارے میں فرمایا:

"إنها مباركة، إنها طعام طعم [وشفاء سقيم]" (١)۔

یہ بڑا بابرکت پانی ہے، یہ بھوکے کی غذا اور مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، فرماتے ہیں:

"ماء زمزم لما شرب له "(٢)۔

آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ آب زمزم کو برتنوں اور مشکوں میں بھر کر لے جاتے اور اسے مریضوں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے تھے'' (٣)۔

[٤] آب باراں سے برکت کا حصول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش ایک بڑی بابرکت شئے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے، وہ یوں کہ اس بارش سے لوگ مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، اور اسی طرح اس سے درخت اور میوے پیدا ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعہ ہر شئے میں زندگی کی روح ڈالتا ہے۔

---

(١) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل ابی ذرٍ رضي اللہ عنہ، ٤/١٩٢٢، حدیث نمبر (٢٤٧٣)، قوسین کے درمیان کا جملہ مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے، امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ ''اس کے سارے رواۃ ثقہ ہیں''، ٣/٢٨٦۔

(٢) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من ماء زمزم، ٢/١٠١٨، حدیث نمبر (٣٠٦٢)، امام العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (٢/١٨٣) اور إرواء الغلیل (٤/٣٢٠) میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

(٣) سنن الترمذی بنحوہ، بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کتاب الحج، بابٌ، حدثنا ابو کریب، ٣/٢٨٦، حدیث نمبر (٩٦٣)، والبیہقی، ٥/٢٠٢، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (١/ ٢٤٨) اور سلسلہ الأحادیث الصحیحۃ (٢/٥٧٢) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا اتارا، یہاں تک کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے جسم تک پہونچا، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لأنه حديث عهد بربه" (۱)۔

کیوں کہ وہ ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حديث عهد بربه" کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے مسخر فرمایا ہے''، یعنی بارش ایک رحمت ہے، جو ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے اللہ کی مخلوقات کی طرف آئی ہے، لہٰذا اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے (۲)۔

ناجائز تبرکات:

ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا درج ذیل دوصورتوں کے علاوہ ممنوع ہے:

۱- آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔

ایسا کرنے والا خوب خوب بھلائیوں اور اجرعظیم سے بہرہ مند ہوگا، اور دنیا وعقبیٰ کی سعادتوں سے سرفراز ہوگا۔

۲- ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں، مثلاً، آپ کے کپڑے، موئے مبارک، یا برتن وغیرہ (ان تمام چیزوں کی تفصیل گزرچکی ہے)۔

ان دوصورتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے برکت کا حصول جائز نہیں، چنانچہ نہ تو آپ ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے، سفر صرف مسجد

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء، ۲/ ۶۱۵، حدیث نمبر (۸۹۸)۔

(۲) صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۶/ ۴۴۸۔

حرام، مسجد نبوی ﷺ، اور مسجد اقصیٰ میں سے کسی مسجد کی زیارت کے لئے جائز ہے، ہاں آپ ﷺ کی قبر کی زیارت اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مدینہ منورہ میں ہے یا پھر اس شخص کے لئے جو مسجد نبوی کی زیارت کے لئے جائے تو قبر نبی کی بھی زیارت کرے۔

زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوکر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر قبر نبی کے پاس جائے اور انتہائی ادب کے ساتھ حجرہ کے بالمقابل کھڑا ہو، اور پھر نہایت ادب ووقار اور پست آواز کے ساتھ کہے:

''**السلام علیک یا رسول الله**'' (ﷺ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ زیارت کے وقت اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

اور اگر زیارت کرنے والا حسب ذیل الفاظ کہے:

''**السلام عليك يا رسول الله، يا خيرة الله من خلقه، أشهد أنك رسول الله حقاً، وأنك قد بلّغت الرسالة، وأديت الأمانة، وجاهدت في الله حق جهاده، ونصحت الأمة**''۔

اے اللہ کے رسول ﷺ، اے اللہ کی مخلوق میں سب برگزیدہ ذات، آپ پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں، اور یہ کہ آپ نے پیغام رسالت بتمام پہنچا دیا، امانت ادا کردی، اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جہاد کیا، اور امت کو نصیحت کردی۔

تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ مذکورہ تمام باتیں، آپ ﷺ کے اوصاف میں شامل ہیں(۱)۔

اور قبر نبوی ﷺ کے پاس اس خیال سے دعا نہ کرے کہ وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، نہ آپ سے شفاعت کا سوال کرے، نہ قبر اور بقیہ دیواروں کو چھوئے اور نہ ہی انہیں بوسہ دے(چومے)، اور ان جگہوں سے تبرک کا حصول نہ کرے جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہوں، یا نماز ادا فرمائی ہو، اور نہ ان راستوں سے جن پر آپ چلے، اور نہ اس جگہ سے جہاں وحی نازل ہوئی، نہ جائے ولادت سے، نہ ہی شب ولادت سے، نہ شب اسراء ومعراج سے، اور نہ ہی ہجرت کی یادو غیرہ سے، کیوں کہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنھیں نہ اللہ تعالیٰ نے

---

(۱) دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن باز في الحج والعمرة، ۲۸۹/۵۔

مشروع فرمایا ہے، اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے (۱)۔

(۲) ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے، اس لئے نہ تو ان کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے، اور نہ ہی ان کے آثار سے، نہ ان کی عبادات کی جگہوں سے، نہ ان کی جائے اقامت سے، نہ ان کی قبروں سے، اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے، نہ وہاں نماز ادا کرنا، نہ حاجات کا سوال کرنا، نہ انہیں چھونا، نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا (چمٹ کر بیٹھنا)، اور نہ ہی ان کی تاریخ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

ان تمام چیزوں میں سے کچھ بھی بغرض تقرب انجام دینے والا اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں، یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے، البتہ جو شخص ان کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا شکار ہے (۲)۔

(۳) ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے، ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے، اور ان ساری چیزوں کو حجر اسود کو بوسہ دینے یا خانۂ کعبہ کے طواف کرنے پر قیاس کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توقیفی عبادتیں ہیں (جن میں عقل وقیاس کا کوئی دخل نہیں)۔

اور خانۂ کعبہ میں سے بھی سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے اور کسی چیز کا چھونا جائز نہیں، اس لئے کہ باتفاق اہل علم نبی کریم ﷺ نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہ چھوا (۳)۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''روئے زمین پر حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا دھونا اور بوسہ دینا مشروع ہو، اور جہاں گناہ مٹائے جاتے ہوں'' (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۳۱۵-۳۸۰۔

(۲) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع ص: ۳۸۱-۴۱۸۔

(۳) دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲/۷۹۹۔

(۴) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، از علامہ ابن القیم، ۱/۴۸۔

مکہ مکرمہ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’روئے زمین پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں ہر قدرت رکھنے والے کا جانا، اور اس جگہ پائے جانے والے گھر کا طواف کرنا واجب اور ضروری ہو سوائے مکہ کے‘‘(١)۔

خانۂ کعبہ کے علاوہ کسی چیز کے طواف کرنے کے حکم کے سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ’’رہا غیر کعبہ کے طواف کا مسئلہ تو وہ عظیم قسم کی حرام بدعات میں سے ہے، اور جس نے اسے دین سمجھ لیا ہو، اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے‘‘(٢)۔

مقام ابراہیم، حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں، اور نہ ہی حراء پہاڑی (جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے) سے تبرک لینا جائز ہے، نہ اس کی زیارت مشروع ہے، نہ ہی اس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اس کا قصد کرنا جائز ہے، اسی طرح جبل ثور سے برکت حاصل کرنا، اور اس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور نہ ہی جبل عرفات، جبل ابوقبیس، اور جبل ثبیر وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے، اور نہ ہی (عہد نبوی سے معروف) گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، خواہ دار ارقم ہو یا دیگر دیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسی طرح کوہ طور کی زیارت کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا بھی جائز نہیں، اور نہ ہی کسی بھی قسم کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے(٣)۔

ممنوع تبرکات کے اسباب:

ممنوع تبرکات کے اسباب میں سے دین سے جہالت، نیکوکاروں کے سلسلہ میں غلو، کفار کی مشابہت اور مکانی آثار ونشانات کی تعظیم کرنا وغیرہ ہیں(٤)۔

ممنوع تبرکات کے آثار ومظاہر:

ممنوع تبرکات کے آثار ومظاہر بہ کثرت ہیں، علی سبیل المثال ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

---

(١) زاد المعاد في هدي خير العباد، از علامہ ابن القیم، ١/ ٤٨۔

(٢) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ٢٦/ ١٢١۔

(٣) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ٤١٩-٤٦٤۔

(٤) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ٤٢٠-٤٨١۔

شرک اکبر، اگر تبرک فی نفسہ شرک ہو تو وہ ناجائز تبرکات کا سب سے عظیم اور خطرناک مظہر ہے، اور اگر تبرک شرک اکبر تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اس کا شمار شرک اکبر کے وسائل میں سے ہوگا۔

اسی طرح ناجائز تبرکات کے مظاہر میں سے دین میں بدعت کی ایجاد، گناہوں کا ارتکاب، قسم قسم کے جھوٹ کا شکار ہونا، نصوص کی تحریف اور باطل تاویلات، سنتوں کا ضیاع، جاہلوں کو دھوکہ میں ڈالنا، اور نسلوں کو برباد کرنا، وغیرہ یہ ساری چیزیں ناجائز وحرام تبرکات کے آثار ومظاہر ہیں۔

ناجائز وممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل وذرائع:

ناجائز تبرکات کے دفاع کے چند وسائل درج ذیل ہیں:

علم کی نشر واشاعت، صحیح اور حق منہج کی دعوت، غلو اور ناجائز تبرکات کے وسائل کا ازالہ، اور اس طرح کے دیگر تمام ذرائع کا خاتمہ وغیرہ (۱)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ کتاب التوحید کی تعلیق میں ''باب من تبرک بشجرة اوحجرة اونحوھا'' (درخت یا پتھر سے تبرک کے حصول کا بیان) کے تحت فرماتے ہیں: ''یعنی یہ شرک اور مشرکین کے اعمال میں سے ہے، اس لئے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی درخت، پتھر، جگہ اور مشاہد وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تبرک ان اشیاء میں غلو ہے، جس کا انجام رفتہ رفتہ انہیں پکارنا اور ان کی عبادت کرنا ہے، اور یہی شرک اکبر ہے جیسا کہ اس سلسلہ میں حدیث گزر چکی ہے، اور یہ حکم تمام چیزوں کو عام ہے، حتیٰ کہ مقام ابراہیم، حجرۂ نبوی ﷺ، قبۂ بیت المقدس اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ بھی اس میں شامل ہیں۔

رہا خانۂ کعبہ میں حجر اسود کو چھونا اور چومنا، اور رکن یمانی کو چھونا، تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی تعظیم، اور اس کی عظمت وجلال کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، جو کہ عبادت کی روح ہے۔

چنانچہ یہ باری تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور وہ مخلوق کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے، اور ان

---

(۱) دیکھئے: التبرک انواعہ واحکامہ، از ڈاکٹر ناصر الجدیع، ص: ۴۸۳-۵۰۶، واقتضاء الصراط المستقیم، از ابن تیمیہ، ص: ۷۹۵-۸۰۲، وکتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۹۳۔

دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور مخلوق کو پکارنے کے درمیان ہے، کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس کی دہائی دینا توحید واخلاص ہے، اور مخلوق کو پکارنا شرک باللہ ہے(۱)۔

[۶] مختلف قسم کی منکر بدعات:

یہ بہت ہیں، بطور مثال چند بدعات درج ذیل ہیں:

۱- جہری نیت کرنا: مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ: "نويت أن أصلي لله كذا و كذا" (میں نیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اتنی نماز پڑھوں گا) یا" نويت أن أصوم هذا اليوم فرضاً أو نفلاً لله تعالىٰ" (میں نیت کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے لئے فرض یا نفل روزہ رکھوں گا) یا یہ کہے کہ "نويت أن أتوضأ، أو نويت أن أغتسل، أو نحو ذلك" (میں وضو کرنے کی نیت کرتا ہوں، یا غسل کرنے کی نیت کرتا ہوں، وغیرہ)۔

اس طرح زبان سے بول کر نیت کرنا بدعت ہے، کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أتعلمون الله بدينكم والله يعلم ما في السماوات وما في الأرض والله بكل شيء عليم﴾ (۲)۔

کہہ دیجئے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نیت کی جگہ دل ہے، اس لئے کہ نیت قلبی عمل ہے نہ کہ زبانی عمل، حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس لئے کسی بھی قسم کی عبادت کے سلسلہ میں جو چیز دل میں ہو اسے زبان سے کہنا واجب نہیں''(۳)۔

---

(۱) القول السديد في مقاصد التوحيد، ص:۵۱۔

(۲) سورۃ الحجرات:۱۶۔

(۳) جامع العلوم والحکم، ۹۲/۱۔

۲- نمازوں کے بعد اجتماعی ذکر ودعاء: مشروع یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر ذکر ودعا کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ پنجوقتہ نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، اور جس طرح آپ ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سکھلایا تھا، کیونکہ صحابۂ کرام ہی نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو عملی جامہ پہنانے والے تھے، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اجتماعی ذکر ودعاء بدعت اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔

۳- مردوں کی روحوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں پر فاتحہ خوانی، یا مردوں کے حق میں دعا کرنے کے بعد یا خطبۂ نکاح کے وقت فاتحہ خوانی وغیرہ:

یہ ساری چیزیں انتہائی بدترین قسم کی بدعات ہیں جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اور نہ ہی انہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا ہے، حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ بدترین قسم کی نوایجاد بدعت ہے۔

۴- مردوں پر ماتم اور بین کرنا، کھانے پکوانا اور اجرت پر قاریوں کو لا کر قرآن خوانی کرانا وغیرہ:

یہ ساری چیزیں لوگ بطور تعزیت اور اس خوش فہمی میں انجام دیتے ہیں کہ یہ میت کے حق میں نفع بخش ہیں، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت اور وہ طوق اور بیڑیاں ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے۔

۵- صوفیوں کے وہ مختلف اذکار اور دعائیں (بھی بدعت ہیں) جو سنت رسول ﷺ کی مخالف ہیں، خواہ صیغہ میں مخالف ہوں یا ہیئت اور وقت میں مخالف ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۱)۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

۶- قبروں پر عمارت کی تعمیر، انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر مسجد کی تعمیر کرنا، ان میں مردوں کو دفنانا، قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، تبرک کی خاطر ان کی زیارت کرنا، ان قبروں میں مدفون یا ان کے علاوہ دیگر اموات سے وسیلہ لینا، ان کی قبروں کے پاس نماز ادا کر کے یا دعا کر کے تبرک حاصل کرنا، عورتوں کا قبروں

---

(۱) صحیح مسلم، ۳/۳۴۴، حدیث (۱۷۱۸)، نیز اس حدیث کی تخریج ص: (۲۴۳، ۳۳۱) میں گزر چکی ہے۔

کی زیارت کرنا، اوران پر چراغاں کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں انتہائی گھناؤنی اور قبیح قسم کی بدعات ہیں (۱)۔

نواں مسلک: بدعتی کی توبہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت گناہوں سے خطرناک ہے، کیونکہ جب انسان پر گناہوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے، اور وہ اسی پر مصر رہتا ہے تو وہ گناہ اسے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں، لیکن بدعت ان سے کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے، جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی'' (۲)۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سلف کے قول "إن البدعة لا يتاب منها" (بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی) کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی کسی ایسی چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہ کیا ہو، جب اسے دین سمجھ لیتا ہے تو اسے اس کی یہ بدعملی اچھی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے، اور جب وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے توبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ توبہ کی ابتداء ہی انسان کے اس شعور سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل بُرا ہے اس سے توبہ کر لینی چاہئے، اسی طرح اس شعور سے ہوتی ہے کہ وہ کسی واجب یا مستحب عمل کا تارک ہے، اسے تائب ہو کر اس نیک عمل کو انجام دینا چاہئے، لیکن جب وہ اپنے کسی عمل کو اچھا تصور کر رہا ہے، حالانکہ وہ فی نفسہ برا ہے، تو ظاہر ہے اس سے توبہ نہیں کرسکتا (۳)۔

پھر فرماتے ہیں: ''البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کر اس کی رہنمائی فرمائے، یہاں تک کہ حق اس کے لئے آشکارا ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار و منافقین اور اہل بدعت و ضلالت کو ہدایت عطا فرمائی'' (۴)۔

نیز فرماتے ہیں: ''جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بدعتی کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ انتہائی

---

(۱) دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان الفوزان، ص: ۹۴۔

(۲) شرح السنۃ، از امام بغوی، ۱/ ۲۱۶،

(۳) مجموع فتاوی، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۰/ ۹۔

(۴) حوالہ سابق، ۱۰/ ۹-۱۰۔

فاش غلطی کا شکار ہیں‘‘(۱)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی اس گفتگو کے ذریعہ بدعتی کی توبہ کی عدم قبولیت والی حدیث کی بڑی واضح تشریح فرمائی ہے، وللہ الحمد۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله حجب التوبة عن صاحب كل بدعة" (۲)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت ابھی ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی گفتگو سے ہوئی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نصوص سے بعض نصوص کی تفسیر ہوتی ہے، اور اللہ عزوجل نے اپنے بندوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ حسب ذیل شرطوں کے ساتھ قبول فرماتا ہے:

☆ اپنے جرائم اور غلطیوں سے باز آجائیں۔

☆ سابقہ جرائم پر نادم ہوں، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں۔

☆ اگر جرائم حقوق العباد سے متعلق ہوں تو انہیں حقداروں کو واپس کریں۔

مشرکین، قاتلین اور زناکاروں کا ذکر کرنے اور انہیں ذلت واہانت کی وعید سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إلا من تاب و آمن وعمل عملاً صالحاً فأولئک يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (۳)۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو

---

(۱) حوالہ سابق، ۱۱/ ۶۸۵۔

(۲) المعجم الاوسط للطبراني، ۸/۶۲، حدیث نمبر (۴۷۱۳)، [مجمع البحرين في زوائد المعجمين]، امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: ’’اس حدیث کے رواۃ صحیح بخاری کے رواۃ ہیں، سوائے ہارون بن موسیٰ فروی کے، اور وہ بھی ثقہ ہیں‘‘، ۱۰/ ۱۸۹، نیز اس حدیث کی سند کو علامہ البانی نے ’’سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ‘‘ میں صحیح قرار دیا ہے، ۴/ ۱۵۴، حدیث نمبر (۱۶۲۰) اور اس کی دیگر سندیں ذکر کی ہیں۔

(۳) سورۃ الفرقان: ۷۰۔

اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے ولا مہربانی کرنے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإني لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾(۱)۔

اور یقیناً میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں، نیک عمل کریں، اور راہ راست پر بھی رہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قل يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً إنه هو الغفور الرحيم﴾(۲)۔

(میری جانب سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقیں اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

مزید ارشاد باری ہے:

﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾(۳)۔

جوشخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا' مہربان پائے گا۔

اور یہ توبہ ملحدوں، کافروں، مشرکوں، بدعتیوں اور ان کے علاوہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اپنے گناہوں اور معاصی سے توبہ کرلیں، بشرطیکہ توبہ کے شرائط مکمل ہوں۔ وللہ الحمد

---

(۱) سورۃ طہ: ۸۲۔

(۲) سورۃ الزمر: ۵۳۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۱۰۔

دسواں مسلک: بدعات کے آثار ونقصانات:

بدعات کے انتہائی خطرناک آثار، بھیانک نتائج اور تباہ کن نقصانات ہیں، چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعات کفر کی ڈاک ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى تأخذ أمتي بأخذ القرون قبلها شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ" فقيل: يا رسول الله ، كفارس والروم؟ فقال: "ومن الناس إلا أولئك"(۱)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر نہ چلے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا اہل فارس و روم (یہود ونصاریٰ) کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے علاوہ اور کن لوگوں کی طرح؟!!۔

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لتتبعُن سنن من كان قبلكم، شبراً بشبرٍ، وذراعاً بذراعٍ، حتىٰ لو دخلوا جحر ضبٍ تبعتموهم" قلنا: يا رسول الله ، اليهود والنصارىٰ؟ قال:"فمن"(۲)۔

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم بھی اس میں داخل ہوگے'' ہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا یہود ونصاریٰ کی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے علاوہ اور کس کی''۔

(۲) بلا علم اللہ پر جھوٹ بات کہنا، کیونکہ جو شخص بھی بدعتیوں کو دیکھے گا اور ان کے حالات کا جائزہ لے گا، وہ لوگوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا انہی کو پائے گا، جب کہ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: " لتتبعن سنن من كان قبلكم"، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۱۹)۔

(۲) متفق علیہ، صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: " لتتبعن سنن من كان قبلكم" ، ۸/۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۲۰)، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاری، ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر (۲۶۶۹)۔

اللہ رب العالمین نے اپنی ذات پر جھوٹ بات منسوب کرنے سے ڈرایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿ولو تقول علينا بعض الأقاويل، لأخذنا منه باليمين، ثم لقطعنا منه الوتين﴾ (۱)۔

اور اگر یہ ہم پر کوئی جھوٹی بات گھڑ لیتا، تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات پر جھوٹ منسوب کرنے سے متنبہ فرمایا ہے، اور ایسا کرنے والے کے لئے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

"من تعمد علي كذباً فليتبوأ مقعده من النار" (۲)۔

جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

(۳) بدعتیوں کا سنت اور اہل سنت سے بغض رکھنا: اس سے بدعات کی خطرناکی کی وضاحت ہوتی ہے۔ امام اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہل بدعت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں، ان کی سب سے واضح علامت یہ ہے کہ وہ حاملین سنت رسول ﷺ سے شدید دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں، اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں'' (۳)۔

(۴) بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت: کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ"۔

جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردٌّ" (۴)۔

---

(۱) سورۃ الحاقۃ: ۴۴-۴۶۔

(۲) متفق علیہ، بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی ﷺ، ۱/۴۱، حدیث نمبر (۱۰۸)، وصحیح مسلم، المقدمۃ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، ۱/۷، حدیث نمبر (۲)۔

(۳) عقیدۃ اہل السنۃ واصحاب الحدیث، ص: ۲۹۹۔

(۴) متفق علیہ براویت عائشہ رضی اللہ عنہا: بخاری، ۱/۹، حدیث (۱) ومسلم، ۲/۱۵۱۵، حدیث (۱۹۰۷)، اس کی تخریج ص (۳۳۱،۲۴۳) میں گزر چکی ہے۔

جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(۵) بدعتی کا برا انجام: کیونکہ شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو مختلف گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں جالے، چنانچہ اس کی سب سے پہلی گھاٹی شرک باللہ ہے، اگر بندۂ مومن اس گھاٹی سے نجات پا لیتا ہے، تو وہ اسے بدعت کی گھاٹی پر طلب کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ بدعات عام گناہوں کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہیں (۱)۔

اسی لئے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی'' (۲)۔

اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(۶) بدعتی کی سمجھ کا الٹا ہو جانا: چنانچہ بدعتی نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی، اسی طرح سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھتا ہے، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

"والله لتفشون البدع حتى إذا ترك شيء منها ، قالوا : "تركت السنة" (۳)۔

اللہ کی قسم بدعات اس طرح عام ہو جائیں گی کہ اگر ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے گی، تو لوگ کہیں گے کہ سنت چھوڑ دی گئی۔

(۷) بدعتی کی شہادت (گواہی) اور روایت کی عدم قبولیت: تمام اہل علم، محدثین، فقہاء اور اصحاب اصول کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفریہ بدعت والے بدعتی کی روایت قبول نہ کی جائے گی، البتہ جس کی بدعت کفریہ نہ ہو اس کی روایت قبول کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی، اور اگر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو تو قبول نہ کی جائے گی (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین، از ابن القیم، ۱/۲۲۲۔

(۲) شرح السنۃ، از امام بغویؒ، ۱/۲۱۶۔

(۳) اس اثر کی تخریج امام محمد بن وضاح نے ''کتاب فیہ ما جاء في البدع'' میں کی ہے، ص: ۱۲۴، حدیث نمبر (۱۶۲)، اس طرح کے دیگر آثار کیلئے دیکھئے مذکورہ کتاب کا صفحہ ۱۲۴-۱۵۶۔

(۴) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱/۱۷۶۔

(۸) بدعتی سب سے زیادہ فتنوں سے دوچار ہوتے ہیں: جب کہ اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿واتقوا فتنةً لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب﴾(۱)۔

اور ایسے فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے ظلم کرنے والوں ہی پر نہ واقع ہوگا، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أويصيبهم عذاب أليم﴾(۲)۔

سنو جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہونچے۔

کیا سنت رسول ﷺ کی مخالفت اور آپ کے حکم کی نافرمانی سے زیادہ خطرناک کوئی اور فتنہ ہوسکتا ہے؟؟

نبی کریم ﷺ نے فتنوں کے وقوع سے قبل اعمال صالحہ کی ترغیب دلائی ہے، ارشاد ہے:

"بادروا بالأعمال فتناً كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافراً، أو يمسي مؤمناً ويصبح كافراً، يبيع دينه بعرضٍ من الدنيا" (۳)۔

ان فتنوں کے وقوع سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کردے گا۔

(۱) سورۃ الأنفال: ۲۵۔

(۲) سورۃ النور: ۶۳۔

(۳) صحیح مسلم، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کتاب الإیمان، باب الحث علی المبادرۃ بالأعمال قبل تظاہر الفتن، ۱/۱۱۰، حدیث نمبر (۱۱۸)۔

(۹) بدعتی شریعت کا استدراک (نکتہ چینی) کرتا ہے: کیونکہ اپنی بدعت کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو شریعت ساز اور دین کی تکمیل کرنے والے کی حیثیت سے کھڑا کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، اور اپنی نعمت تمام کردی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام ديناً﴾(۱)۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ اس نے قرآن کریم میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء وهدى ورحمة وبشرى للمسلمين﴾(۲)۔

اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے، اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔

(۱۰) بدعتی پر حق و باطل گڈ مڈ ہو جاتے ہیں: کیونکہ علم ایک نور ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، اور بدعتی اس تقویٰ سے محروم ہوتا ہے جس کے ذریعہ اصابت حق کی توفیق نصیب ہوتی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم والله ذو الفضل العظيم﴾(۳)۔

---

(۱) سورۃ المائدۃ:۳۔

(۲) سورۃ النحل:۸۹۔

(۳) سورۃ الأنفال:۲۹۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا، اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔

(۱۱) بدعتی اپنا اور اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً، ومن دعا إلى ضلالةٍ كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً"(۱)۔

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی، اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا، اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔

(۱۲) بدعت بدعتی کو لعنت کا مستحق بناتی ہے: چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

"من أحدث فيها حدثاً أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله، والملائكة، والناس أجمعين، لايقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً"(۲)۔

جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث عموم کے سیاق میں ہے، لہٰذا اس میں شریعت کی منافی ہر نئی

---

(۱) صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۶۰، حدیث نمبر (۲۶۷۴)، مفصل تخریج ص (۳۳۷) میں گزر چکی ہے۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام، باب إثم من آوی محدثاً، ۸/ ۱۸۷، حدیث نمبر (۳۷۰۶)، ومسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ودعاء النبي ﷺ فیھا بالبرکۃ، ۲/ ۹۹۴، حدیث نمبر (۱۳۶۶)۔

چیز شامل ہے، اور بدعت سب سے بدترین شئے ہے'' (۱)۔

(۱۴) قیامت کے روز بدعتی کو رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے پینے سے روک دیا جائے گا:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنا فرطكم على الحوض، من ورد شرب ومن شرب لم يظمأ أبداً، وليردن علي أقوامٌ أعرفهم ويعرفونني، ثم يحال بيني وبينهم" (۲)۔

میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اوران کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: "إنهم مني" یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا: "إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" آپ (ﷺ) نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں، تو میں کہوں گا: "سحقاً سحقاً لمن غير بعدي" ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں'' (۳)۔

اور شقیق سے بروایت عبداللہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يا رب أصحابي أصحابي، فيقال: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك" (۴)۔

(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا:

---

(۱) الاعتصام، ۱/۹۶۔

(۲) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۴، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ، ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر (۲۲۹۰)۔

(۳) البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۴، حدیث نمبر (۶۵۸۳)۔

(۴) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي ﷺ، ۷/۲۶۲، حدیث نمبر (۶۵۷۵)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاتہ، ۴/۱۷۹۶، حدیث نمبر (۲۲۹۷)۔

آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔

نیز اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إني على الحوض حتى أنظر من يرد علي منكم، وسيؤخذ ناسٌ من دوني فأقول: يا رب مني ومن أمتي، فيقال: هل شعرت ما عملوا بعدك، والله مابرحوا يرجعون على أعقابهم"، فكان ابن أبي مليكة يقول: **"اللهم إنا نعوذبك أن نرجع على أعقابنا أو أن نفتن في ديننا"**(۱)۔

میں حوض کوثر پر ہوں گا تاکہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انہیں دیکھوں، اور کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟، اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے''، چنانچہ ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اے اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں، یا اپنے دین میں فتنہ سے دوچار ہوں۔

(۱۴) بدعتی ذکر الٰہی سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہمارے لئے کچھ اذکار اور دعائیں مشروع فرمائی ہیں، جن میں سے کچھ اذکار مقید ہیں مثلاً، پنجوقتہ نمازوں کے بعد کے اذکار، صبح وشام کی دعائیں، سونے اور بیدار ہونے کے وقت کے اذکار وغیرہ، اور کچھ مطلق ہیں جن کے لئے کسی زمان یا مکان کی قید نہیں ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿**يا أيها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً، وسبحوه بكرة وأصيلاً**﴾(۲)۔

اے ایمان والو! اللہ کا خوب خوب ذکر کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔

لیکن بدعتی ان اذکار اور دعاؤں سے اعراض کرتے ہیں، اپنی بدعات میں مشغول رہنے اور اس فتنہ میں

---

(۱) متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب في حوض النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ۷/۲۶۶، حدیث نمبر (۶۵۹۳)، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ، ۴/۱۷۹۴، حدیث نمبر (۲۲۹۳)۔

(۲) سورۃ الأحزاب: ۴۱-۴۲۔

پڑنے کے سبب، یا مشروع اذکار اور دعاؤں کو بدعی اذکار اور دعاؤں سے تبدیل کردینے کے سبب، انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ اذکار کو ترک کر رکھا ہے، اور اس بنیاد پر وہ ذکر الٰہی سے غافل ہیں(۱)۔

(۱۵) بدعتی حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے متبعین سے حق کو پوشیدہ رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان جیسے لوگوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے، ارشاد ہے:

﴿إن الذین یکتمون ما أنزلنا من البینات والهدی من بعد ما بیناه للناس في الکتاب أولئک یلعنهم الله ویلعنهم اللاعنون﴾(۲)۔

جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوتی ہے۔

(۱۶) بدعتی کا عمل اسلام سے نفرت دلاتا ہے: چنانچہ جب بدعتی اپنی بدعت کے خرافات پر عمل کرتا ہے تو یہ چیز دشمنان اسلام کے دین اسلام سے ٹھٹھا اور استہزاء کرنے کا سبب بنتی ہے، جب کہ دین اسلام ان تمام بدعات سے بری ہے(۳)۔

(۱۷) بدعتی امت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے: اس لئے کہ بدعتی اور اس کے متبعین اس بدعت کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گروہوں اور مختلف ٹولیوں میں بٹے نظر آتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعاً لست منهم في شيء إنما أمرهم إلی الله ثم ینبئهم بما کانوا یفعلون﴾(۴)۔

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے کئے کی خبر کردے گا۔

---

(۱) دیکھئے: تنبیہ اولي الأبصار إلی کمال الدین وما في البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی، ص: ۱۸۹۔

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۵۹۔

(۳) دیکھئے: تنبیہ اولي الأبصار إلی کمال الدین...، از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی، ص: ۱۹۵۔

(۴) سورۃ الأنعام: ۱۵۹۔

(۱۸) ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کو علانیہ طور پر بیان کرتا اور اس کی تشہیر کرتا ہو، امت کو اس کی بدعت سے متنبہ کرنے کے لئے اس کی غیبت جائز ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت کو ظاہر کرنے والا شخص فسق کے ظاہر کرنے والے کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

غیبت کتاب وسنت کی روشنی میں حرام ہے، لیکن شرعی مقاصد کے تحت مندرجہ ذیل چھ امور میں غیبت جائز ہے(۱) :

ظلم کی شکایت کی غرض سے، منکر کی تبدیلی پر مدد طلبی کی خاطر، استفتاء کے لئے، مسلمانوں کو کسی شر وفساد سے محفوظ رکھنے کے لئے، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے فسق اور بدعت کو علانیہ طور پر ظاہر کرتا ہو، اور کسی کا تعارف (پہچان) کروانے کے لئے (۲)۔

اور کسی نے ان چھ اسباب کو حسب ذیل دو شعروں میں یوں جمع کیا ہے:

القــدح ليس بغيبــة فـي ســتة ‏ ‏ ‏ ‏ متـــظلمٍ ومــعرفٍ ومحـــذرٍ

ومجاهرٍ فسقاً ومستفتٍ ومن ‏ ‏ ‏ ‏ طلب الإعانة في إزالة منكرٍ(۳)

چھ امور میں بُرائی غیبت نہیں ہے: ظلم کی شکایت میں، تعارف کے لئے، کسی شر سے بچانے کے لئے، علانیہ فسق کرنے والے کے بالمقابل، فتوی طلب کرنے والے کے لئے، اور کسی منکر کے ازالہ کی خاطر مدد طلب کرنے والے کے لئے۔

(۱۹) بدعتی اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار، شریعت کا باغی اور اس کی مخالفت کرنے والا ہوتا ہے (۴)۔

(۲۰) بدعتی اپنے آپ کو شارع کے درجہ میں سمجھتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے شریعت کے اصول وضع فرمائے ہیں، اور مکلفین پر ان اصولوں اور ان راہوں پر چلنا لازمی قرار دیا ہے (۵)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو دنیا وآخرت کی عفو وعافیت سے نوازے (آمین)۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد.

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱۴۲/۱۶، نیز دیکھئے: تنبيه اولي الأ بصار...از ڈاکٹر صالح سعد سحیمی، ص:۱۸۹۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاري، از حافظ ابن حجر ۴۷۱/۱۰، ۸۶/۷۔

(۳) دیکھئے: شرح العقيدة الطحاوية، از ابن ابوالعز، ص:۴۳۔

(۴) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۶۱/۱۔

(۵) دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۶۱/۱-۷۰۔
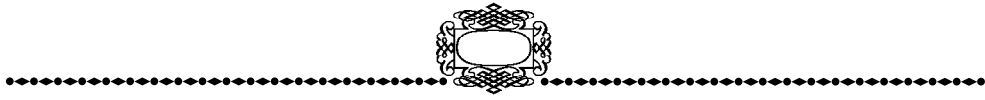
ساتواں مبحث:

تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں

پہلا مطلب: تقویٰ کا نور

پہلا مسلک: تقویٰ کا مفہوم:

تقویٰ کا لغوی مفہوم:

(عربی) زبان میں تقویٰ کے معنیٰ بچنے، ڈرنے اور متنبہ رہنے کے ہیں، کہا جاتا ہے: "اتقيت الشيء، وتقيته أتقيه تقى، وتقية، وتقاء" یعنی میں فلاں چیز سے بچ کر رہا، فرمان باری تعالیٰ:

﴿هو أهل التقوىٰ وأهل المغفرة﴾(١)۔

کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ عز وجل ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے عذاب سے بچا جائے اور اس کی ذات اس لائق ہے کہ ایسا عمل کیا جائے جو اس کی بخشش تک پہنچانے کا سبب ہو(٢)۔

تقویٰ کی اصل (اصطلاحی تعریف):

تقویٰ کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے اور جس چیز سے وہ ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اس کے درمیان بچاؤ کا ایک ذریعہ بنا لے، چنانچہ بندے کا اپنے رب سے تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے اور اپنے رب کے غیظ وغضب' ناراضگی اور عذاب کے خوف کے درمیان بچاؤ کا ایک ایسا ذریعہ بنا لے جو اسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھے، اور وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی نافرمانی سے اجتناب ہے(٣)۔

---

(١) سورۃ المدثر:٥٦۔

(٢) دیکھئے: لسان العرب، از ابن منظور، باب یاء فصل واؤ، مادہ "وقي"، ١٥/٤٠٢، القاموس المحیط، باب یاء، فصل واؤ، مادہ "وقي" ص١٧٣١۔

(٣) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ١/ ٣٩٨، نیز دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، از ابن جریر، ٢/ ١٨١۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کی حقیقت جیسا کہ طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ: ''آپ اللہ کی روشنی میں، اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے اس کی اطاعت کا عمل انجام دیں، اور اللہ کی روشنی میں اللہ کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے اس کی معصیت و نافرمانی ترک کر دیں'' (۱)۔

مکمل تقویٰ میں واجبات کی انجام دہی اور حرام و مشتبہ امور کا ترک، بلکہ بسا اوقات اس کے ساتھ مستحب امور کی انجام دہی اور مکروہ و ناپسندیدہ امور کا ترک بھی داخل ہو جاتا ہے، یہ تقویٰ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے (۲)۔

مکمل تقویٰ کی تعریف جلیل القدر صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمان باری ﴿اتقوا اللہ حق تقاتہ﴾ (۳) کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمائی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ''(تقویٰ یہ ہے کہ) اللہ کی اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، یاد کیا جائے تو بھلایا نہ جائے اور اس کا شکر یہ ادا کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے'' (۴)۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے شکر میں اطاعت کے سبھی اعمال شامل ہیں اور اللہ کو یاد کرنے اور اسے بھلائے نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ کے اوامر کو اپنے جملہ حرکات و سکنات، بول چال اور گفتگو میں یاد کر کے اپنے دل سے ان کی تابعداری کرے، اور ان تمام چیزوں میں اللہ کے منع کردہ امور کو یاد کر کے ان سے اجتناب کرے'' (۵)۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿اتقوا اللہ حق تقاتہ﴾ ''یعنی اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے'' کی تفسیر اللہ عزوجل کے دوسرے فرمان: ﴿فاتقوا اللہ ما استطعتم﴾ (۶) ''یعنی اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرو'' سے ہوتی ہے، اور (دونوں آیتوں کے مجموعہ) کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنی استطاعت بھر اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے نیز انھوں (امام

---

(۱) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۴۰۰۔

(۲) حوالہ سابق، ۱/۳۹۹۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۰۲۔

(۴) اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے، ۹/۹۲، حدیث نمبر (۸۵۰۲) مستدرک حاکم، ۲/۲۹۴، حدیث نمبر: (۸۵۰۲) وابن جریر فی جامع البیان فی تاویل آي القرآن، ۷/۶۵، انھوں نے (۷۵۳۶ تا ۷۵۵۱) بہت سی روایتیں ذکر کی ہیں۔

(۵) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۴۰۱۔

(۶) سورۃ التغابن: ۱۶۔

قرطبی) نے بیان فرمایا ہے کہ یہ کہنا آیت کریمہ کو منسوخ کہنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ نسخ کا مرحلہ تطبیق ممکن نہ ہونے کی صورت میں آتا ہے، اور چونکہ (یہاں) تطبیق ممکن ہے اس لئے وہی اولیٰ وبہتر ہے(۱)۔

کبھی کبھی تقویٰ کا استعمال حرام امور سے اجتناب پر غالب ہوتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تقویٰ کے متعلق سوال کئے جانے پر (سائل سے) فرمایا: کیا تم خاردار راستے سے گزرے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پوچھا: تو تم نے کیسے کیا کیا؟ اس نے کہا: جب میں کانٹا دیکھتا تو اس سے ہٹ جاتا، یا اسے پھلانگ جاتا، یا اسے چھوڑ ہی دیتا، تو انھوں نے فرمایا: ''یہی تقویٰ ہے''۔

ابن المعتز نے تقویٰ کے اسی مفہوم کو لے کر کہا ہے:

خـل الـذنـوب صغيـرها وكـبيـرها فـهـو التـقـىٰ
واصنـع كـماشٍ فـوق أرض الشـوك يحـذر مايرى
لا تحقـرن صغيـرة ان الجبال مـن الحصى (۲)

چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو ترک کردو، کہ یہی تقویٰ ہے اور اس طرح کرو جس طرح پر خار زمین پر چلنے والا (کانٹوں وغیرہ کو دیکھ کر) اس سے بچ کر چلتا ہے، چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ سمجھو کہ کنکریوں ہی سے پہاڑ بنتے ہیں۔

دوسرا مسلک: تقویٰ کی اہمیت:

تقویٰ کئی وجوہ سے دنیا وآخرت کی کامیابی کے اہم ترین اسباب میں سے ہے، ان میں سے چند وجوہ درج ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل نے تمام اولین وآخرین (اگلوں پچھلوں) کو تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولقد وصينا الذين أوتوا الكتاب من قبلكم وإياكم أن اتقوا الله﴾(۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الجامع لأحکام القرآن للقرطبی، ۴/۱۶۶۔
(۲) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۴۰۲۔
(۳) سورۃ النساء: ۱۳۱۔

اور واقعی ہم نے ان لوگوں جوتم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

چنانچہ یہ تمام اولین وآخرین کوامرونہی،شرعی احکام، وصیت الٰہی کے انجام دینے والے کوثواب اوراسے ضائع کرنے اوراس سے بے توجہی برتنے والے کو دردناک عذاب کی سزا پر مشتمل ایک عظیم الشان وصیت ہے،اسی لئے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن تكفروا فإن لله ما في السماوات وما في الأرض وكان الله غنيا حميداً﴾۔

اوراگرتم کفرکروتو یادرکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اورتعریف کیا گیا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''﴿وإن تكفروا﴾ (اوراگرتم کفرکرو) یعنی اللہ کا تقویٰ ترک کردواور اللہ کے ساتھ ایسی چیز شریک کروجس کی اللہ نے دلیل نازل نہیں فرمائی تو تم اس سے اپنی ذات ہی کونقصان پہنچاؤگے،اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ اس کی بادشاہت میں کمی کرسکتے ہو،اللہ کے بے شمار تم سے بہتر بندے ہیں جو اس کے اطاعت گزاراوراس کے حکم کے تابعدار ہیں،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (وصیت کے بعد) یہ بات ذکرفرمائی:

﴿وإن تكفروا فإن لله ما في السماوات وما في الأرض وكان الله غنيا حميداً﴾۔

اوراگرتم کفرکروتو یادرکھو کہ اللہ کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بہت بے نیاز اورتعریف کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مکمل جودوسخا اوراحسان عام ہے،جس کے چشمے اس کی رحمت کے ان خزانوں سے نکلتے ہیں جس میں خرچ کرنے سے کمی نہیں ہوتی اور نہ شب وروز لٹانے سے اس میں ذرا بھی نقص پیدا ہوتا ہے''(۱)۔

اس کی مالداری کا کمال یہ ہے کہ وہ مکمل خوبیوں والا ہے،اور''حمید''اس کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہرطرح کی حمد وثنا اورمحبت وعظمت کا مستحق ہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حمد و

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی،ص ۱۷۱۔

ستائش کے جملہ اوصاف جلال و جمال سے متصف ہے۔

اور اس لئے بھی کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر بڑی عظیم نعمتیں نچھاور کی ہیں، چنانچہ وہ ہر حال میں لائق تعریف ہے، اور ان دونوں معزز ناموں ''غنی'' اور ''حمید'' کا ایک جگہ اکٹھا ہونا بھی کیا خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ مالدار (بے نیاز) اور تعریف کیا ہوا ہے، اسی کے لئے اپنی مالداری میں کمال، اپنی تعریف میں کمال اور دونوں ناموں کے اکٹھا ہونے کا کمال ہے(۱)۔

دوم: اللہ عزوجل نے بے شمار آیات میں اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے، ان میں سے چند آیات حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا يوماً ترجعون فيه إلى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت وهم لا يظلمون﴾(۲)۔

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿واتقوا يوما لا تجزى نفس عن نفس شيئا ولا يقبل منها شفاعة ولا يؤخذ منها عدل ولا هم ينصرون﴾(۳)۔

اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ ہی اس کی بابت کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

۳- اللہ کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا الله واعلموا أن الله بكل شيء عليم﴾(۴)۔

---

(۱) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۱۷۱۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۸۱۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۸۱، نیز دیکھئے: آیت نمبر: ۱۲۳۔

(۴) سورۃ البقرہ: ۲۳۱۔

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

۴-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً ونساء واتقوا الله الذي تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيباً﴾(۱)۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔

۵-فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا الله إن الله خبير بما تعملون﴾(۲)۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ بھیجا ہے، اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

تقویٰ کے حکم کے بارے میں بے شمار آیتیں ہیں (۳)۔

سوم: نبی کریم ﷺ نے اپنی بہت ساری حدیثوں میں تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس کی جانب رغبت دلائی ہے، ان میں سے چند احادیث حسب ذیل ہیں:

۱- ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد کرتے ہوئے سنا، آپ نے (خطبہ کے دوران) فرمایا:

"اتقوا الله ربكم، وصلوا خمسكم، وصوموا شهركم، وأدوا زكاة أموالكم،

---

(۱) سورۃ النساء:۱۔

(۲) سورۃ الحشر:۱۸۔

(۳) دیکھئے: المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص۷۵۹تا۷۶۰، چنانچہ قرآن کریم میں ۷۹ مقامات پر تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔

وأطیعوا ذاأمرکم، تدخلوا جنة ربکم"(۱)۔

اپنے پروردگار اللہ سے ڈرو، اپنی پنج وقتہ نمازیں ادا کرو، اپنے مہینہ (رمضان) کا روزہ رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ دواور اپنے حاکم کی اطاعت کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

۲- نبی کریم ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کوتقویٰ کی وصیت فرمائی، اور آپ کا ایک شخص کو وصیت کرنا پوری امت کو وصیت کرنا ہے، چنانچہ فرمایا:

"اتق الله حیثما کنت، وأتبع السیئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن"(۲)۔

جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور بدی کے بعد نیکی کرو وہ اسے (بدی کو) مٹادے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

فرمان نبوی ''جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو'' کے سلسلہ میں علامہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ کا مقصد پوشیدہ اور علانیہ ہے، کہ جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور جہاں نہ دیکھ رہے ہوں''(۳)۔

اور نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل سے خلوت وجلوت میں اللہ کی خشیت کا سوال کرتے تھے، چنانچہ آپ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:

"... أسألك خشيتك في الغيب والشهادة"(۴)۔

اے اللہ میں تجھ سے غیب وحاضر (خلوت وجلوت) میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''خلوت وجلوت میں اللہ کا خوف نجات دینے والے امور میں سے ہے''(۵)۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب منہ: ۲/۱، حدیث نمبر: (۶۱۶)، علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن ترمذی (۱/۱۹۰) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث نمبر: ۸۶۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی معاشرۃ الناس، ۴/۳۵۵، حدیث نمبر: (۱۹۸۷)، امام ترمذی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے''، مسند احمد ۵/۱۵۳، امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے نیز امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۱/۵۴۔

(۳) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۴۰۷۔

(۴) سنن نسائی، کتاب السہو، باب الدعاء بعد الذکر: نوع آخر، ۳/۵۴، حدیث نمبر: (۱۳۰۵) علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح سنن النسائی (۱/۲۸۰) میں صحیح قرار دیا ہے، یہ ایک لمبی حدیث ہے۔

(۵) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۴۰۷۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

إذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقل　　　خلوت ولكن قل علي رقيب

ولا تحسبن الله يغفل ساعة　　　ولا أن ما يخفى عليه يغيب (١)

اگر تم زندگی میں کسی دن تنہا رہے ہو تو یہ نہ کہنا کہ میں تنہا تھا، بلکہ یہ کہنا کہ مجھ پر ایک نگراں موجود تھا، اور تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک پل بھی غافل رہتا ہے یا یہ کہ خفیہ چیزیں اس سے اجھل اور پوشیدہ رہتی ہیں۔

ابن سمّاک رحمہ اللہ (۲) فرماتے ہیں:

يا مدمن الذنب أما تستحيي　　　والله في الخلوة ثانيكا

غرك من ربك إمهاله　　　وستره طول مساويكا (٣)

اے گناہوں کے عادی (شخص) کیا تجھے حیا نہیں آتی، تنہائی میں اللہ تعالیٰ تیرا دوسرا ہوتا ہے، اللہ کی مہلت اور تیری مسلسل برائیوں پر اس کی پردہ پوشی نے تجھے اللہ سے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

ابو محمد عبد اللہ بن محمد اندلسی قحطانی رحمہ اللہ اپنے (ردیف ن کے) مجموعہ کلام میں فرماتے ہیں:

وإذا ما خلوت بريبة في ظلمة　　　والنفس داعية إلى الطغيان

فاستحي من نظر الإله وقل لها　　　إن الذي خلق الظلام يراني (٤)

جب تم تاریکی میں تنہا کوئی برائی کر رہے ہو اور نفس سرکشی پر آمادہ ہو تو اللہ کے دیکھنے سے حیا کرو اور نفس سے کہو کہ جس ذات نے تاریکی پیدا فرمائی ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

يا من يرى مد البعوض جناحه　　　في ظلمة الليل البهيم الأليل

ويرى نياط عروقها في نحرها　　　والمخ يجري في تلك العظام النحل

---

(۱) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/ ۴۰۹۔

(۲) یہ عابد و زاہد، نمونۂ سلف، واعظوں کے سردار ابوالعباس محمد بن صبیح عجلی بن السماک رحمہ اللہ ہیں، سنہ ۱۹۳ھ میں وفات پائے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء للذھبی، ۸/ ۳۲۸ تا ۳۳۰۔

(۳) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/ ۴۱۰۔

(۴) مجموعۂ کلام (ردیف ن) از قحطانی، ص ۲۵۔

امنن علـــي بتوبة تمحو بـهـــا ماكان مني فـي الــزمان الأول

اے تیرہ وتاریک لمبی شب کی تاریکی میں مچھر کے بازو کے پھیلاؤ کو اور اس کی نحر میں رگوں کی جگہوں اور ان پتلی باریک ہڈیوں میں دماغ کو دیکھنے والے، مجھ پر توبہ کا احسان فرما جس کے ذریعہ مجھ سے پچھلے زمانہ میں سرزد ہوئے گناہوں کو معاف فرما۔

۳- عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں، تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا:

"أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة ..."(۱)۔

میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں ....۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ دونوں باتیں دنیا وآخرت کی سعادت کو شامل ہیں" (۲)۔

۴- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر یا سریہ کا کوئی امیر بناتے تو اسے خصوصی طور پر اللہ کے تقویٰ کی اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے انہیں بھلائی کی وصیت فرماتے..." (۳)۔

۵- تقویٰ کی اہمیت ہی کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں اپنے رب سے تقویٰ کا سوال کیا، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اللـــــهم اني أســـألك الهـــدى والتقىٰ والعفاف والغنى" (۴)۔

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت وپاکدامنی اور مالداری کا سوال کرتا ہوں۔

---

(۱) سنن ابوداود، ۴/۲۰۱، حدیث نمبر: (۴۶۰۷) وسنن ترمذی، ۵/۴۴، حدیث نمبر: (۲۶۷۶) ومسند احمد، ۴/۴۶ وابن ماجہ ۱/۱۵، حدیث نمبر: (۴۳، ۴۴)۔

(۲) جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۲/۴۱۶۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث ووصیته ایاهم بآداب الغزو وغیرها، ۳/۱۳۵۶، حدیث نمبر: (۱۷۳۱)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب التعوذ من شر ما علم ومن شر ما لم یعلم، ۴/۲۰۸۷، حدیث نمبر: (۲۷۲۱)۔

چہارم: سب سے زیادہ جو چیز جنت میں داخلہ کا سبب بنتی ہے وہ تقویٰ ہے' چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "التقویٰ و حسن الخلق" اللہ کا تقویٰ اور حسن اخلاق، نیز آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جہنم میں داخل کرتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "الفم والفرج" منہ اور شرمگاہ (۱)۔

پنجم: تقویٰ اس (حسی) ظاہری لباس سے زیادہ اہم ہے جس سے انسان بے نیاز نہیں ہوسکتا، کیونکہ تقویٰ کا لباس نہ بوسیدہ اور پرانا ہوتا ہے اور نہ ختم' بندہ کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے، تقویٰ دل اور روح کی زینت ہے، رہا ظاہری لباس تو وہ زیادہ سے زیادہ تھوڑی دیر کے لئے ظاہری شرمگاہ کی پردہ پوشی کرتا ہے یا انسان کی زیب و زینت کا سبب ہوتا ہے، اس کے علاوہ اسکا کوئی فائدہ نہیں، اگر فرض کیا جائے کہ یہ ظاہری لباس نہیں ہے تو (زیادہ سے زیادہ) اس کی ظاہری شرمگاہ ہی کھلے گی کہ ضرورت کی بنیاد پر اسے کھولنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر تقویٰ کا لباس نہ ہو تو اس کی پوشیدہ شرمگاہ عریاں ہوجائے گی اور وہ ذلت ورسوائی سے دوچار ہوگا (۲)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا بني آدم قد أنزلنا علیکم لباساً یواري سوآتکم وریشاً و لباس التقویٰ ذلک خیر﴾ (۳)۔

اے آدم علیہ السلام کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرمگاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بہتر ہے۔

یہ وہ لباس ہے جس سے انسان ایک لمحہ بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا' اس کے بغیر اس کی کوئی قدر و قیمت اور کامیابی نہیں' اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی حسن الخلق، ۴/۳۶۳، حدیث نمبر: (۲۰۰۴) امام ترمذی نے فرماتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح غریب ہے'' علامہ شیخ البانی نے صحیح سنن ترمذی (۲/۱۹۴) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۴۸۔

(۳) سورۃ الاعراف: ۲۶۔

إذا المرء لم يلبس ثياباً من التقىٰ تقلب عريانا ولو كان كاسـياً

وخيـر لبـاس المرء طاعـة ربه ولا خير فيمن كان لله عاصياً

جب انسان تقویٰ کے لباس میں ملبوس نہیں ہوتا ہے تو کپڑے پہننے کے باوجود بھی عریاں گھومتا پھرتا ہے، انسان کا سب سے اچھا لباس اس کے رب کی اطاعت ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

ششم: تقویٰ کھانے پینے سے بھی زیادہ اہم ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتزودوا فإن خير الزاد التقوىٰ واتقون يا أولي الألباب﴾(۱)۔

اور اپنے ساتھ توشہ (سامان سفر) لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے، اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''سفر میں اچھی زادراہ آدمی کے کرم کی دلیل ہے''(۲)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سفر میں زادراہ لینے کا حکم دیا ہے کیونکہ سفر میں زادراہ لینے میں مخلوق سے بے نیازی اور ان کے اموال سے بے زاری (عدم ضرورت) ہے، اور اس لئے بھی کہ زادراہ میں مسافروں کے لئے فائدہ اور مدد ہے اور اس زادسفر سے توشہ وسامان سفر کے ذریعہ جسم کی حفاظت مقصود ہے، جب اللہ عزوجل نے دنیوی سفر میں زادراہ لینے کا حکم دیا تو حقیقی زادراہ یعنی توشۂ آخرت کا بھی حکم دیا، یعنی آخرت میں تقویٰ لیکر جانا جو ایسی زادراہ ہے جس کا فائدہ مسافر کو اس کی دنیوی واخروی دونوں زندگیوں میں ملے گا' چنانچہ یہ تقویٰ کا توشہ ہے جسے لیکر مسافر سکون وقرار کی منزل (آخرت) کو سدھارے گا' وہ زادراہ جو بھرپور لذت اور عظیم نعمت تک پہنچانے والی ہے' اور جس نے یہ زادراہ ترک کر دیا وہ راستے میں لٹا ہوا وہ مسافر ہے جو ہر مصیبت سے دوچار ہونے کا مرکز اور جس کے لئے متقیوں کی منزل (جنت) تک پہنچنے کا ہر راستہ بند ہو چکا ہے(۳)۔

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تزود من الـدنيا فإنك لا تـــدري إذا جـن ليل هل تعيش إلى الفـجر

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۹۷۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر ۱/ ۲۲۷، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۷۴۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۷۴۔

فکم من صحیح مات من غیر علة　　　　وکم من علیل عاش حیناً من الدهر

تقویٰ کا توشہ اختیار کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جب رات ڈھل جائے گی تو تم فجر تک زندہ بھی رہو گے، چنانچہ نہ جانے کتنے صحت مند لوگ بغیر کسی مرض کے موت کی آغوش میں چلے گئے اور نہ جانے کتنے مریض ایک مدت تک حیات مستعار کی لذت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

تیسرا مسلک: متقیوں کے اوصاف:

متقیوں کے کچھ اوصاف واعمال ہیں جن کی پاداش میں انہیں دنیا وآخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے' ان میں سے چند اوصاف بطور شمار نہیں بلکہ بطور مثال درج ذیل ہیں:

اول: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الم ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین، الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلاة ومما رزقناهم ینفقون، والذین یؤمنون بما أنزل إلیک وما أنزل من قبلک وبالآخرة هم یوقنون﴾ (۱)۔

الم، اس کتاب کے (اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں' پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا' اور وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں متقیوں کے کچھ بابرکت اوصاف ہیں' وہ یہ ہیں:

۱- غیب (ان دیکھی چیزوں) پر ایمان لانا۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- نیکی کی تمام راہوں میں واجب اور مستحب (طور پر) خرچ کرنا۔

۴- قرآن کریم اور اللہ کی طرف سے اتاری گئی تمام کتابوں پر ایمان لانا۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱ تا ۴۔

۵-آخرت کا یقین اور اس پر کامل ایمان، اور یقین اس مکمل علم کو کہتے ہیں جس میں ذرا بھی شک نہ ہو۔

جو ان صفات پر عمل پیرا ہوگا وہ عظیم ہدایت سے سرفراز اور دنیا وآخرت میں کامیاب وکامراں ہوگا(۱)۔

دوم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ليس البر أن تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين وآتى المال على حبه ذوي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب وأقام الصلاة و آتى الزكاة والموفون بعهدهم إذا عاهدوا والصابرين في البأساء والضراء وحين البأس أولئک الذين صدقوا وأولئک هم المتقون﴾(۲)۔

ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے ہی میں نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی (جنگ) کے وقت صبر کرے، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

چنانچہ اس عظیم الشان آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے بہت سارے اعمال اور عظیم اوصاف کریمانہ ذکر فرمائے ہیں، جو یہ ہیں:

۱-اللہ عزوجل پر ایمان۔

۲-یوم آخرت پر ایمان۔

۳-فرشتوں پر ایمان۔

۴-اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان۔

۵-انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص۲۴۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۷۷۔

۶ - رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، دست سوال دراز کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی میں مال خرچ کرنا۔

۷-نماز قائم کرنا۔

۸-زکاۃ دینا۔

۹-وعدہ پورا کرنا۔

۱۰-محتاجی و بیماری (کی حالت) میں اور دشمنوں سے جہاد کے وقت صبر کرنا۔

۱۱-اقوال وافعال اور حالات میں سچائی اپنانا۔

چنانچہ یہ لوگ جنھوں نے یہ اعمال انجام دیئے ہیں اپنے ایمان میں سچے لوگ ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنے اعمال سے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت دیا ہے اور یہی کامیاب لوگ ہیں، کیونکہ انہوں نے منع کردہ امور کا ترک اور حکم کردہ امور کی انجام دہی کی ہے۔اور اس لئے بھی کہ یہ امور لازمی اور ضمنی طور پر خیر و بھلائی کے تمام اوصاف پر مشتمل ہیں، کیونکہ وعدہ وفائی میں پورا دین اسلام داخل ہے، جس نے یہ اعمال انجام دیئے وہ ان کے علاوہ احکام کا بدرجۂ اتم بجالانے والا ہوگا، چنانچہ یہی نیکوکار، سچے اور متقی لوگ ہیں(۱)۔

سوم: اس چیز کے بیان کے بعد کہ شہوتیں (نفسانی خواہشات) لوگوں کے لئے مزین و آراستہ کردی گئی ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل أ أنبئكم بخير من ذلكم للذين اتقوا عند ربهم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها و أزواج مطهرة ورضوان من الله والله بصير بالعباد، الذين يقولون ربنا إننا آمنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار، الصابرين والصادقين والقانتين والمنفقين والمستغفرين بالأسحار﴾ (۲)۔

آپ کہہ دیجئے! کیا میں تمھیں اس سے بہت بہتر چیز بتاؤں؟ تقویٰ والوں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں اور

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص۲۶۔

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۵ تا ۱۷۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے' اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے پہر بخشش مانگنے والے ہیں۔

ان تینوں آیتوں میں متقیوں کے اوصاف میں سے کچھ مبارک اعمال اور اوصاف کریمانہ کا علم ہوا' جو یہ ہیں:

۱- اللہ پر ایمان لا کر اس کا وسیلہ قائم کرنا۔

۲- اللہ عزوجل سے بخشش و مغفرت کا حصول۔

۳- متقیوں کا اللہ عزوجل سے جہنم کے عذاب سے بچاؤ طلب کرنا۔

۴- اللہ کی اطاعت' اس کے حرام کردہ امور (سے اجتناب) اور اللہ کی المناک قضاوقدر پر صبر کرنا۔

۵- گفتار و کردار اور حالات میں سچائی۔

۶- 'قنوت' یعنی خشوع کے ساتھ اللہ کی پیہم اطاعت و بندگی۔

۷- بھلائی کی راہوں میں فقیروں اور حاجتمندوں پر خرچ کرنا۔

۸- استغفار' بالخصوص سحر کے وقت' کیونکہ وہ لوگ نماز سحر کے وقت تک لمبی کرتے ہیں اور پھر بیٹھ کر اللہ سے بخشش کا سوال کرتے ہیں (۱)۔

چنانچہ ان حضرات کے لئے طرح طرح کی بھلائیاں' دائمی نعمت' اللہ کی رضامندی جو سب سے عظیم نعمت ہے' نیز ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک نیک سیرت اور مخلوقات میں سب سے کامل و اکمل بیویاں ہیں (۲)۔

چہارم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين' الذين ينفقون في السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس**

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۱۰۳۔

(۲) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، لابن جریر الطبری، ۶/ ۲۵۹ تا ۲۶۷، تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۱۰۳۔

والله يحب المحسنين، والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله ولم يصروا على مافعلوا وهم يعلمون، أولئک جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها ونعم أجر العاملين﴾(۱)۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔ جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔ ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کو اپنی مغفرت اور ان کے لئے تیار کردہ جنت کے حصول کی طرف سبقت کرنے کا حکم دینے کے بعد ان کے کچھ عظیم الشان اعمال واوصاف حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے، جو یہ ہیں:

۱-تنگ دستی وخوشحالی، پریشانی وآسانی، جذبہ وشوق وبے شوقی، صحت وبیماری، ہر حال میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنا۔

۲-غصہ پی لینا اور اس کا اظہار نہ کرنا اور اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والے کے خلاف صبر کرنا، چنانچہ وہ اس کا انتقام نہیں لیتے۔

۳-جو بھی ان کے ساتھ قول یا فعل سے بدسلوکی کرے اسے معاف کر دینا۔

۴-اللہ عز وجل اور جن چیزوں سے اللہ نے گنہگاروں کو ڈرایا ہے نیز جن چیزوں کا متقیوں سے وعدہ فرمایا ہے انہیں یاد کرنا، تاکہ اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶۔

۵- چھوٹے بڑے گناہوں کا عمل سرزد ہونے پر جلد از جلد توبہ واستغفار کرنا۔

۶- مسلسل گناہوں پر گناہ نہ کرنا' بلکہ وہ اس سے جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔

پھر اللہ عزوجل نے ان صفات کے اپنانے پر اپنی بخشش اور دائمی نعمتوں والے باغات کی شکل میں ان کی جزا بیان فرمائی کہ (یہ نعمتیں ایسی ہوں گی) جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے ان کے متعلق سنا اور نہ ہی کسی فرد بشر کے دل میں کھٹکا (اس کا حقیقی تصور آیا) (۱)۔

پنجم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في جنات و عيون آخذين ما آتاهم ربهم إنهم كانوا قبل ذلك محسنين كانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالأسحار هم يستغفرون وفي أموالهم حق للسائل والمحروم﴾ (۲)۔

بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسے لے رہے ہوں گے وہ تو اس سے پہلے ہی نیکو کار تھے۔ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ اور سحر کے وقت استغفار کیا کرتے تھے۔ ان کے اموال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

ان آیات میں متقیوں کے اوصاف کریمانہ میں سے حسب ذیل کچھ اعمال کا ذکر ہے:

۱- اللہ کی عبادت میں احسان اور اللہ کے بندوں پر احسان۔

۲- اخلاص اور دل وزبان کے اتفاق پر دلالت کرنے والی نماز شب (تہجد)' چنانچہ وہ راتوں میں بہت کم سوتے تھے۔

۳- فجر سے کچھ پہلے سحر کے وقت اللہ سے استغفار کرنا' چنانچہ یہ اپنی نماز سحر کے وقت تک لمبی کرتے ہیں پھر نماز (تہجد) کے اختتام پر بیٹھ کر اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

۴- لوگوں سے مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں قسم کے) محتاجوں پر خرچ کرنا۔

---

(۱) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر ۱/۳۸۴ تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۱۱۶۔

(۲) سورۃ الذاریات: ۱۵ تا ۱۹۔

یہ متقیوں کے اوصاف کریمانہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل کرے گا جن میں ہمہ قسم کے درخت اور میوہ جات ہوں گے اور بہتے چشمے ہوں گے جن سے وہ باغات سیراب ہوں گے اور ان باغات سے اللہ کے تقویٰ شعار بندے سیراب وشکم سیر ہوں گے(۱)۔

یہ متقیوں کے اوصاف کے چند نمونے اور مثالیں ہیں ورنہ کتاب وسنت میں ان کے اوصاف بکثرت موجود ہیں۔

چوتھا مسلک: تقویٰ کے ثمرات:

تقویٰ کے کچھ ثمرات ہیں جو تقویٰ شعار شخص کو دنیا وآخرت میں حاصل ہوں گے اور ان ثمرات کے حصول کی پیش رفت متقیوں کے اوصاف پر کار بند ہونے کے اعتبار سے ہوگی' ان میں سے بطور شمار نہیں بطور مثال چند ثمرات حسب ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم سے استفادہ اور ہدایتِ ارشاد وتوفیق سے سرفرازی: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الم ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین﴾ (۲)۔

الم، اس کتاب کے (اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں' پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔

(۲) متقیوں کو اللہ کی معیت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿واتقوا الله واعلموا أن الله مع المتقین﴾ (۳)۔

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۷۵۱۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۱،۲۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۱۹۴۔

(۴) سورۃ النحل: ۱۲۸۔

بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔

یہ معیت (جو سابقہ آیات میں گزری) توفیق، اصلاح و درستگی، نصرت و تائید اور اعانت و حمایت کی معیت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں اور جو بات آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمائی تھی اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿لا تحزن إن الله معنا﴾ (۱)۔

غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

رہی عام معیت تو وہ اللہ عزوجل کے سننے، دیکھنے اور علم کے ذریعہ ہر چیز کو شامل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وهو معكم أينما كنتم والله بما تعملون بصير﴾ (۲)۔

تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

(۳) قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بلند مقام و مرتبہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زين للذين كفروا الحياة الدنيا ويسخرون من الذين آمنوا والذين اتقوا فوقهم يوم القيامة والله يرزق من يشاء بغير حساب﴾ (۳)۔

کافروں کے لئے دنیوی زندگی مزین و آراستہ کر دی گئی ہے، وہ ایمان والوں سے ہنسی و مذاق کرتے ہیں، حالانکہ پرہیزگار لوگ قیامت کے دن ان سے اعلیٰ ہوں گے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

(۴) نفع بخش علم کے حصول کی توفیق:

اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

﴿واتقوا الله ويعلمكم الله والله بكل شيء عليم﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۴۰۔

(۲) سورۃ الحدید: ۴۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۱۲۔

(۴) سورۃ البقرہ: ۲۸۲۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو٬ اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(۵) جنت اور اس کی ہمہ قسم کی نعمتوں میں داخلہ: ان میں سے چند نعمتیں حسب ذیل ہیں:

۱- جنت سے سرفرازی:

ارشاد باری ہے:

﴿للذين اتقوا عند ربهم جنات تجري من تحتها الأنهار﴾(۱)۔

متقیوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

۲- جنت کی وراثت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿تلك الجنة التي نورث من عبادنا من كان تقياً﴾(۲)۔

یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے متقیوں کو وارث بنائیں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وسارعوا إلى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والأرض أعدت للمتقين﴾(۳)۔

اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے٬ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿قل متاع الدنيا قليل والآخرة خير لمن اتقى ولا تظلمون فتيلاً﴾(۴)۔

کہہ دیجئے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم

---

(۱) سورۃ آل عمران:۱۵۔

(۲) سورۃ مریم:۶۳۔

(۳) سورۃ آل عمران:۱۳۳۔

(۴) سورۃ النساء:۷۷۔

پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا۔

۳-بہترین مراتب ودرجات:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ولدار الآخرة خير ولنعم دار المتقين﴾(۱)۔

اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے۔

۴-من چاہی نعمتوں کا حصول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿جنات عدن يدخلونها تجري من تحتها الأنهار لهم فيها مايشاء ون كذلك يجزي الله المتقين﴾(۲)۔

ہیشگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جو کچھ یہ چاہیں گے وہاں ان کے لئے موجود ہوگا متقیوں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلہ دیا کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يطاف عليهم بصحاف من ذهب وأكواب وفيها ماتشتهيه الأنفس و تلذ الأعين وأنتم فيها خالدون﴾(۳)۔

ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور چلایا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس چیز سے ان کی آنکھیں لذت پائیں، سب وہاں ہوگا اور تم اسی میں ہمیشہ رہو گے۔

۵-متقیوں کو معزز مہمانوں کی شکل میں اکٹھا کیا جائے گا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) سورۃ النحل: ۳۰۔

(۲) سورۃ النحل: ۳۰۔

(۳) سورۃ الزخرف: ۷۱۔

﴿یوم نحشر المتقین إلی الرحمن وفداً﴾(۱)۔

جس دن ہم پرہیز گاروں کو اللہ رحمٰن کی طرف بحیثیت مہمان جمع کریں گے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ متقیوں کو اونٹنیوں پر لے جایا جائے گا جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے اور ان کی نکیلیں زبرجد (سبز اور زرد رنگ کا ایک مقدس قیمتی پتھر) کی ہوں گی، وہ ان پر سوار ہو جائیں گے یہاں تک کہ (پہنچ کر) جنت کے دروازوں پر دستک دیں گے (۲)۔

۶-متقیوں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی:

ارشاد باری ہے:

﴿وأزلفت الجنة للمتقین﴾(۳)۔

اور پرہیز گاروں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وأزلفت الجنة للمتقین غیر بعید﴾(۴)۔

اور جنت پرہیز گاروں کے لئے بالکل قریب کردی جائے گی ذرا بھی دور نہ ہوگی۔

۷-متقیوں کے لئے جنت میں بالا خانے ہوں گے جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوں گے، جن کا ظاہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آئے گا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لکن الذین اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنیة تجري من تحتها الأنهار وعد الله لا یخلف الله المیعاد﴾(۵)

ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اللہ عز وجل کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ وعدہ کی خلاف ورزی

---

(۱) سورۃ مریم:۸۵۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آي القرآن، للطبری ۱۸/۲۵۴ تا ۲۵۵۔

(۳) سورۃ الشعراء:۹۰۔

(۴) سورۃ ق:۳۱۔

(۵) سورۃ الزمر:۲۰۔

نہیں کرتا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿والذين آمنوا و عملوا الصالحات لنبوئنهم من الجنة غرفا تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها نعم أجر العاملين﴾(۱)۔

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم یقیناً جنت کے ان بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے' کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔

۸-متقیوں کوعذاب نہ چھوئے گا بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اسباب نجات سے نجات عطا فرمائے گا:

ارشاد باری ہے:

﴿وينجي الله الذين اتقوا بمفازتهم لا يمسهم السوء ولا هم يحزنون﴾(۲)۔

اور جن لوگوں نے پرہیز گاری کی اللہ تعالیٰ انہیں ان کی کامیابی کے ساتھ بچالے گا' انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔

۹-متقی حضرات عذاب جہنم سے محفوظ ہوں گے اور پل صراط پر (بآسانی) گزر جائیں گے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن منكم إلا واردها كان على ربك حتما مقضيا ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثياً﴾(۳)۔

تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے' یہ تمہارے رب کے ذمہ قطعی' فیصل شدہ امر ہے۔ پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔

۱۰-متقیوں کی صحبت اور محبت دنیاوآخرت میں دائمی ہوگی' اس کے علاوہ ہر صحبت قیامت کے دن عداوت و دشمنی میں بدل جائے گی:

---

(۱) سورۃ العنکبوت:۵۸۔

(۲) سورۃ الزمر:۶۱۔

(۳) سورۃ مریم:۷۱،۷۲۔

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿الأخلاء یومئذٍ بعضهم لبعض عدو إلا المتقین﴾ (۱)۔

اس دن جگری دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقیوں کے۔

۱۱- متقیوں کے لئے پرامن جگہ ہوگی:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقین في مقام أمین، في جنات و عیون، یلبسون من سندس و استبرق متقابلین، کذلک وزوجناهم بحور عین، یدعون فیها بکل فاکهة آمنین، لایذوقون فیها الموت إلا الموتة الأولی ووقاهم عذاب الجحیم، فضلاً من ربک ذلک هو الفوز العظیم﴾ (۲)۔

بیشک اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے امن وسکون کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ اسی طرح ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا نکاح کردیں گے۔ انتہائی بےفکری کے ساتھ وہاں ہر طرح کے میووں کی فرمائشیں کرتے ہوں گے۔ وہاں وہ موت چکھنے کے نہیں، سوئے پہلی موت کے، اور اللہ نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ یہ صرف تیرے رب کا فضل ہے، یہی سب سے عظیم کامیابی ہے۔

۱۲- تقویٰ کے نتیجہ میں جنت کی نہروں پر حاضری اور ان سے سیرابی نصیب ہوگی:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿مثل الجنة التي وعد المتقون فیها أنهار من ماء غیر آسن وأنهار من لبن لم یتغیر طعمه وأنهار من خمر لذة للشاربین وأنهار من عسل مصفی ولهم فیها من کل الثمرات ومغفرة من ربهم کمن هو خالد في النار وسقوا ماء حمیماً فقطع أمعاء هم﴾ (۳)۔

---

(۱) سورۃ الزخرف: ۶۷۔

(۲) سورۃ الدخان: ۵۱ تا ۵۷۔

(۳) سورۃ محمد: ۱۵۔

اس جنت کی صفت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے' یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں' اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا' اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے' کیا یہ اس شخص کے مثل ہے جو ہمیشہ آگ (جہنم) میں رہنے والا ہے؟ اور جنہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔

۱۳-متقی حضرات اللہ عزوجل کے پاس سچائی (عزت واحترام) کی مجلس میں ہوں گے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في جنات ونهر في مقعد صدق عند مليك مقتدر﴾(۱)۔

بیشک اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

۱۴-متقیوں کو ان کے تقویٰ کی پاداش میں' جنت کے درختوں کے سائے میں سیر وتفریح اور حسب خواہش ان نعمتوں سے لطف اندوزی نصیب ہوگی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن المتقين في ظلال و عيون وفواكه مما يشتهون كلوا واشربوا هنيئاً بما كنتم تعملون﴾(۲)۔

بیشک پرہیز گار لوگ سایوں میں اور بہتے چشموں میں ہوں گے۔ اور ان میووں میں جن کی وہ خواہش کریں گے۔ (اے جنتیو!) کھاؤ پیو مزے سے اپنے ان اعمال (صالحہ) کے بدلے جنہیں تم نے انجام دیا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ القمر: ۵۴، ۵۵۔

(۲) سورۃ المرسلات: ۴۱ تا ۴۳۔

”إن في الجنة شجرة يسير الراكب الجواد المضمر السريع في ظلها مائة عام مايقطعها“(۱)۔

بیشک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں ایک گھوڑ سوار عمدہ، چھریرے اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر سو برس چلتا رہے گا پھر بھی اسے طے نہ کر سکے گا۔

۱۵-متقیوں کے لئے جنت میں بڑا اچھا ٹھکانہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هذا ذكر و إن للمتقين لحسن مآب جنات عدن مفتحة لهم الأبواب، متكئين فيها يدعون فيها بفاكهة كثيرة وشراب، وعندهم قاصرات الطرف أتراب، هذا ماتوعدون ليوم الحساب، إن هذا لرزقنا ما له من نفاد﴾(۲)۔

یہ نصیحت ہے اور یقین مانو کہ پرہیزگاروں کے لئے بڑی اچھی جگہ ہے۔ (یعنی ہمیشگی والی) جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ جن میں وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میووں اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کررہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ یہ وہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کے لئے کیا جاتا تھا۔ بیشک یہ ہماری روزی (یعنی ہمارا دیا ہوا عطیہ) ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

(۲) متقیوں سے اللہ کی محبت:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿بلى من أوفى بعهده واتقى فإن الله يحب المتقين﴾(۳)۔

کیوں نہیں! البتہ جو شخص اپنا وعدہ پورا کرے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، تو اللہ تعالیٰ تقویٰ شعاروں

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۷/۲۵۶، حدیث نمبر: (۶۵۵۳)، مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لایقطعها، ۴/۲۱۷۵، حدیث نمبر: (۲۸۲۶)۔

(۲) سورۃ ص: ۴۹ تا ۵۴۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۷۶۔

سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن الله يحب المتقين﴾ (۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت فرماتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي" (۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار مالدار (بے نیازی کا اظہار کرنے والا) پوشیدہ (گمنام) بندے سے محبت کرتا ہے۔

امام قرطبی اور امام نووی رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: مالدار سے مراد 'نفس کی مالداری و بے نیازی' ہے، یہی اس کا پسندیدہ مفہوم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"ليس الغنى عن كثرة العرض، ولكن الغنى غنى النفس" (۳)۔

مالداری زیادہ ساز وسامان کی نہیں بلکہ مالداری دراصل نفس کی مالداری و بے نیازی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے لو لگا کر (غیروں سے) بے نیاز ہو جائے اور اللہ کی متعین کردہ نوشتۂ تقدیر پر راضی و خوش ہو۔

اور 'پوشیدہ' سے مراد وہ گمنام ہے جو دنیا میں بلندی اور دنیوی عہدوں پر فائز ہونے کا خواہش مند نہ ہو۔

بعض روایات میں: "إن الله يحب العبد التقي الغني الحفي" کے الفاظ آئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار مالدار اور عالم بندے سے محبت کرتا ہے۔

"حفي" کے معنیٰ عالم کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۴ و ۷۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب، ۴/ ۲۲۷۷، حدیث نمبر: ۲۹۶۵، بروایت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

(۳) متفق علیہ، بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۷/ ۲۸۸، حدیث نمبر: (۶۴۴۶) ومسلم، کتاب الزکاۃ، باب لیس الغنی عن کثرۃ العرض، ۲/ ۷۲۶، حدیث نمبر: (۱۰۵۱)۔

﴿کأنک حفي عنها﴾(۱)۔

گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ: رشتہ کو جوڑنے والے نیز ان پر اور ان کے علاوہ دیگر کمزوروں پر رحم کرنے والے ہیں اور ان کی ضرورتوں میں دوڑ دھوپ کرنے والے ہیں(۲)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح (لفظ) نقطہ کے ساتھ یعنی "خفي" ہے(۳)۔

(۷) دشمنوں کے مکروفریب اور ضرر رسانی سے بے خوفی:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإن تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا إن الله بما يعملون محيط﴾(۴)۔

اور اگر تم صبر کرو اور اللہ کا تقویٰ اپناؤ تو ان کی ساز باز تمہیں کچھ بھی نقصان نہ دے گی' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۸) آسمان سے نصرت و مدد کا نزول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون، إذ تقول للمؤمنين ألن يكفيكم أن يمدكم ربكم بثلاثة آلاف من الملائكة منزلين، بلى إن تصبروا وتتقوا ويأتوكم من فورهم هذا يمددكم ربكم بخمسة آلاف من الملائكة مسومين﴾(۵)۔

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے' اس لئے اللہ ہی سے ڈرو تا کہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔(اور یہ شکر گزاری باعث نصرت و امداد

(۱) سورۃ الاعراف:۱۸۷۔

(۲) دیکھئے: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، للقرطبی، ۱۲۰/۷، وشرح النووی علی صحیح مسلم، ۳۱۴/۱۷۔

(۳) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۳۱۴/۱۷۔

(۴) سورۃ آل عمران:۱۲۰۔

(۵) سورۃ آل عمران:۱۲۳تا۱۲۵۔

ہو) جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے' کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا۔ کیوں نہیں' بلکہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا جو نشاندار ہوں گے۔

(۹) تقویٰ ظلم وسرکشی اور اللہ کے بندوں کو ایذا پہنچانے سے روکنے کا باعث ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾(۱)۔

نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم وزیادتی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے واقعہ میں فرمایا:

﴿فأرسلنا إليها روحنا فتمثل لها بشراً سويا، قالت إني أعوذ بالرحمن منك إن كنت تقياً﴾(۲)۔

تو ان کے پاس اپنی روح (جبریل علیہ الصلاۃ والسلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ یہ کہنے لگیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

(۱۰) اعمال صالحہ کی قبولیت:

ارشاد باری ہے:

﴿إنما يتقبل الله من المتقين﴾(۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے۔

(۱۱) کامیابی کا حصول: کیوں کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے کامیاب وکامراں ہوتا ہے اور جو اس کا تقویٰ

---

(۱) سورۃ المائدہ:۲۔

(۲) سورۃ مریم:۱۷،۱۸۔

(۳) سورۃ المائدہ:۲۷۔

ترک کردیتا ہے خسارہ سے دوچار ہوتا ہے نیز بہت سارے فوائد سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فاتقوا الله يا أولي الألباب لعلكم تفلحون﴾(۱)۔

لہٰذا اے عقلمند و اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہو۔

(۱۲) گمراہی سے حفاظت: تقویٰ ہدایت کے بعد گمراہی و کجروی سے محفوظ رکھتا ہے:

ارشاد باری ہے:

﴿وأن هـذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾(۲)۔

بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اسی کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی اتباع نہ کرو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی؛ اللہ نے تمہیں اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

اللہ اور اللہ کی جنت تک پہنچانے والا اللہ کا راستہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں احکام، شرائع اور اخلاق کریمانہ کی صورت میں بتایا ہے؛ چنانچہ جس شخص نے اعتقادی، علمی، عملی اور قولی طور پر اللہ کے احکامات کی تعمیل کرکے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرکے اللہ کے راستہ کی پیروی کی وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا، اللہ کے تقویٰ شعار بندوں میں سے قرار پائے گا نیز گمراہی وانحراف سے محفوظ رہے گا (۳)۔

(۱۳) خوف وملال سے سلامتی: چنانچہ جس نے اپنے آپ کو شرک اور کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے محفوظ رکھا جسے اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے، اور اپنے ظاہری و باطنی اعمال کی اصلاح کی، اس پر برائی کا کوئی خطرہ نہیں، اور نہ ہی وہ سابقہ چیزوں پر رنجیدہ ہوگا، اور جب خوف وملال نہ ہوگا تو مکمل امن اور دائمی فلاح وسعادتمندی حاصل ہوگی (۴)، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فمن اتقى و أصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾(۵)۔

---

(۱) سورۃ المائدہ: ۱۰۰۔

(۲) سورۃ الانعام: ۱۵۳۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۲۴۳۔

(۴) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۲۵۰۔

(۵) سورۃ الاعراف: ۳۵۔

جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(۱۴) برکتوں کا نزول: تقویٰ آسمان وزمین سے برکتوں کے دہانے کھولنے کا سبب ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض ولكن كذبوا فأخذناهم بما كانوا يكسبون﴾(۱)۔

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔

نیز اللہ عزوجل نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے بارے میں فرمایا:

﴿ولو أنهم أقاموا التوراة والإنجيل وما أنزل إليهم من ربهم لأكلوا من فوقهم ومن تحت أرجلهم منهم أمة مقتصدة وكثير منهم ساء ما كانوا يعملون﴾(۲)۔

اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے' ان کے پورے پابند رہتے تو اپنے اوپر سے اور پیروں تلے سے روزیاں پاتے اور کھاتے' ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روش کی ہے' اور بقیہ ان میں زیادہ تر لوگ بہت ہی برے اعمال کرتے ہیں۔

(۱۵) اللہ کی رحمت کا حصول:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ورحمتي وسعت كل شيء فسأكتبها للذين يتقون ويؤتون الزكاة والذين هم بآياتنا يؤمنون﴾(۳)۔

اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے' تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ الاعراف:۹۶۔

(۲) سورۃ المائدہ:٦٦۔

(۳) سورۃ الاعراف:۱۵٦۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وهذا كتاب مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون﴾(۱)۔

یہ ایک بابرکت کتاب ہے لہٰذا اسی کی اتباع کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۱۶) ولایت الٰہی سے سرفرازی: تقویٰ اللہ عزوجل کی ولایت سے سرفرازی عطا کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن أولياؤه إلا المتقون ولكن أكثرهم لا يعلمون﴾(۲)۔

بیشک اس (مسجد حرام) کے اولیاء (دیکھ ریکھ کرنے والے) تو حقیقت میں متقی حضرات ہی ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وإن الظالمين بعضهم أولياء بعض والله ولي المتقين﴾(۳)۔

بیشک ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔

(۱۷) تمیز حق وباطل کی توفیق: تقویٰ متقی کو حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تتقوا الله يجعل لكن فرقاناً ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفر لكم والله ذو الفضل العظيم﴾(۴)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس آیت کریمہ میں) بیان فرمایا کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اسے چار عظیم

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۵۵۔

(۲) سورۃ الانفال: ۳۴۔

(۳) سورۃ الجاثیہ: ۱۹۔

(۴) سورۃ الانفال: ۲۹۔

چیزیں حاصل ہوں گی، ان میں سے ہر ایک دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے:

پہلی چیز: 'فرقان' یعنی وہ علم وہدایت جس سے سرفراز مند ہدایت وضلالت' حق وباطل اور حلال وحرام کے درمیان فرق وامتیاز کرے گا۔

دوسری اور تیسری چیز: برائیوں کا کفارہ اور گناہوں کی بخشش، مطلق ذکر کئے جانے کی صورت میں دونوں چیزیں ایک دوسرے میں داخل ہوتی ہیں' اور اکٹھا ذکر کئے جانے کی صورت میں (تکفیر السیئات) کی تفسیر صغیرہ گناہوں سے اور (مغفرۃ الذنوب) کی تفسیر کبیرہ گناہوں کی بخشش سے کی جاتی ہے۔

چوتھی چیز: عظیم اجر اور بے پناہ ثواب (۱)۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله آمنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نوراً تمشون به ویغفر لکم والله غفور رحیم﴾ (۲)۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا' اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ کا ارشاد ہے:

﴿أومن کان میتاً فأحییناه وجعلنا له نوراً یمشي به في الناس کمن مثله في الظلمات لیس بخارجٍ منها کذلک زین للکافرین ما کانوا یعملون﴾ (۳)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا' پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے' کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا' اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۲۸۱۔

(۲) سورۃ الحدید: ۲۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۱۲۲۔

(۱۸) شیطان سے تحفظ: تقویٰ شیطان لعین کی ضرر رسانی سے انسان کی حمایت کرتا ہے' چنانچہ متقی اپنی ذات پر اللہ کے واجبات کو یاد کرتا ہے' دیکھتا ہے اور اللہ سے استغفار کرتا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إن الذين اتقوا إذا مسهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون﴾(۱)۔

بیشک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں' سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

(۱۹) دنیوی زندگی اور آخرت میں بشارت:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون الذين آمنوا وكانوا يتقون لهم البشرى في الحياة الدنيا و في الآخرة لا تبديل لكلمات الله ذلک هو الفوز العظيم﴾(۲)۔

یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے' اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی' یہ بڑی کامیابی ہے۔

رہی 'دنیا میں بشارت' تو وہ اچھی تعریف' مومنوں کے دلوں میں محبت' سچا خواب (۳)' بندے پر اللہ کا لطف وکرم' اسے اچھے اعمال واخلاق کی توفیق اور برے اخلاق سے اس کا تحفظ وغیرہ ہیں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آدمی بھلائی کا عمل کرتا ہے' لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں اس سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا:

"تلك عاجل بشرى المؤمن"(۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۲۰۱۔

(۲) سورۃ یونس: ۶۲ تا ۶۴۔

(۳) دیکھئے: صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، ۴/۱۷۷۴، حدیث نمبر: (۲۲۶۳، ۲۲۶۴)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ، باب اذا اثنی علی الصالح فھی بشری ولا تضرہ، ۴/۲۰۳۴، حدیث نمبر: (۲۶۴۲)۔

یہ مومن کی فوری خوشخبری ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ جلد خیر عطا کرنے والی خوشخبری ہے جو اس سے اللہ کے راضی وخوش ہونے اور محبت کرنے کی دلیل ہے' چنانچہ مخلوق کے نزدیک بھی اللہ اسے محبوب بنا دیتا ہے... یہ سب کچھ اس شرط کے ساتھ کہ لوگوں کی مدح وستائش میں اس کا ذاتی دخل نہ ہو ورنہ تعریف کی خاطر کسی بھی قسم کا تعرض مذموم ہے(۱)۔

اور رہی 'آخرت میں بشارت' تو سب سے پہلی بشارت ان کی روح قبض کرنے کے وقت ہوگی' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الـذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ألا تخافوا ولا تحزنوا وأبشروا بالجنة التي كنتم توعدون﴾(۲)۔

واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور 'قبر میں بشارت' اللہ کی رضا وخوشنودی اور دائمی نعمت کی ہوگی' اور آخرت میں بشارت کا اختتام 'نعمتوں بھرے باغات میں داخلہ اور دردناک عذاب سے نجات پر ہوگا(۳)۔

(۲۰) اجر وثواب کی حفاظت: کیونکہ جو شخص اللہ کے حرام کردہ امور سے اجتناب کرے گا' اطاعت کے کاموں پر' حرام کاموں سے اور اللہ عزوجل کی المناک قضا وقدر پر صبر کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب ضائع نہ کرے گا، ارشاد باری ہے:

﴿إنه من يتق ويصبر فإن الله لا يضيع أجر المحسنين﴾(۴)۔

---

(۱) شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۶/ ۴۲۸۔

(۲) سورۃ حم السجدہ: ۳۰۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۳۲۴، نیز دیکھئے: قدیم ایڈیشن، ۳/ ۳۶۷۔

(۴) سورۃ یوسف: ۹۰۔

بیشک جو اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے' تو اللہ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

(۲۱) دنیا وآخرت کی نیک انجامی: متقیوں کے لئے دنیا وآخرت میں نیک انجام ہوگا:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وأمر أهلك بالصلاة واصطبر عليها لا نسألك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ﴾ (۱)۔

اپنے گھرانے والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو' ہم تم سے روزی نہیں مانگتے' بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں' نیک انجام تقویٰ ہی کا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قال موسىٰ لقومه استعينوا بالله واصبروا إن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين﴾ (۲)۔

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو' یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے' اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور نیک انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿فاصبر إن العاقبة للمتقين﴾ (۳)۔

لہٰذا آپ صبر کرتے رہیے یقیناً انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتقين﴾ (۴)۔

---

(۱) سورۃ طٰہٰ: ۱۳۲۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۲۸۔

(۳) سورۃ ھود: ۴۹۔

(۴) سورۃ القصص: ۸۳۔

آخرت کا یہ گھر ہم انہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں' اور نیک انجام کار متقیوں کے لئے ہے۔

نبی کریم ﷺ نیک انجام کی دعا کیا کرتے تھے' چنانچہ فرماتے تھے:

"اللهم أحسن عاقبتنا في الأمور كلها و أجرنا من خزي الدنيا و عذاب الآخرة"(۱)۔

اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارے انجام کو سنوار دے' اور دنیا کی رسوائی اور قبر کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔

(۲۲) دنیا وآخرت کی فلاح وکامرانی: متقیوں کو دنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی نصیب ہوگی:

ارشاد باری ہے:

﴿ومن يطع الله و رسوله ويخش الله و يتقه فأولئك هم الفائزون﴾(۲)۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۲۳) مومن کے لئے طغرۂ امتیاز: تقویٰ مومنوں اور بدکاروں کے درمیان فرق وامتیاز کرتا ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أم نجعل الذين آمنوا وعملوا الصالحات كالمفسدين في الأرض أم نجعل المتقين كالفجار﴾(۳)۔

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے' یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) مسند احمد، ۴/۱۸۱ والمعجم الکبیر للطبرانی، ۲/۳۳، حدیث نمبر: (۱۱۹۶، ۱۱۹۷) امام ہیثمی مجمع الزوائد (۱۰/۷۸) میں فرماتے ہیں: "مسند احمد کے اور معجم طبرانی کی ایک سند کے راویان ثقہ (قابل اعتماد) ہیں۔

(۲) سورۃ النور: ۵۲۔

(۳) سورۃ ص: ۲۸۔

﴿أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات سواءً محياهم و مماتهم ساء مايحكمون﴾(۱)۔

کیا ان لوگوں کو جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے‘ برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کر رہے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن للمتقين عند ربهم جنات النعيم، أفنجعل المسلمين كالمجرمين، مالكم كيف تحكمون﴾(۲)۔

پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ کیا ہم مسلمانوں کو مثل گناہ گاروں کے کر دیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے‘ کیسے فیصلے کر رہے ہو؟

چنانچہ اللہ عزوجل‘ اللہ کا حکم بجالانے‘ اس کے منع کردہ امور سے دور رہنے والے متقیوں کو زمین میں فساد مچانے والوں اور کثرت سے گناہ کر کے اپنے پروردگار کے حقوق میں کوتاہی کرنے والوں کی طرح ہرگز نہ بنائے گا‘ کیونکہ اللہ عزوجل کی حکمت کے منافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزاروں‘ اپنے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والوں اور اپنی مرضیات کے پیروکار متقی بندوں کو ان جرم پیشہ افراد کی طرح کر دے جو اللہ کی نافرمانیوں اور اللہ کی آیتوں کے انکار میں جا واقع ہوئے۔ اور جس کا یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو دنیا و آخرت میں برابر کر دے گا اس نے بڑا برا فیصلہ کیا‘ اس کا فیصلہ باطل اور اس کی رائے فاسد ہے، کیونکہ واقعی اور قطعی فیصلہ یہ ہے کہ عمل کے مطابق تمام مومنوں متقیوں کو دیر سویر (یعنی دنیا و آخرت میں) نصرت‘ کامیابی اور سعادت مندی حاصل ہوگی اور تمام مجرم گناہ گاروں کو دنیا و آخرت میں غضب‘ توہین‘ عذاب اور بدبختی سے دوچار ہونا پڑے گا(۳)۔

(۲۴) تقویٰ اللہ کے شعائر کی تعظیم کا سبب ہے: کیونکہ اللہ کے شعائر دین کے روشن منارے ہیں‘ ان کی

---

(۱) سورۃ الجاثیہ:۲۱۔

(۲) سورۃ القلم:۳۴ تا ۳۶۔

(۳) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص:۷۲۲، ۸۱۵۔

تعظیم، ان کے احترام سے، ان کی ادائیگی اور بندے کی استطاعت کے مطابق ان کی تکمیل سے ہوتی ہے، اور اس تعظیم کا صدور دلوں کے تقویٰ سے ہوتا ہے، کیونکہ ان کی تعظیم کرنے والا دراصل اپنے تقویٰ اور ایمان کی صحت کی شہادت دیتا ہے، کیونکہ ان (شعائر) کی تعظیم اللہ کی تعظیم وتکریم کے تابع ہے(۱)، ارشاد باری ہے:

﴿ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾(۲)۔

اور جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی جانب سے ہے۔

(۲۵) اعمال کی درستی اور قبولیت: تقویٰ ہی سے اعمال درست اور قبولیت سے سرفراز ہوتے ہیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً﴾(۳)۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راست گوئی سے کام لو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرما دے اور تمہارے گناہ بخش دے، اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہ بڑی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا۔

چنانچہ اللہ نے خفیہ وعلانیہ طور پر تقویٰ کا حکم دیا ہے اور اس میں سے راست گوئی کو خاص قرار دیا ہے اور یہ راست گوئی یقین کی دشواری کے وقت وہ بات ہے جو حق وصداقت کے مطابق یا اس سے قریب ہو، جیسے تلاوت قرآن، ذکر، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، علم سیکھنا اور سکھانا، علمی مسائل میں درستگی تک پہنچنے کی خواہش وجستجو اور نرم ونازک گفتگو وغیرہ۔

اس کے نتیجہ میں عمل کی درستی اور گناہوں کی بخشش حاصل ہوتی ہے، الغرض تقویٰ سے تمام امور درست ہو جاتے ہیں اور ہر برائی ختم ہو جاتی ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۴۸۷۔

(۲) سورۃ الحج: ۳۲۔

(۳) سورۃ الاحزاب: ۷۰، ۷۱۔

(۴) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن في تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۶۲۰۔

(۲۶) تقویٰ اللہ عزوجل کے پاس اعزاز واکرام کا سبب ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الناس إنا خلقناکم من ذکر و أنثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أکرمکم عند الله أتقاکم إن الله علیم خبیر﴾(۱)۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اوراس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں' اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے' بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔

چنانچہ لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے' اور سب سے زیادہ تقویٰ شعار وہ ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ اطاعت گزار اور گناہوں سے دور ہو' نہ کہ وہ جو سب سے زیادہ کنبے قرابت والا ہو اور نہ وہ جو سب سے اعلیٰ حسب ونسب والا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے وہ ظاہری وباطنی طور پر اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نہ کرنے والوں کو بخوبی جانتا ہے' دونوں کو ان کے استحقاق کے مطابق بدلہ عطا فرمائے گا (۲)۔

(۲۷) تقویٰ کے ذریعہ ہر دشواری' پریشانی اور مصیبت سے نجات اور سبیل حاصل ہوتی ہے نیز اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ متقی کو ایسے راستے سے روزی عطا فرماتا ہے جس کا اسے وہم وگمان اور تصور بھی نہیں ہوتا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی الله فهو حسبه إن الله بالغ أمره قد جعل الله لکل شيء قدراً﴾(۳)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا' اللہ تعالیٰ

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۱۳۔

(۲) دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۷۴۵۔

(۳) سورۃ الطلاق: ۲، ۳۔

اپنا کام پورا کر کے ہی رہے گا' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(۲۸) معاملات میں آسانی: تقویٰ کے ذریعہ معاملات میں آسانی حاصل ہوتی ہے:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يتق الله يجعل له من أمره يسرا﴾ (۱)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کر دے گا۔

چنانچہ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے سارے معاملات آسان کر دے گا اور اس کی ہر دشواری کو سہل بنا دے گا۔

(۲۹) گناہوں کی معافی اور اجر وثواب: تقویٰ سے متقی کے گناہ معاف اور اجر وثواب دوبالا ہوتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم له أجـــراً﴾ (۲)۔

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولـو أن أهـل الـكتـاب آمـنـوا واتـقـوا لكفرنا عنهم سيئاتهم ولأدخلناهم جنات النعيم﴾ (۳)۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرما دیتے اور ضرور انہیں راحت وآرام کی جنتوں میں لے جاتے۔

(۳۰) تقویٰ متقیوں کو ہدایت یابی اور نصیحت مندی عطا کرتا ہے: کیونکہ اللہ کی آیتوں سے وہی لوگ استفادہ کرتے ہیں' چنانچہ یہ آیتیں انہیں ہدایت کی راہ دکھاتی ہیں' انہیں نصیحت کرتی ہیں اور انہیں ضلالت کی راہ سے روکتی ہیں، ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ الطلاق: ۴۔

(۲) سورۃ الطلاق: ۵۔

(۳) سورۃ المائدہ: ۶۵۔

﴿هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين﴾(۱)۔

عام لوگوں کے لئے تو یہ (قرآن) بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ونصیحت ہے۔

اور فرمان باری تعالیٰ: ﴿هـذا بيـان لـلناس..﴾ یعنی اس قرآن کو اللہ نے سارے لوگوں کے لئے عمومی طور پر بیان' اور متقیوں کے لئے خصوصی طور پر ہدایت ونصیحت کا ذریعہ بنایا ہے، یہ حسن اور قتادہ رحمہا اللہ کا قول ہے(۲)' اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی بات جزم کے ساتھ کہی ہے(۳)، اور کہا گیا ہے کہ ﴿هذا﴾ سے (درج ذیل) پچھلی آیت کی طرف اشارہ ہے:

﴿قـد خـلـت مـن قبـلـكـم سـنـن فسيـروا فـي الأرض فـانظروا كيف كـان عـاقبة المكذبين﴾(۴)۔

تم سے پہلے بھی اس طرح کے واقعات گزر چکے ہیں' سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ (آسمانی تعلیم کے) جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ دونوں معانی حق اور درست ہیں''(۵)۔

میں عرش عظیم کے رب اللہ عظیم و برتر سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مومنوں کو ان تمام ثمرات سے سرفراز مند متقی بندوں میں شامل فرمائے' کہ وہ ہر چیز پر قادر اور قبولیت کا مستحق ہے۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۳۸۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للطبری ۷/۲۳۲۔

(۳) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم، ۱/۳۸۶۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۱۳۷، امام ابن جریر نے یہی قول اختیار کیا ہے، دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ۷/۲۳۲۔

(۵) تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، للسعدی، ص ۱۱۷۔

دوسرا مطلب: گناہوں کی تاریکیاں

پہلا مسلک: گناہوں کا مفہوم اور ان کے نام:

اولاً: گناہوں کا مفہوم:

معاصی (گناہوں) کی لغوی تعریف:

عصیان (معصیت) اطاعت کی ضد ہے' کہا جاتا ہے: "عصى العبد ربه" جب بندہ اللہ کے حکم کی مخالفت کرے' اور کہا جاتا ہے: "عصى فلان أميره، يعصيه عصياً وعصياناً ومعصيةً" جب کوئی شخص اپنے امیر کی اطاعت نہ کرے' چنانچہ وہ (عاصی) گناہ گار قرار پائے گا(۱)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وكره إليكم الكفر والفسوق والعصيان﴾(۲)۔

اور اللہ عزوجل نے تمہارے نزدیک کفر' فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنادیا ہے۔

امام جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عصیان تابعداری ترک کردینے کا نام ہے(۳)۔

معاصی (گناہوں) کی اصطلاحی تعریف:

شرعی اصطلاح میں معاصی' حکم کردہ امور کو چھوڑ دینے اور منع کردہ امور کو انجام دینے کا نام ہے۔

معلوم ہوا کہ معاصی اللہ یا اس کے رسول ﷺ کے حکم کردہ ظاہر و پوشیدہ اقوال' اعمال اور مقاصد کے ترک کرنے اور اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی منع کردہ ظاہر و پوشیدہ اقوال' اعمال اور مقاصد کی انجام دہی کو کہتے ہیں(۴)۔

---

(۱) لسان العرب، لابن منظور، باب یاء، فصل عین، مادہ ''عصا''، ۱۵/ ۶۷۔

(۲) سورۃ الحجرات: ۷۔

(۳) التعریفات للجرجانی، ص ۱۹۵۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن القیم، ص ۲۲۱، المعاصی وأثرھا علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص ۳۰۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يعص الله و رسوله ويتعد حدوده يدخله ناراً خالداً فيها وله عذاب مهين﴾(۱)۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾(۲)۔

اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ومن يعص الله و رسوله فإن له نار جهنم خالدين فيها أبداً﴾(۳)۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ثانیاً: معاصی (گناہوں) کے نام:

معصیت کے معنیٰ میں بہت سارے الفاظ وارد ہوئے ہیں' چند الفاظ درج ذیل ہیں:

۱- فسق وعصیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وكره إليكم الكفر والفسوق والعصيان أولئک هم الراشدون﴾(۴)۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۔

(۲) سورۃ الاحزاب: ۳۶۔

(۳) سورۃ الجن: ۲۳۔

(۴) سورۃ الحجرات: ۷۔

اور اللہ عزوجل نے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسند بنا دیا ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲- حوب:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿و آتوا الیتامیٰ أموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب ولا تأكلوا أموالهم إلى أموالكم إنه كان حوباً كبيراً﴾(۱)۔

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر نہ کھاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۳- ذنب: اللہ عزوجل نے قوم لوط، مدین، عاد، ثمود، قارون، فرعون اور ہامان کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿فكلاً أخذنا بذنبه فمنهم من أرسلنا عليه حاصباً ومنهم من أخذته الصيحة ومنهم من خسفنا به الأرض ومنهم من أغرقنا وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾(۲)۔

تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی پاداش میں گرفتار کر لیا، ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کی بارش برسا دی اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبا دیا، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۴- خطیئہ:

برادران یوسف علیہ السلام کے قول کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قالوا يا أبانا استغفر لنا ذنوبنا إنا كنا خاطئين﴾(۳)۔

انھوں نے کہا اے ابا جان! آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصوروار ہیں۔

---

(۱) سورۃ النساء:۲۔

(۲) سورۃ العنکبوت:۴۰۔

(۳) سورۃ یوسف:۹۷۔

۵- سیئہ:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الحسنات يذهبن السيئات﴾(۱)۔

بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں۔

۶- اثم:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله مالم ينزل به سلطاناً وأن تقولوا على الله ما لاتعلمون﴾(۲)۔

آپ فرمائیے کہ بیشک میرے رب نے علانیہ و پوشیدہ فواحش، ہر گناہ کی بات، ناحق کسی پر ظلم کرنے اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم نہیں جانتے (ان تمام چیزوں کو) حرام قرار دیا ہے۔

۷- فساد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فساداً أن يقتلوا أويصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض ذلک لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم﴾(۳)۔

جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھادیئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلاوطن کردیا جائے، یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری، اور آخرت میں ان کے

---

(۱) سورۃ ھود: ۱۱۴۔

(۲) سورۃ الاعراف: ۳۳۔

(۳) سورۃ المائدۃ: ۳۳۔

لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔

۸- عتو:

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿**فلما عتوا عما نهوا عنه قلنا لهم كونوا قردة خاسئين**﴾(۱)۔

تو جب وہ، جس کام سے انہیں روکا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے انہیں کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

دوسرا مسلک: معاصی کے اسباب:

گناہوں کے سرزد ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، اور اس کی کثرت وقلت کے بھی اسباب ہیں، یہ اسباب دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم: ابتلاء وآزمائش: اس کی (حسب ذیل) کئی نوعیتیں ہیں:

(۱) بھلائی و برائی کے ذریعہ آزمائش: اللہ عز وجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿**ونبلوكم بالشر والخير فتنةً وإلينا ترجعون**﴾(۲)۔

ہم بطور ابتلاء وآزمائش تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤگے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آسانی و پریشانی، صحت و بیماری، مالداری ومحتاجی، حلال وحرام، اطاعت و معصیت اور ہدایت وگمراہی کے ذریعہ آزماتا ہے، خیر وبھلائی سے یوں آزماتا ہے کہ کیا بندہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے یا نہیں، اور شر وبرائی سے یوں آزماتا ہے کہ وہ اس کی تکلیف پر صبر کرتا ہے یا نہیں (۳)۔

(۲) مال واولاد کے ذریعہ آزمائش:

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ الاعراف: ۱۶۶۔

(۲) سورۃ الانبیاء: ۳۵۔

(۳) دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن، للطبری، ۱۸/۴۴۰۔

﴿إنما أموالكم و أولادكم فتنة والله عنده أجر عظيم﴾(۱)۔

تمہارے مال اوراولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں اوراللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

چنانچہ مال واولاد فتنہ یعنی اللہ کی جانب سے مخلوق کی ابتلاء وآزمائش کا سبب ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں اور گنہ گاروں کو جان لے(۲)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تم میں کوئی شخص ہرگز یہ دعا نہ کرے کہ ''اے اللہ میں فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں'' کیونکہ تم میں سے ہر شخص فتنہ میں مبتلا ہے' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إنما أموالكم و أولادكم فتنة﴾۔

تمہارے مال اوراولاد تو سراسر تمہاری آزمائش ہیں۔

بلکہ تم میں سے جو بھی پناہ مانگنا چاہے گمراہ کن فتنوں سے اللہ تعالی کی پناہ مانگے(۳)۔

(۳) کبھی کبھار فتنہ (سابقہ) فتنوں سے عام ہوتا ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وجعلنا بعضكم لبعض فتنةً أتصبرون وكان ربك بصيراً﴾(۴)۔

اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا' کیا تم صبر کروگے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

یہ اور انہی جیسے دیگر فتنے آزمائش میں کامیابی کے وقت نجات کا سبب ہوتے ہیں اور آزمائش میں ناکامی کے وقت گناہوں اور ہلاکت و بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔ ہم اللہ عزوجل سے توفیق' معافی اور دنیا وآخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

دوسری قسم: گناہوں میں مبتلا ہونے کے اسباب، چند اسباب حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ عزوجل پر ایمان ویقین کی کمزوری اور اس سے لاعلمی و جہالت کیونکہ اللہ کا مراقبہ نہ کرنا' اس سے نہ

---

(۱) سورۃ التغابن: ۱۵۔

(۲) دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم، لابن کثیر، ۴/۳۷۶۔

(۳) اغاثۃ اللھفان، لابن القیم، ۲/۱۶۰۔

(۴) سورۃ الفرقان: ۲۰۔

ڈرنا، اس سے محبت نہ کرنا، اس کی خشیت نہ اپنانا اور اس کی تعظیم نہ کرنا انسان کو اللہ کے وعدو وعید کے استخفاف (معمولی سمجھنے) کا عادی بنا دیتا ہے اور اللہ عزوجل سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں، ارشاد باری ہے:

﴿**يعلم خائنة الأعين وماتخفي الصدور**﴾(۱)۔

اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿**الذي يراک حين تقوم وتقلبک في الساجدين**﴾(۲)۔

جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی۔

۲- شبہات: امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فتنوں کی دو قسمیں ہیں: ایک شبہات کا فتنہ جو کہ دونوں میں سے عظیم تر ہے اور دوسرے شہوات (خواہشات) کا فتنہ، کبھی بندے میں دونوں فتنے اکٹھا ہو جاتے ہیں اور کبھی ایک''(۳)۔

چنانچہ شبہات کا فتنہ بصیرت کی کمزوری، علم کی کمی، نیت کی خرابی، خواہش نفس کا حصول اور فاسد سمجھ سے وجود پاتا ہے اور کبھی جھوٹی خبر سے، کبھی ثابت شدہ حق سے لاعلمی کی بنا پر اور کبھی فاسد غرض اور خواہش نفس کی اتباع سے، الغرض شبہات کا فتنہ بصیرت کے اندھے پن اور ارادہ کی خرابی کے سبب ہوتا ہے(۴)۔

۳- شہوات (خواہشات نفس): اللہ تعالیٰ نے شبہات اور خواہشات نفس کو درج ذیل آیت کریمہ میں اکٹھا بیان فرمایا ہے:

﴿**كالذين من قبلكم كانوا أشد منكم قوة وأكثر أموالاً وأولاداً فاستمتعوا بخلاقهم فاستمتعتم بخلاقكم كما استمتع الذين من قبلكم بخلاقهم وخضتم كالذي خاضوا**﴾(۵)۔

---

(۱) سورۃ غافر (المومن): ۱۹۔

(۲) سورۃ الشعراء: ۲۱۸، ۲۱۹۔

(۳) اغاثۃ اللھفان مصاید الشیطان، ۲/ ۱۶۵۔

(۴) دیکھئے: اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان، لابن القیم، ۲/ ۱۶۶۔

(۵) سورۃ التوبہ: ۶۹۔

ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ قوت والے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے تو انھوں نے اپنے دنیوی نصیبہ سے فائدہ اٹھالیا تو تم نے بھی اپنے حصہ سے فائدہ اٹھالیا جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے لطف اندوز ہوئے تھے اور تم بھی اسی طرح دنیا میں مست و مگن رہے جس طرح وہ مست رہے تھے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''یعنی انھوں نے دنیا اور دنیا کی رنگینیوں سے اپنے حصہ کا لطف اٹھالیا، اور ﴿خلاق﴾ کے معنیٰ مقدر کردہ نصیبہ کے ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وخضتم كالذي خاضوا﴾ یعنی تم اسی طرح دنیا میں مست و مگن رہے جس طرح وہ مست رہے تھے، یہ باطل یعنی شبہات میں پڑنا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا جن سے دلوں اور دینوں کی بربادی ہوتی ہے، یعنی دنیوی ساز وسامان میں مست و مگن رہنا اور باطل میں پڑنا، کیونکہ دین کی خرابی یا تو باطل اعتقاد اور اس کے پرچار کرنے یا صحیح علم کے خلاف عمل کرنے سے ہوتی ہے، پہلی چیز بدعت اور اس کے متعلقات ہیں اور دوسری چیز اعمال کی خرابی، چنانچہ پہلی خرابی شبہات کی جانب سے جبکہ دوسری خرابی خواہشات نفس کی جانب سے ہوتی ہے (۱)۔

شبہات کے فتنہ کو یقین سے اور خواہشات نفس کے فتنہ کو صبر کے ذریعہ دفع کیا جاتا ہے، اسی لئے اللہ عزوجل نے دین کی امامت صبر و یقین پر موقوف قرار دیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وجعلنا منهم أئمة يهدون بأمرنا لما صبروا وكانوا بآياتنا يوقنون﴾ (۲)۔

اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ صبر و یقین سے دین میں امامت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ عقل و صبر کے کمال سے شہوت کے فتنہ کا اور بصیرت و یقین کے کمال سے شبہات کے فتنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے (۳)۔

---

(۱) اغاثۃ اللھفان، لابن القیم، ۲/۱۶۶۔

(۲) سورۃ السجدہ: ۲۴۔

(۳) اغاثۃ اللھفان، لابن القیم، ۲/۱۶۷۔

اوراس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ خواہشات حلال اور جائز ہوتے ہیں اور کچھ حرام' حلال خواہشات وہ ہیں جنھیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حلال قرار دیا ہے اورحرام خواہشات وہ ہیں جنھیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

۴- شیطان گناہوں میں واقع ہونے کا سب سے عظیم سبب ہے' کیونکہ وہ انسان کا بدترین دشمن ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدواً إنما يدعو حزبه ليكونوا من أصحاب السعير﴾(۱)۔

یادرکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے' تم اسے دشمن ہی جانو' وہ اپنے گروہ کو محض اسی لئے بلاتا ہے کہ وہ جہنمی ہوجائیں۔

شیاطین دوقسم کے ہوتے ہیں: انسانوں کے شیاطین اورجنوں کے شیاطین، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وكذلك جعلنا لكل نبي عدواً شياطين الإنس والجن يوحي بعضهم إلى بعض زخرف القول غروراً﴾(۲)۔

اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ انسان اور کچھ جن' جن میں سے بعض بعض کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

انسانوں کے شیاطین سے بچنے کا راستہ ان کے ساتھ حسن سلوک' اچھی طرح سے دفع اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا ہے۔

رہے جناتوں کے شیاطین توان سے بچنے کا راستہ ان سے اللہ کی پناہ مانگنا ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإما ينزغنك من الشيطان نزغ فاستعذ بالله إنه هو السميع العليم﴾(۳)۔

اوراگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو' یقیناً وہ بہت ہی سننے والا جاننے

(۱) سورۃ فاطر:۶۔

(۲) سورۃ الانعام:۱۱۲۔

(۳) سورۃ حم السجدہ:۳۶۔

والا ہے۔

اور شیطان انسان کو سات گھاٹیوں میں سے کسی ایک گھاٹی میں گرفتار کرنا چاہتا ہے' یہ گھاٹیاں بعض بعض سے زیادہ دشوار گزار ہیں' شیطان دشوار ترین گھاٹی سے کمتر کی طرف اسی صورت میں تنازل کرتا ہے جب انسان کو اس (دشوار ترین) گھاٹی میں گرفتار کرنے میں ناکام ہوتا ہے:

پہلی گھاٹی: اللہ عزوجل' اس کے دین' اس کی ملاقات' اس کے اوصاف کمال اور اس کی بابت اس کے رسولوں کی دی ہوئی خبروں کے ساتھ کفر وشرک کی گھاٹی: کیونکہ اگر وہ اس گھاٹی میں انسان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی عداوت کی آگ سرد پڑ جاتی ہے اور وہ مطمئن ہو جاتا ہے' اور اگر بندہ اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو وہ دوسری گھاٹی میں اس کے درپے ہوتا ہے۔

دوسری گھاٹی: بدعت کی گھاٹی: خواہ وہ اس حق کے خلاف عقیدہ رکھنا ہو جسے دے کر اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے یا دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات جن میں سے اللہ کچھ بھی قبول نہیں کر سکتا' کے ذریعہ اللہ کی بندگی کرنا ہو جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو اس گھاٹی سے بچ نکلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے تو شیطان اسے تیسری گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

تیسری گھاٹی: کبیرہ گناہوں کی گھاٹی: اگر شیطان کا اس گھاٹی میں انسان پر بس چلتا ہے تو وہ اس گھاٹی کو اس کے لئے مزین وآراستہ کر کے اور اس کی نگاہ میں سنوار کر پیش کرتا ہے' اگر بندہ اس گھاٹی کو بھی اللہ کی توفیق سے طے کر لیتا ہے تو وہ اسے چوتھی گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

چوتھی گھاٹی: صغیرہ گناہوں کی گھاٹی: کہ شیطان انسان کے لئے بڑے عظیم آلات پیمائش سے صغیرہ گناہوں کو تولتا ہے اور مسلسل ان کے معاملہ کو اس پر آسان اور کمتر بناتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کا عادی ہو جاتا ہے' نتیجہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ خوف وندامت کرنے والا کبیرہ گناہوں کا مرتکب بھی اس سے بہتر ہوتا ہے' کیونکہ مسلسل صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بدتر ہے' توبہ واستغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا (اسی طرح) اصرار (ہمیشگی) سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا، اگر انسان اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو شیطان اسے پانچویں گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

پانچویں گھاٹی: مباح اور جائز امور کی گھاٹی جن میں کوئی حرج نہیں: کہ شیطان ان میں مشغول کر کے کثرت

سے نیکیاں اکٹھا کرنے اور آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے کی کوشش سے روکتا ہے پھر اسے ڈھیل دے کر سنتوں کے چھوڑنے اور پھر رفتہ رفتہ فرائض و واجبات کے ترک کرنے تک لے جاتا ہے' اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم اس سے عظیم فوائد و منافع تو فوت ہوتے ہی ہیں، اگر انسان مکمل بصیرت' نور ہدایت اور نیکیوں کی قدر و قیمت کی معرفت کے ذریعہ اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو شیطان اسے چھٹی گھاٹی میں تلاش کرتا ہے۔

چھٹی گھاٹی: غیر افضل اور معمولی نیکیوں والے اعمال کی گھاٹی: چنانچہ شیطان اسے ان چیزوں کا حکم دیتا ہے اور اس کی نگاہ میں انہیں مزین و آراستہ کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ انہیں افضل اور زیادہ نیکیوں والے اعمال سے غافل کردے، چنانچہ وہ اسے مفضول و مرجوح عمل میں پھنسا کر افضل و راجح عمل سے غافل کر دیتا ہے۔ اگر بندہ اعمال' اللہ کے نزدیک ان کے مراتب اور فضیلت و اہمیت میں ان کے مقام کی معرفت کے ذریعہ اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو اسے تلاش کرنے کے لئے ایک گھاٹی کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا' جس کے بغیر چارۂ کار نہیں اور وہ ساتویں گھاٹی ہے۔

ساتویں گھاٹی: بندے کے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے ہاتھ' زبان اور دل سے مختلف قسم کی تکلیفوں اور اذیتوں کے لئے اپنے لشکر کو اس بندہ پر مسلط کر دیتا ہے، چنانچہ جس قدر بندے کا مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے اسی قدر دشمن اپنے سواروں اور پا پیادوں کو اس کے پیچھے دوڑاتا ہے اور اپنے لشکر سے اس پر غالب ہونے کی کوشش کرتا ہے' اور مختلف انداز سے اپنے گروہ اور افراد کو اس پر مسلط کرتا ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے جس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ بندہ جس قدر اللہ کی طرف دعوت و استقامت میں کوشش اور جد و جہد کرے گا دشمن بھی اپنے چیلوں سے اسے ورغلانے کی کوشش کرے گا، اللہ ہی مددگار اور اسی پر بھروسہ ہے(۱)۔

تیسرا مسلک: گناہوں کے راستے:

☆ **اول:** نفس امارہ (برائی پر آمادہ کرنے والی نفس)' شیطان' اس کے حواری اور اس کے لشکری نفس امارہ میں اس کی چاہتوں' پسندیدہ چیزوں اور خواہشات کے راستوں سے داخل ہوتے ہیں' اور جب نفس امارہ شیطان اور اس کے لشکریوں کے ساتھ ہو جاتی ہے تو وہ دل کو خراب کرنے کی غرض سے اس میں داخل ہونے

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین، لابن القیم، ۱/۲۲۲ تا ۲۲۶۔

کے درج ذیل چھ راستوں پر قابض ہو جاتے ہیں:

۱- آنکھ کا راستہ: گناہ اس کی نظر کو آوارہ بنا دیتے ہیں نہ کہ عبرت و نصیحت کی۔

۲- کان کا راستہ: جس سے وہ باطل چیزیں داخل کرتے اور حق داخل ہونے سے روکتے ہیں۔

۳- زبان کا راستہ: چنانچہ وہ اس پر ایسی بات لاتے ہیں جو نقصان دہ ہو نفع بخش نہ ہو، اور اس سے نفع بخش باتیں روکتے ہیں۔

۴- منہ کا راستہ: چنانچہ وہ اس راستے سے پیٹ میں قسم قسم کی حرام چیزیں داخل کرتے ہیں۔

۵- ہاتھ کا راستہ: چنانچہ وہ اسے باطل چیز کو لینے اور حق سے رکنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۶- پیر کا راستہ: چنانچہ اسے باطل کی طرف چلنے پر آمادہ کرتے ہیں (۱)۔

شیطان کی اپنے لشکریوں سے گفتگو اور ان (مذکورہ چھ) راستوں پر قبضہ کرنے کی ترغیب کو بیان کرتے ہوئے امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (شیطان کہتا ہے) ''ان راستوں کی پوری نگہداشت کرو (کیونکہ) جب تم ان راہوں سے دل تک پہنچ جاؤ گے تو دل مقتول قیدی یا زخموں سے لہولہان ہو جائے گا'' (۲)۔

☆ دوم: شیطان کے وہ دروازے جن سے وہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرتا ہے، تین ہیں:

۱- شبہہ کا دروازہ جو اللہ کے دین میں شک پیدا کرے۔

۲- شہوت کا دروازہ جو خواہشات نفس کو اللہ کی اطاعت و رضا پر ترجیح دینے کا سبب ہو۔

۳- اللہ کے غضب کا دروازہ جو اللہ کی مخلوق پر ظلم و سرکشی کا سبب ہو (۳)۔

☆ سوم: شیطان کے انسان تک پہنچنے کے راستے تین جانب سے ہیں:

پہلا جانب: اسراف و فضول خرچی:

چنانچہ انسان ضرورت سے زیادہ خرچ کرتا ہے جو بلا ضرورت ہوتا ہے، اور یہی شیطان کا حصہ اور دل تک پہنچنے کا راستہ ہے، اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ نفس کو دل کی پوری مطلوبہ غذا، یا نیند، یا لذت، یا آرام نہ دیا جائے، چنانچہ

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۸۰ تا ۱۸۹۔

(۲) حوالہ سابق، ص ۱۸۱۔

(۳) دیکھئے: الفوائد، لابن القیم، ص ۱۰۵۔

جب یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا تو اس سے دشمن کے داخل ہونے سے امن وسکون حاصل ہو جائے گا۔

دوسرا جانب: غفلت:

کیونکہ بیدار مغز شخص یاد کے محفوظ قلعہ میں ہوتا ہے، جیسے ہی وہ غافل ہوتا ہے قلعہ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان اس میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس کا اس سے نکالنا بڑا مشکل یا دشوار ہوتا ہے۔

تیسرا جانب: کسی بھی قسم کی فضول چیز میں پڑنا(۱)۔

☆ **چہارم:** وہ راستے جن کی بندے نے حفاظت کر لی تو ہلاکتوں سے نجات پالے گا، اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

جس نے ان چار چیزوں کی حفاظت کی اس نے اپنا دین بچالیا:

نگاہیں، دل کی دھڑکنیں، گفتگو اور قدم (۲)۔

عام طور پر بندہ انہی چار دروازوں سے گناہوں میں ملوث ہوتا ہے:

(۱) نگاہ: نگاہیں شہوت کی قائد اور پیغامبر ہیں، ان کی حفاظت دراصل شرمگاہ کی حفاظت ہے، اور جس نے اپنی نگاہ کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں میں آزار چھوڑ دیا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کے دہانہ پر ڈال دیا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم إن الله خبير بما يصنعون، وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن﴾ (۳)۔

مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نگاہ ان تمام حوادث کی اصل اور بنیاد ہے جن سے انسان دوچار ہوتا ہے،

---

(۱) الفوائد، لابن القیم، ص ۳۳۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص ۲۶۶۔

(۳) سورۃ النور: ۳۰، ۳۱۔

شاعر کہتا ہے:

كل الحوادث مبدأها من النظر ومعظم النار من مستصغر الشرر

كم نظرة بلغت من قلب صاحبها كمبلغ السهم بين القوس والوتر

والعبد مادام ذا طرف يقلبه في أعين الغير موقوف على الخطر

يسر مقلته ما ضر مهجته لا مرحباً بسرور عاد بالضرر(۱)

تمام حادثات کی ابتدا نگاہ سے ہوا کرتی ہے اور اکثر وبیشتر آگ معمولی چنگاریوں ہی سے لگتی ہے، بہت سی نگاہیں نگاہ باز کے دل میں اس حد تک اثر انداز ہو جاتی ہیں جہاں تک قوس اور دھاگے کے درمیان سے تیر جا پہنچتا ہے، اور بندہ جب تک غیروں سے نگاہیں چار کرتا رہتا ہے خطرہ کی آغوش میں ہوتا ہے، وہ اپنی آنکھ کو لذت پہنچاتا ہے لیکن اس کے خون دل (روح) کو نقصان پہنچتا ہے، ایسی خوشی نامبارک ہو جس کا انجامِ کار نقصان اور خسارہ ہو۔

(۲) دل کی دھڑکن: دل کی دھڑکنوں کا معاملہ بہت سنگین ہے' کیونکہ یہ دھڑکنیں خیر وشر کی بنیاد ہیں' انہی سے ارادے' سوچ اور عزائم پیدا ہوتے ہیں' جو شخص اپنی دھڑکنوں کی نگرانی کرتا ہے وہ اپنے نفس کی نکیل کا مالک ہوتا ہے اور اپنی خواہش نفس پر غلبہ پالیتا ہے اور جو دھڑکنوں کو معمولی سمجھتا ہے تو دھڑکنیں اسے تباہیوں میں ڈال دیتی ہیں۔

محمود دھڑکنوں کی کئی قسمیں ہیں جن کا دارومدار مندرجہ ذیل چار اصولوں پر ہے:

۱- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے دنیوی منافع حاصل کرتا ہے۔

۲- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے دنیوی نقصانات دور کرتا ہے۔

۳- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے اخروی مصالح (فوائد) حاصل کرتا ہے۔

۴- وہ دھڑکنیں جن سے بندہ اپنے اخروی نقصانات دور کرتا ہے۔

بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی تمام تر دھڑکنیں' سوچ اور چاہتیں انہی چار قسموں میں محدود رکھے (۲)۔

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص ۲۶۸۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص ۲۶۹ تا ۲۷۶۔

(۳) الفاظ (گفتگو): الفاظ کی حفاظت یہ ہے کہ کوئی لفظ بیکار نہ نکلنے پائے' بندہ وہی بات بولے جس سے اسے فائدہ اور دین میں خیر کی امید ہو' چنانچہ جب کوئی بات کہنا چاہے تو پہلے غور کر لے کہ اس میں کوئی فائدہ ہے کہ نہیں؟ اگر اس میں فائدہ نہ ہو تو اس سے باز رہے' اور اگر اس میں فائدہ ہو تو دیکھے کہ کیا اس کے نتیجہ میں کوئی اس سے زیادہ فائدہ مند بات تو فوت نہیں ہوتی' (اگر ایسا ہو تو) اسے اس کے بدلے ضائع نہ کرے' اور اگر آپ دل کی باتوں کا پتہ لگانا چاہیں تو زبان کی حرکت سے پتہ لگائیں کیونکہ زبان آپ کو دل کی باتوں کا پتہ دے گی خواہ جس کے دل کا آپ پتہ لگانا چاہتے ہیں وہ چاہے یا نہ چاہے' اسی لئے یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سینوں میں دل کی مثال جوش مارتی ہوئی ہانڈیوں کی طرح ہے' زبانیں ان کی کفگیر ہیں' لہٰذا آدمی کے بولنے تک انتظار کرو کیونکہ زبان تمہیں اس کے دل میں جو کچھ میٹھا' کھٹا' تلخ و شیریں ہوگا نکال کر دے دے گی' اس کے زبان کی کفگیر تمہیں اس کے دل کے مزاج کی خبر دے گی'' (۱)۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ اپنی زبان سے ہانڈیوں کے کھانے کا مزہ چکھتے ہیں اور آپ کو اس کی حقیقت کا علم ہوتا ہے اسی طرح آپ آدمی کی زبان سے اس کے دل کا حال معلوم کر سکتے ہیں' چنانچہ جس طرح آپ اپنی زبان سے برتن کا مزہ چکھتے ہیں اسی طرح آدمی کی زبان سے اس کے دل کا مزہ چکھ سکتے ہیں (۲)۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے' کیونکہ سب سے زیادہ جو چیز انسان کو جہنم میں داخل کرتی ہے وہ منہ اور شرمگاہ ہے' اور زبان لوگوں کو ان کی ناک کے بل جہنم میں ڈھکیل دیتی ہے' بسا اوقات آدمی کوئی بات کہتا ہے جس کی پروا نہیں کرتا لیکن وہ اسے مشرق و مغرب سے بھی دور جہنم میں ڈھکیل دیتی ہے' یا اس کے سبب وہ ستر برسوں کے لئے جہنم رسید ہو جاتا ہے' یا اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بھیانک انجام کا اسے احساس و گمان بھی نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے نتیجہ میں قیامت تک کے لئے اس سے اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والا شخص یا تو بھلی بات کہتا ہے یا خاموش رہتا ہے' اور جب اس کا اسلام سنور جاتا ہے تو وہ ضرورت ہی کی بات کہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسلمان پر سب سے زیادہ زبان ہی کا خوف

(۱) حلیۃ الأولیاء، لابی نعیم، ۶۳/۱۰، نیز دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم، ص ۲۷۶۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۲۷۶۔

کھاتے تھے' اور بنی آدم کی کوئی بھی بات اس کے حق میں نہیں ہوتی ہے سوائے بھلائی کا حکم دینے یا برائی سے روکنے یا اللہ کے یاد کرنے کے۔

گفتگو تمہاری اسیر (قیدی) ہوتی ہے' اور جب تمہارے منہ سے نکل جاتی ہے تو تم اس کے اسیر ہو جاتے ہو' اور کسی کی کوئی بات بھی اللہ عزوجل سے مخفی و پوشیدہ نہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ما يلفظ من قول إلا لديه رقيب عتيد﴾ (۱)۔

(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا کہ اس کے پاس ایک نگراں حاضر ہوتا ہے۔

زبان میں دو بڑی آفتیں ہیں' اگر انسان ان میں ایک سے چھٹکارا پالیتا ہے تو دوسرے سے نہیں پاتا: ایک بولنے کی آفت اور دوسری خاموش رہنے کی' چنانچہ باطل بات کہنے والا شیطان' اللہ کا نافرمان ہوتا ہے اور حق بات سے خاموش رہنے والا اللہ کا نافرمان گونگا' اور اگر اپنی ذات پر نہ ڈرے تو ریاکار' بے غیرت شیطان ہے، البتہ اعتدال پسند اہل حق اپنی زبانوں کو باطل سے روکتے اور اپنے حق میں نفع بخش اور سود مند چیزوں میں استعمال کرتے ہیں۔ بندہ قیامت کے روز پہاڑوں کے مثل نیکیاں لے کر آئے گا لیکن اس کی زبان ان نیکیوں کو ملیامیٹ کر دے گی اور پہاڑوں کے برابر برائیاں لے کر آئے گا لیکن اس کی زبان اللہ کے ذکر اور اس سے متعلقہ امور کی انجام دہی کے سبب ان تمام برائیوں کو مٹا دے گی (۲)۔

(۴) قدم (چلنا پھرنا): قدموں کی حفاظت یہ ہے کہ بندہ اپنے قدم کو انہی چیزوں میں حرکت دے جس میں ثواب کی امید ہو، چنانچہ اگر اس کے قدم میں ثواب کا اضافہ نہ ہو تو اسے روکے رکھنا ہی اس کے لئے بہتر ہے' اور اس کے لئے ممکن ہے کہ اللہ کے تقرب کی نیت سے اپنے قدم سے ہر جائز و مباح چیز سے بھی نکل جائے تاکہ نیک نیتی کے سبب اس کے سارے قدم اللہ کی قربت ہی میں واقع ہوں (۳)۔

اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو ان کی باتوں اور قدموں میں استقامت کے وصف سے متصف فرمایا ہے، ارشاد ہے:

---

(۱) سورۃ ق: ۱۸۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص ۲۷۶ تا ۲۸۱۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی ص ۲۸۲۔

﴿وعباد الرحمن الذين يمشون على الأرض هوناً وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً﴾(۱)۔

رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نگاہوں اور دل کی دھڑکنوں کو بھی یکجا ذکر فرمایا ہے' ارشاد ہے:

﴿يعلم خائنة الأعين وما تخفي الصدور﴾(۲)۔

(اللہ) خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

چوتھا مسلک: گناہوں کے اصول:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام گناہوں کے اصل محرکات تین ہیں:

۱- تکبر: جس نے ابلیس لعین کو جس نتیجہ تک پہنچانا تھا پہنچا دیا۔

۲- لالچ: جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا۔

۳- حسد: جس نے آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں میں سے ایک کو دوسرے کے خلاف (قتل پر) جرأتمند بنا دیا۔

چنانچہ جو ان تین چیزوں سے محفوظ رہا وہ تمام برائیوں سے محفوظ ہو گیا' کیونکہ کفر تکبر کے سبب' گناہ لالچ کے سبب اور ظلم وزیادتی حسد کے سبب انجام پاتی ہے(۳)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ کبیرہ وصغیرہ تمام گناہوں کی اصل تین چیزیں ہیں:

۱- دل کا اللہ کے علاوہ سے لگے رہنا اور وہ شرک ہے' چنانچہ غیر اللہ سے تعلق کی غایت (انتہاء) شرک اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارنا ہے۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ٦٣۔

(۲) سورۃ المومن: ۱۹۔

(۳) الفوائد، لابن القیم، ص ۱۰۵۔

۲-غضبی قوت کی پیروی' اور وہ ظلم ہے' اور اس کا انجام قتل وخونریزی ہے۔

۳-شہوانی قوت کی پیروی' یہ فواحش و بے حیائی کے کام ہیں اور اس کا انجام کار زنا و بدکاری ہے۔

اللہ عزوجل نے ان تینوں اصول کو اپنے درج ذیل فرمان میں ذکر فرمایا ہے:

﴿والذين لا يدعون مع الله إلٰهاً آخرو لايقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولايزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاماً يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهاناً﴾(۱)۔

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو بجز حق کے قتل نہیں کرتے' نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں' اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیش ہمیش اسی میں رہے گا۔

نیز یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے کے ارتکاب پر آمادہ کرتی ہیں، چنانچہ شرک ظلم و بے حیائی کی دعوت دیتا ہے جس طرح اخلاص و توحید مخلص اور توحید پرست سے ظلم و بے حیائی دور کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء إنه من عبادنا المخلصين﴾(۲)۔

اسی طرح تاکہ ہم اس سے برائی و بے حیائی دور کر دیں' بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔

﴿سوء﴾ سے مراد عشق اور ﴿فحشاء﴾ سے مراد زناکاری ہے۔

اسی طرح ظلم شرک وفحش کاری کی دعوت دیتا ہے' کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے جس طرح توحید سب سے بڑا عدل وانصاف ہے۔

عدل توحید کا ساتھی اور ظلم شرک کا ساتھی ہے' اور فحاشی بھی شرک وظلم پر آمادہ کرتی ہے، چنانچہ یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے پر آمادہ کرتی ہیں اور ایک دوسرے کا حکم دیتی ہیں(۳)۔

---

(۱) سورۃ الفرقان:۶۸،۶۹۔

(۲) سورۃ یوسف:۲۴۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی،ص۱۵۴۔

نیز امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ کفر کے چار ارکان ہیں:

۱-تکبر ۲-حسد ۳-غضب ۴-شہوت

چنانچہ تکبر بندے کو تابعداری سے، حسد نصیحت کرنے اور نصیحت کی قبولیت سے، غضب عدل سے اور شہوت عبادت کے لئے فرصت اور فارغ البالی سے روکتے ہیں، تکبر کا رکن (ستون) منہدم ہونے سے تابعداری، حسد کا رکن منہدم ہونے سے نصیحت اور نصیحت کی قبولیت، غضب کا رکن منہدم ہونے سے عدل وانکساری اور شہوت کا رکن منہدم ہونے سے صبر، عفت و پاکدامنی اور عبادت بندہ پر آسان اور سہل ہوجاتے ہیں۔

جو لوگ ان چیزوں میں ملوث ہوں ان کے لئے پہاڑوں کا ٹل جانا ان اوصاف کے زوال سے آسان ہے، خاص طور پر اگر یہ چیزیں ان میں راسخ اور پیوست ہوچکی ہوں اور ان کا ملکہ اور لازمی وصف بن چکی ہوں، تب تو اس کے ساتھ کوئی عمل ہرگز کارگر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کے نفس کا تزکیہ ہوسکتا ہے، جب بھی وہ عمل میں جد وجہد کرے گا یہ چاروں چیزیں اس کے اس عمل کو برباد کردیں گی، اور اگر یہ چاروں چیزیں دل میں راسخ و پیوست ہوجائیں گی تو اسے باطل حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں، نیکی برائی کی صورت میں اور برائی نیکی کی صورت میں دکھائیں گی نیز دنیا اس سے قریب اور آخرت اس سے دور ہوجائے گی (۱)۔

پانچواں مسلک: گناہوں کی قسمیں:

گناہوں کی درج ذیل چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ملکی گناہ: یعنی انسان ربوبیت کے اوصاف اپنائے (جو اس کے شایان شان نہیں) جیسے عظمت، کبریائی، قہاریت، بلندی اور مخلوق کی بندگی کی طلب وغیرہ۔

دوسری قسم: شیطانی گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان شیطان کے مشابہ ہوتا ہے۔ چنانچہ شیطان کی مشابہت حسد، ظلم، خیانت، بغض وکینہ، دھوکہ، مکر وفریب، اللہ کی نافرمانیوں کا حکم اور اس کی تزئین و آرائش، اللہ کی اطاعت سے روکنے اور اسے معمولی اور کمتر دکھانے، دین میں بدعت کی ایجاد اور بدعات و ضلالت کی دعوت دینے وغیرہ میں ہوتی ہے، یہ قسم فساد وخرابی میں پہلی قسم کے ہم پلہ ہے گرچہ اس کا نقصان

---

(۱) دیکھئے: الفوائد، لابن القیم، ص۲۱۸۔

پہلی قسم سے کم تر ہے۔

تیسری قسم: وحشیانہ گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان وحشی درندوں کے مشابہ ہوتا ہے' یہ ظلم و سرکشی' غضب' خونریزی اور کمزوروں اور عاجزوں پر قبضہ جمانے کے گناہ ہیں۔

اس قسم سے نوع انسانی کی اذیت کی مختلف صورتیں اور ظلم وسرکشی پر جرأت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی قسم: حیوانی گناہ: یعنی وہ گناہ جن کے ارتکاب میں انسان حیوان چوپایوں کے مشابہ ہوتا ہے' جیسے شدید لالچ اور شکم اور شرمگاہ کی چاہتوں کی تکمیل کی ہوس، اور اس سے زنا کاری' چوری' یتیموں کا مال کھانا' بخیلی' (حد درجہ کی) کنجوسی' بزدلی' خوف اور گھبراہٹ وغیرہ پیدا ہوتی ہے، مخلوق کی اکثریت گناہوں کی اسی قسم میں ملوث ہے، گناہوں کی اس قسم کے ذریعہ لوگ بقیہ قسموں میں داخل ہوتے ہیں، چنانچہ یہ قسم لوگوں کی نکیل پکڑ کر دوسرے گناہوں تک لے جاتی ہے(۱)۔

چھٹا مسلک: گناہوں کے انواع:

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں: کبائر (بڑے گناہ) اور صغائر (چھوٹے گناہ)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قرآن وسنت' صحابۂ کرام اور ان کے بعد تابعین اور ائمہ کا اجماع اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں: کبائر اور صغائر (۲)۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إن تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم وندخلكم مدخلاً كريماً﴾ (۳)۔

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے اور عزت و بزرگی کی جگہ داخل کریں گے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص۲۲۲، ۲۲۳۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، ص۲۲۳۔

(۲) سورۃ النساء: ۳۱۔

﴿الــذين يجتنبون كبائر الإثم والفواحش إلا اللمم﴾(۱)۔

وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی' سوائے چھوٹے گناہ کے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا کوئی شریک بناؤ' جبکہ تنہا اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' میں نے کہا: واقعی یہ تو بہت بڑا گناہ ہے' کہتے ہیں کہ میں عرض کیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: پھر کونسا گناہ؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تم اپنی پڑوسن سے زنا کرو(۲)۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ (تین مرتبہ)، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! (ضرور بتائیے) فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! اور جھوٹی بات' آپ اسے مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: اے کاش آپ خاموش ہوجاتے (۳)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الصلوات الخمس، والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان، مكفرات لما بينهن إذا اجتنبت الكبائر" وفي رواية:"مالم تغش الكبائر"(۴)۔

پنجوقتہ نمازیں' ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان میں سرزد

---

(۱) سورة النجم:۳۲۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ تعالی:﴿فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون﴾ ،۵/۱۷۲، حدیث نمبر: (۴۴۷۷) ومسلم، کتاب الایمان، باب کون الشرک أعظم الذنوب وبیان أعظمھا بعدہ، ۱/۹۰، حدیث نمبر: (۸۶)۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الشھادات، باب ما قیل فی شھادة الزور، ۲/۲۰۴، حدیث نمبر: (۲۶۵۴) ومسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرھا، ۱/۹۱، حدیث نمبر: (۸۷)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن ما اجتنبت الکبائر، ۱/۲۰۹، حدیث نمبر: (۲۳۳۲)۔

ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اجتنبوا السبع الموبقات" قالوا: يا رسول الله، وما هن؟ قال:"الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات" (۱)۔

سات مہلک چیزوں سے بچو، صحابۂ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہیں؟، فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، اللہ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکباز، بھولی بھالی مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

کبیرہ گناہ کی تعریف اور اس کی تعداد کے سلسلہ میں اختلاف ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ: یہ چار ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: سات ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: نو ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: گیارہ ہیں، اور کہا گیا ہے کہ: یہ ستر ہیں، اور بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں کیا یہ سات ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ان کا سات کے بجائے ستر ہونا زیادہ قریب ہے ہاں مگر استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوتا اور اصرار (ہمیشگی) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (۲)۔

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کی کوئی محدود و متعین تعداد نہیں ہے، البتہ جس گناہ پر دنیا میں کوئی حد (متعین شرعی سزا) مرتب ہوتی ہو یا جس پر جہنم یا لعنت یا غضب یا سزا یا نفی ایمان کی وعید سنائی گئی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس گناہ پر دنیا میں کوئی حد مرتب نہ ہو اور نہ آخرت میں کوئی وعید تو وہ گناہ صغیرہ ہے (۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالی: ﴿ان الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً انما يأكلون فى بطونهم ناراً و سيصلون سعيراً﴾، ۳/۲۵۶، حدیث نمبر: (۲۷۶۶) ومسلم کتاب الایمان، باب بیان الکبائر وأکبرھا، ۱/۹۲، حدیث نمبر: (۸۹)۔

(۲) جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۸/۲۴۵، حدیث نمبر: (۹۲۰۷)، نیز کبائر کی تعداد کے لئے مذکورہ مرجع کا ۸/۲۳۳ تا ۲۵۸، اور فتح الباری لابن حجر (۱۲/۱۸۳) ملاحظہ کریں۔

(۳) دیکھئے: شرح نووی بر صحیح مسلم، ۲/۴۴۴، وشرح العقیدۃ الطحاویہ، لابن ابی العز، ص ۴۱۸، والجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۲۵، ۲۲۶۔

لیکن کبھی کبھار (درج ذیل) چند اسباب کی بنا پر صغیرہ گناہ بھی کبیرہ ہو جاتے ہیں:

(۱) صغیرہ گناہوں پر مداومت اور ہمیشگی برتنا: جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الإصرار" (۱)۔

کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہوتا اور اصرار (ہمیشگی) کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔

(۲) گناہ کو معمولی اور حقیر سمجھنا: چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"يا عائشة إياك ومحقَّرات الأعمال فإن لها من الله طالباً" (۲)۔

اے عائشہ! حقیر اعمال (چھوٹے گناہوں) سے بچو، کیونکہ اللہ کی جانب سے اس کا ایک طلب کرنے والا (نگراں) ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إياكم و محقَّرات الذنوب، كقوم نزلوا في بطن وادٍ فجاء ذا بعودٍ، وجاء ذا بعودٍ، حتى أنضجوا خبزتهم، وإن محقَّرات الذنوب متى يؤخذ بها صاحبها تهلكه" (۳)۔

چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو، ان لوگوں کی طرح جو ایک وادی میں اترے، ایک لکڑی یہ لے کر آیا، اور ایک لکڑی یہ لے کر آیا، یہاں تک کہ انھوں نے اپنی روٹی پکالی، چھوٹے گناہوں پر جب اس کے مرتکب کا مواخذہ ہوگا تو وہ اسے ہلاک و برباد کر دیں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"إن المؤمن يرى ذنوبه كأنه قاعد تحت جبل يخاف أن يقع عليه، وإن الفاجر يرى

---

(۱) اس کی تخریج ص: (۴۸۰) کے حاشیہ: (۲) میں گزر چکی ہے۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب، ۲/ ۱۴۱۷، حدیث نمبر: (۴۲۴۳)، ومسند احمد، ۶/ ۷۰، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/ ۴۱۶) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث نمبر: ۵۱۳ و ۲۷۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) مسند احمد، ۵/ ۳۳۱، اس حدیث کی سند کو امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/ ۱۹۰) میں صحیح قرار دیا ہے، علامہ شیخ البانی اس حدیث کے بارے میں سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱/ ۱۲۹، حدیث نمبر: ۳۸۹) میں فرماتے ہیں: "یہ سند امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح ہے"۔

ذنوبه كذباب مر على أنفه فقال به هكذا"(۱)۔

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک پہاڑ تلے بیٹھا ہو اور اسے خوف ہو کہ کہیں وہ اس پر گر نہ پڑے، اور فاسق و فاجر شخص اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ وہ ایک مکھی ہو جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے اس طرح کر دے۔ ابوشہاب نے اپنی ناک کے اوپر ہاتھ ہلا کر بتایا۔

(۳) صغیرہ گناہوں سے خوشی اور ان پر فخر: گویا وہ کہے دیکھا میں نے کس طرح فلاں کی عزت و آبرو تار تار کر دی، اور اس کی برائیاں ذکر کر کے اسے شرمندہ کر دیا، یا اسے دھوکہ دے دیا، یا اس کا غبن کر لیا۔

(۴) یہ کہ وہ کوئی عالم ہو جس کی اقتدا کی جاتی ہو، چنانچہ اگر یہ عالم کوئی گناہ صغیرہ کرے گا اور لوگوں کو اس کا علم ہو گا تو اس کا گناہ بڑھ جائے گا۔

(۵) یہ کہ گناہ کرے اور پھر اس کا اعلان اور اس کی تشہیر کرے: کیونکہ گناہوں کی تشہیر کرنے والے کی معافی نہیں ہے(۲)۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے دور رہے تا کہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو۔

ساتواں مسلک: فرد و معاشرہ پر گناہوں کے اثرات:

اولاً: انسان کی ذات پر گناہوں کے اثرات:

(الف) دل پر گناہوں کے اثرات:

(۱) دل پر گناہوں (ضرر رسانی میں اختلاف مراتب کے ساتھ) کا نقصان اسی طرح ہے جس طرح جسموں پر زہر کا نقصان، اور دنیا و آخرت میں جو بھی برائی یا بیماری ہے اس کا سبب گناہ و معاصی ہی ہیں(۳)۔

(۲) علم سے محرومی: کیونکہ علم ایک ایسی روشنی ہے جس سے اللہ تعالیٰ دل کی دنیا آباد کرتا ہے، اور گناہ اس

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبہ، ۷/ ۱۸۸، حدیث نمبر: (۶۳۰۸)۔

(۲) دیکھئے: مختصر منہاج القاصدین، للمقدسی، ص ۲۵۸۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۸۴۔

روشنی کو گل کر دیتا ہے، دل کی بصیرت اندھی کر دیتا ہے، علم کی راہیں بند کر دیتا ہے، ہدایت کا سرچشمہ ڈھانپ دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾(۱)۔

درحقیقت آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں (چھپے) دل بے نور ہو جاتے ہیں۔

جب امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کے روبرو بیٹھے اور ان پر پڑھا تو انہیں ان (امام شافعی) کی بے پناہ ہوشیاری، خداداد ذہانت اور کمال فہم کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، انھوں نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں نور عطا کیا ہے، لہٰذا دیکھنا گناہ ومعصیت کی تاریکی سے اسے گل نہ کرنا'' (۲)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

شکوت إلى وكيع سوء حفظي فأرشدني إلى ترك المعاصي

وأخبرني بأن علم الله نور ونور الله لا يهدى لعاصي (۳)

میں نے امام وکیع (رحمہ اللہ) سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی، تو انھوں نے مجھے گناہوں کے ترک کرنے کی نصیحت فرمائی، اور مجھے بتایا کہ اللہ کا علم ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہ گار کو نہیں دیا جاتا۔

(۳) دل میں قسم قسم کی وحشت: جیسے گناہ گار اور اللہ کے درمیان وحشت، گناہ گار اور اس کے نفس کے درمیان وحشت، گنہ گار اور مخلوقات کے درمیان وحشت، اور جس قدر گناہ زیادہ ہوں گے وحشت بھی شدید تر ہوگی، بندے اور اس کے رب کے درمیان جو وحشت ہوتی ہے کوئی بھی نعمت اس کے مقابل اور ہم پلہ نہیں ہو سکتی، اگر دنیا کی ساری لذتیں اس کے مقابل اکٹھی ہو جائیں تب بھی اس وحشت کی تلافی نہیں کر سکتیں، اور اگر اس وحشت میں پڑنے کے خوف ہی سے گناہوں کو ترک کیا جائے تو عقلمند ان گناہوں کے ترک کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔

رہی وہ وحشت جو گنہ گار اور دیگر لوگوں بالخصوص اہل خیر حضرات کے درمیان ہوتی ہے تو بندہ (گنہ گار) اور

---

(۱) سورۃ الحج: ۴۶۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۰۴، ۱۴۸، ۱۷۳، ۲۱۲۔

(۳) دیوان الشافعی ص ۸۸، نیز دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم ص ۱۰۴۔

اپنے اور دیگر لوگوں کے درمیان وحشت محسوس کرتا ہے، جس قدر وہ وحشت قوی تر ہوتی ہے وہ نیکو کار حضرات اوران کی ہم نشینی سے دور اوران سے استفادہ کی برکت سے محروم ہوتا جاتا ہے، اور جس قدر وہ اللہ والوں سے دور ہوتا ہے اسی قدر شیطان کے چیلوں سے قریب ہوتا ہے، اس وحشت میں قوت پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ مستحکم اور پائیدار ہو جاتی ہے اور نتیجۃً اس کے، اس کی بیوی، اس کے بچے، رشتہ دار نیز اس کے اور اس کے نفس کے درمیان وحشت پھیل جاتی ہے، چنانچہ آپ خود اسے اپنی ذات سے وحشت محسوس کرتا ہوا پائیں گے۔

بعض سلف نے کہا ہے کہ: ''جب میں اللہ کی نافرمانی (گناہ) کرتا ہوں تو اس کی وحشت ونحوست اپنے چوپائے اور اپنی بیوی کے چال چلن میں محسوس کرتا ہوں'' (۱)۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(جب) میں گناہ کرتا ہوں تو اس کی وحشت ونحوست اپنے گدھے اور خادم کی چال چلن میں محسوس کرتا ہوں'' (۲)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اطاعت اللہ عزوجل سے قربت واجب کرتی ہے، اور قربت جتنی پائیدار ہوگی انسیت و محبت اتنی ہی گہری ہوگی، اور گناہ رب سبحانہ وتعالیٰ سے دوری واجب کرتا ہے، اور دوری جتنی زیادہ ہوگی وحشت و نحوست اتنی ہی پائیدار ہوگی، اور وحشت کا سبب حجاب (پردہ) ہے، حجاب جتنا دبیز ہوگا وحشت اتنی زیادہ ہوگی، چنانچہ غفلت وحشت پیدا کرتی ہے اور اس سے سخت گناہ کی وحشت ہے اور اس سے کہیں زیادہ سخت شرک وکفر کی وحشت ہے۔ اور آپ کسی ایسے شخص کو نہیں پائیں گے جو ان میں سے کسی چیز میں ملوث ہو، مگر جس قدر وہ ان میں ملوث ہوگا اسی قدر اس پر وحشت ونحوست چھائی ہوگی، چنانچہ اس کے چہرے اور دل پر بھی وحشت چھا جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود وحشت محسوس کرتا ہے اور لوگ اس سے وحشت محسوس کرتے ہیں (۳)۔

(۴) دل میں تاریکی: گناہ گار اپنے دل میں اسی طرح واضح تاریکی محسوس کرتا ہے جس طرح سیاہ رات کی تاریکی محسوس کرتا ہے، چنانچہ اس کے دل کے لئے معصیت کی تاریکی اس کی بصارت کی محسوس تاریکی کے مثل ہو جاتی ہے، کیونکہ اطاعت نور اور معصیت تاریکی ہے، اور جس قدر تاریکی قوی تر ہوتی ہے اس کی حیرت

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۵، ۱۴۴۔

(۲) حلیۃ الأولیاء، لابی نعیم، ۸/۱۰۹۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۴۔

بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ بے شعوری میں بدعات وگمراہی اور ہلاکت انگیز امور میں جا واقع ہوتا ہے اور یہ تاریکی قوی تر ہوتی ہے یہاں تک کہ آنکھ میں ظاہر ہوتی ہے پھر اور قوی تر ہوتی ہے یہاں تک کہ چہرے پر چھا جاتی ہے الغرض اس کی ذات میں ایسی تاریکی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر شخص کو نظر آتی ہے (۱)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نیکی چہرے پر روشنی دل میں نور روزی میں وسعت جسم میں قوت اور مخلوق کے دلوں میں محبت (کا سبب) ہوتی ہے اور بدی چہرے پر سیاہی دل میں تاریکی جسم میں کمزوری روزی میں کمی اور مخلوق کے دلوں میں بغض ونفرت (کا سبب) ہوتی ہے'' (۲)۔

(۵) گناہ دل کو کھوکھلا اور کمزور کر دیتا ہے:

رہی دل کی ناتوانی تو گناہ اسے کھوکھلا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مکمل طور پر اس کی زندگی ختم کر دیتے ہیں (۳)۔

اور جہاں تک دل کو کمزور کرنے کی بات ہے تو گناہ اسے (درج ذیل) طریقوں سے کمزور کرتے ہیں:

(الف) بندے کے دل میں اللہ جل جلالہ کی عظمت ووقار کو کمزور کر دیتے ہیں اور بندہ چاہے یا نہ چاہے ایسا ہونا ہی ہے، اگر اللہ کی عظمت ووقار بندے کے دل میں پیوست ہوتی تو وہ اللہ کی نافرمانیوں کی جرأت ہی نہ کرتا کیونکہ بندے کے دل میں اللہ کی جلال وعظمت کا وجود اللہ کے حرمات کی تعظیم وتوقیر کا متقاضی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿**ذلک ومن یعظم حرمات الله فهو خیر له عند ربه**﴾ (۴)۔

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے۔

بندے کے دل میں اللہ کے حرمات کی تعظیم بندے اور اس کے گناہوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے (۵)۔

(ب) گناہ بندے کے دل میں خیر کے ارادہ کو کمزور اور گناہ کے ارادہ کو مضبوط بنا دیتا ہے، چنانچہ اس کے

---

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۵، ۱۰۶۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۶۔

(۳) حوالہ سابق، ص ۱۰۶۔

(۴) سورۃ الحج: ۳۰۔

(۵) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۴۔

دل میں توبہ کا ارادہ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے' اگر وہ آدھا مر بھی جائے تو بھی توبہ نہیں کرتا ہے (بلکہ) صرف زبان سے خوب جھوٹوں کی توبہ واستغفار کرتا ہے جبکہ اس کا دل گناہوں سے وابستہ' اس پر آمادہ اور حسب امکان اس کے سرانجام دینے کا عزم کئے ہوتا ہے' یہ سب سے عظیم اور ہلاکت سے سب سے زیادہ قریب ترین مرض ہے(۱)۔

(ج) گناہ اللہ اور دار آخرت کی طرف دل کے سفر کو کمزور کرتے ہیں یا اس کی راہ میں آڑ بنتے یا اسے روکتے اور اس کا راستہ کاٹ دیتے ہیں، چنانچہ گناہ یا تو دل کو مردہ کر دیتا ہے یا اسے خوفناک مرض میں مبتلا کر دیتا ہے یا اس کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے (اور اس کے بغیر چارۂ کار نہیں) یہاں تک کہ اس کی کمزوری ان آٹھ امور تک جا پہنچتی ہے جن سے نبی کریم ﷺ نے پناہ مانگی ہے، آپ کا ارشاد ہے:

"اللهم إني أعوذبك من الهم والحزن، والعجز والكسل، والبخل والجبن، وضلع الدين وغلبة الرجال"(۲)۔

اے اللہ! میں رنج وغم' عاجزی وسستی' کنجوسی وبزدلی' قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ گناہ ان (مذکورہ) آٹھ امور میں ملوث ہونے نیز ''مصیبت کی سختی' بدبختی کا شکار ہونے' برے فیصلے اور دشمنوں کی شماتت''(۳) اسی طرح ''اللہ کی نعمت کے زائل ہونے' اس کی عافیت کے پلٹ جانے' اس کے عذاب کے اچانک آجانے اور اس کی تمام ناراضگیوں''(۴) سے دوچار ہونے کا قوی ترین سبب ہیں۔

(٦) دنیا میں دل کو اللہ سے روکتا ہے، اور سب سے بڑا احجاب قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا

---

(۱) حوالہ سابق، ص ۱۱۰ و ۲۰۰۔

(۲) متفق علیہ، بروایت انس رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من غلبۃ الرجال، ۷/۲۰۳، حدیث نمبر: (۶۳۶۳) ومسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب التعوذ من العجز والکسل، ۴/۲۰۷۹، حدیث نمبر: (۲۷۰۶)۔

(۳) متفق علیہ، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من جهد البلاء، ۷/۱۹۹، حدیث نمبر: (۶۳۴۷) وصحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ، ۴/۲۰۸۰، حدیث نمبر: (۲۷۰۷)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، ۴/۲۰۹۷، حدیث نمبر: (۲۷۳۹)، نیز دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم ص ۱۰۴۔

ارشاد ہے:

﴿کلا بل ران علی قلوبهم ما كانوا يكسبون كلا إنهم عن ربهم يومئذٍ لمحجوبون﴾(۱)۔

ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھ دیئے جائیں گے۔

چنانچہ گناہ ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان اور ان کے اور ان کے رب وخالق سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان حجاب بن جائیں گے(۲)۔

(۷) گناہ' نافرمانی ومعصیت سے الفت وانسیت پیدا کرتا ہے' چنانچہ دل سے گناہ کی قباحت وشناعت جاتی رہتی ہے اور اس کی عادت ایسی بن جاتی ہے کہ نہ تو لوگوں کا اسے دیکھنا برا لگتا ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں گفتگو کرنا' یہ اہل فسق (بدکار وگنہ گار) کے نزدیک گراوٹ وانحطاط کی حد اور لذت وچاشنی کی انتہاء ہے' یہاں تک کہ ان کا کوئی شخص معصیت پر فخر کرنے لگتا ہے اور ایسے لوگوں کو اپنا کالا کردار بیان کرتا ہے جن کی لاعلمی کا اسے علم ہوتا ہے' اس قسم کے لوگوں کی معافی نہیں ہوسکتی، ان کے لئے توبہ کی راہ مسدود اور عام طور پر توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"كل أمتي معافى إلا المجاهرين، وإن من المجاهرة أن يعمل الرجل بالليل عملاً ثم يصبح وقد ستره الله فيقول: يافلان عملت البارحة كذا وكذا، وقد بات يستره ربه ويصبح يكشف ستر الله عنه"(۳)۔

میری امت کے سارے لوگ معاف ہیں سوائے ان کے جو گناہوں کے ارتکاب کے بعد ان کا اعلان

---

(۱) سورۃ المطففین: ۱۴،۱۵۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۱۵۔

(۳) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ۷/۱۱۷، حدیث نمبر: (۶۰۶۹) ومسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب النھی عن ھتک الانسان ستر نفسہ، ۴/۲۲۹۱، حدیث نمبر: (۲۹۹۰)۔

کرتے ہیں' اور گناہوں کا اعلان یہ بھی ہے کہ آدمی رات میں کوئی (برا) عمل کرے پھر صبح اٹھ کر' جبکہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کردی تھی' کہتا پھرے: کہ اے فلاں میں نے کل رات ایسا ایسا کیا، جبکہ وہ اس حالت میں سویا تھا کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اور صبح اٹھ کر اس نے اپنی ذات سے اللہ کا پردہ فاش کردیا۔

(۸) گناہ کے عادی لوگوں پر گناہ کا کمتر ہوجانا: چنانچہ بندہ مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل ونگاہ میں وہ گناہ کمتر اور حقیر ہوجاتا ہے' درحقیقت یہ ہلاکت و بربادی کی علامت ہے' کیونکہ گناہ بندے کے دل ونگاہ میں جس قدر حقیر اور معمولی ہوگا اسی قدر اللہ کے یہاں بڑا اور عظیم تر ہوگا، اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"إن المؤمن يرى ذنوبه كأنه قاعد تحت جبل يخاف أن يقع عليه، وإن الفاجر يرى ذنوبه كذباب مر على أنفه فقال به هكذا"(۱)۔

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑ تلے بیٹھا ہوا اور اسے خوف ہو کہ کہیں وہ اس پر گر نہ پڑے، اور فاسق وفاجر شخص اپنے گناہوں کو اس طرح محسوس کرتا ہے گویا ایک مکھی ہو جو اس کی ناک پر سے گزرے تو وہ اسے یوں ہانک دے۔

چنانچہ مومن کے دل میں چونکہ نور ہوتا ہے اس لئے وہ بخشش پر اعتماد کرکے نہیں بیٹھتا بلکہ چھوٹے گناہ پر یقین کرتا ہے اور چھوٹے سے گناہ کو پہاڑ سمجھ کر اس کی ہلاکت انگیزی سے ڈرتا ہے' اور فاجر شخص کو چونکہ اللہ کی بابت بہت معمولی معرفت ہوتی ہے اس لئے وہ اللہ سے بہت کم ڈرتا ہے اور گناہ کو معمولی اور حقیر سمجھتا ہے(۲)۔

(۹) گناہ ومعصیت ذلت وخواری کا سبب ہے کیونکہ ہر طرح کی عزت اللہ کی اطاعت میں اور ہر طرح کی ذلت ورسوائی اللہ کی نافرمانی میں ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً﴾(۳)۔

---

(۱) صحیح بخاری، ۷/ ۱۸۸، حدیث نمبر: (۶۳۰۸) اس کی تخریج ص: (۴۸۲) میں گزر چکی ہے۔

(۲) دیکھئے: فتح الباری، از حافظ ابن حجر، ۱۱/ ۱۰۵۔

(۳) سورۃ فاطر: ۱۰۔

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون ﴾(۱)۔

عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے لیکن یہ منافقین جانتے نہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بعثت بين يدي الساعة بالسيف حتى يعبد الله وحده لا شريك له، وجعل رزقي تحت ظل رمحي، وجعل الذل والصغار على من خالف أمري، ومن تشبه بقومٍ فهو منهم"(۲)۔

قیامت سے پہلے پہلے میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تاکہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی عبادت و پرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت و خواری اس شخص کا مقدر بنادی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی، اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔

لہٰذا جسے عزت کی خواہش ہو وہ اسے اللہ کی اطاعت میں تلاش کرے کیونکہ عزت اللہ کی اطاعت ہی میں مل سکتی ہے۔ بعض سلف اپنی دعاء میں یوں کہا کرتے تھے: ''اے اللہ! مجھے اپنی اطاعت سے عزت عطا فرما اور اپنی نافرمانی سے مجھے ذلیل و رسوا نہ کر''۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ لوگ گرچہ خچر اور (غیر عربی) گھوڑے پر سوار ہو کر شان و شوکت سے چلیں، لیکن گناہوں کی رسوائی ان کے دلوں سے جدا نہیں ہو سکتی، اللہ عزوجل اپنے نافرمان کو ذلیل و رسوا کر کے ہی رہے گا''(۳)۔

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۲) مسند احمد، ۲/ ۵۰، ۹۲، و مصنف ابن ابی شیبہ، ۵/ ۳۱۳، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی نے ارواء الغلیل (۵/ ۱۰۹) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۳۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رأيت الذنوب تميت القلوب ۔۔۔ وقد يورث الذل إدمانها

وترك الذنوب حياة القلوب ۔۔۔ وخير لنفسك عصيانها

وهل أفسد الدين إلا الملوك ۔۔۔ وأحبار سوء ورهبانها (۱)

میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کردیتے ہیں اور یقیناً گناہ پر گناہ کرنا ذلت ورسوائی کا سبب ہوتا ہے' اور گناہوں کو چھوڑ دینا دلوں کی زندگی ہے اور تمہاری اپنی ذات کے حق میں گناہوں کی نافرمانی (کا ترک کردینا) ہی بہتر ہے، اور دین کو شاہان' پادری حضرات اور علماء سوء ہی خراب کرتے ہیں۔

(۱۰) گناہ عقل کو خراب کردیتے ہیں اور اس میں اثر انداز ہوتے ہیں' کیونکہ عقل میں ایک روشنی ہوتی ہے اور گناہ اس روشنی کو گل کردیتا ہے، اور جب عقل کی روشنی گل ہوجاتی ہے تو وہ کمزور اور ناقص ہوجاتی ہے اور جاتی رہتی ہے' اور کوئی شخص اس حد تک اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا کہ اس کی عقل ضائع ہوجائے کیونکہ قرآن' ایمان' موت اور جہنم کے نصیحت گر اسے ضائع ہونے سے روکتے ہیں، البتہ (اتنا ضرور ہے کہ) معصیت کے سبب دنیا وآخرت کی فوت ہونے والی بھلائی گناہ کے سبب حاصل ہونے والی لذت وسرور سے کئی گنا زیادہ ہے، تو کیا کوئی عقل سلیم سے بہرہ مند شخص ان تمام خرابیوں کے باوجود گناہوں کو معمولی اور آسان سمجھنے کا اقدام کرسکتا ہے؟؟

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ معصیت اگر عقل کو خراب نہیں کرتی تو اس کے کمال میں نقص ضرور پیدا کرتی ہے، چنانچہ آپ ایسے دو عقلمندوں کو جن میں سے ایک اللہ کا فرمانبردار اور دوسرا اللہ کا نافرمان ہو نہیں پائیں گے' مگر ان میں سے فرمانبردار کی عقل نافرمان کی عقل سے کامل واکمل' اس کی فکر سے درست تر' اس کی رائے سے صحیح تر ہوگی اور صوابدید اس کے حق میں ہوگی (۲)۔

(۱۱) گناہ دلوں پر مہر لگادیتے ہیں، چنانچہ جب گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو گنہ گار کے دل پر مہر لگادیتے ہیں اور وہ غافلوں میں سے ہوجاتا ہے، کیونکہ دل گناہ سے زنگ آلود ہوجاتا ہے، اور جب گناہ زیادہ ہوجاتا ہے تو زنگ غالب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر زنگ سے گدلا ہوجاتا ہے' پھر زنگ بہت ہی زیادہ ہوجاتا

(۱) الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص۱۱۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص۱۱۴۔

ہے یہاں تک کہ اس پر مہر اور تالا لگ جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں دل (مکمل طور پر) پردے اور اوٹ میں ہو جاتا ہے(۱)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون﴾ (۲)۔

ہرگز نہیں بلکہ ان کی بدعملی کے سبب ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔

(۱۲) گناہ دل کی غیرت کو مٹا دیتے ہیں، کیونکہ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف اور بلند ہمت وہ شخص ہے جو اپنی ذات، اپنے خواص اور عام لوگوں پر سب سے زیادہ غیرت مند ہو، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی امت پر پوری مخلوق میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے اور اللہ عزوجل آپ (ﷺ) سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"أتعجبون من غيرة سعد؟ فوالله لأنا أغير منه، والله أغير مني، من أجل غيرة الله حرم الفواحش ما ظهر منها وما بطن، ولا شخص أغير من الله، ولا شخص أحب إليه العذر من الله، ومن أجل ذلك بعث الله المرسلين مبشرين ومنذرين، ولا شخص أحب إليه المدحة من الله، ومن أجل ذلك وعد الله الجنة" (۳)۔

کیا تم سعد (رضی اللہ عنہ) کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے، محض اللہ کی غیرت ہی کے سبب تمام ظاہری و باطنی فواحش و منکرات کو حرام قرار دیا گیا ہے، کوئی بھی شخص اللہ سے زیادہ باغیرت نہیں ہوسکتا، اور کوئی شخص اللہ سے بڑھ کر عذر پسند نہیں ہوسکتا، اسی (عذر پسندی) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بشارت دینے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، اور کوئی شخص اللہ عزوجل سے بڑھ کر مدح وستائش سے محبت کرنے والا نہیں ہوسکتا، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۵۳۔

(۲) سورۃ المطففین: ۱۴۔

(۳) متفق علیہ بروایت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ: "لا شخص أغير من الله"، ۸/۲۲۰، حدیث نمبر: (۷۴۱۶)، صحیح مسلم، کتاب اللعان، ۲/۱۱۳۶، حدیث نمبر: (۱۴۹۹)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يـا أمة مـحـمـد مـا أحـد أغيـر مـن الـلـه أن يرى عبده أو أمتـه أن يزني، يا أمة محمد لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً ولبكيتم كثيراً"(۱)۔

اے محمد (ﷺ) کی امت! اپنے غلام یا لونڈی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ کر اللہ عزوجل سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں ہے، اے محمد (ﷺ) کی امت! جو میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله يغار وإن المؤمن يغار، وغيرة الله أن يأتي المؤمن ما حرم [الله] عليه"(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے، اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے۔

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"إن مـن الـغيـرة مـا يـحـب الله ومنها ما يبغض الله، ومن الخيلاء ما يحب الله ومنها مـا يبـغض الله، فأما الغيرة التي يحب الله فالغيرة في ريبة، وأما التي يبغض الله فالغيرة في غيـر الـريبة، والاختيـال الـذي يحب الله اختيال الرجل بنفسه عند القتال وعند الصدقة، والاختيال الذي يبغض الله عز وجل الخيلاء في الباطل"(۳)۔

کچھ غیرتیں اللہ کو محبوب ہیں اور کچھ غیرتیں مبغوض ہیں، اور کچھ تکبر اللہ کو محبوب ہیں اور کچھ تکبر مبغوض ہیں، چنانچہ جو غیرت اللہ کو محبوب ہے وہ شک وشبہہ کے موقع پر کی جانے والی غیرت ہے اور جو غیرت

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیر ۃ، ۶/ ۱۹۱، حدیث نمبر: (۵۲۲۱)۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیر ۃ، ۶/ ۱۹۶، حدیث نمبر: (۵۲۲۳) وصحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ وتحریم الفواحش، ۴/۲۱۱۴، حدیث نمبر: (۲۷۶۱)، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، اور قوسین کے درمیان کا لفظ صحیح بخاری میں ہے۔

(۳) سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الاختیال فی الصدقہ، ۵/ ۷۸، حدیث نمبر: (۲۵۵۸)، مسند احمد، ۵/ ۴۴۵، اس حدیث کی سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر: ۱۹۹۶) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک شاہد ہے، علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو اس کی دیگر سندوں کی بنیاد پر ارواء الغلیل (۷/ ۵۸، حدیث نمبر: ۱۹۹۹) میں حسن قرار دیا ہے۔

اللہ کو مبغوض وہ غیر شک وشبہہ کے موقع پر کی جانے والی (بے جا) غیرت ہے، اور جو تکبر اللہ کو محبوب ہے وہ جہاد اور صدقہ کے وقت آدمی کا اپنی ذات پر تکبر کرنا ہے اور جو تکبر اللہ کو مبغوض ہے وہ (امر) باطل میں تکبر کرنا ہے۔

شک وشبہہ کے موقع پر غیرت کا مطلب تہمت وتردد کی جگہوں میں غیرت کرنا ہے جس کا فائدہ خوف و تنبیہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اور اگر غیرت غیر شک وشبہہ کے موقع پر ہو تو وہ نفرت اور فتنہ کا سبب بنتی ہے(۱)، اور صدقہ میں تکبر یہ ہے کہ آدمی سخی اور فیاض ہو، بہ طیب خاطر اور شرح صدر کے ساتھ مال خرچ کرے، زیادہ کو بہت زیادہ نہ سمجھے، جو کچھ بھی خرچ کرے اسے کم ہی سمجھے، اور جنگ میں تکبر یہ ہے کہ اس میں چستی، طاقت اور پامردی کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لے(۲)۔

مقصود یہ ہے کہ گنہ گار شخص جس قدر گناہوں میں لت پت ہوتا ہے وہ گناہ اس کے نفس، اہل وعیال اور عام لوگوں کے تئیں اس کے دل سے غیرت ختم کر دیتے ہیں، اور اس کے دل میں غیرت کو بہت ہی کمزور کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بری چیزوں کو برا نہیں سمجھتا نہ اپنی ذات کے تعلق سے اور نہ ہی اپنے علاوہ کسی اور کے تعلق سے، اور جب انسان اس حد تک پہنچ جائے تو (یوں سمجھو کہ) وہ ہلاکت کے دروازہ میں داخل ہو گیا ہے، اسی لئے دیوث (۳) مخلوق کا سب سے بدترین شخص قرار پایا ہے اور اس پر جنت حرام ہے، کیونکہ اس کے پاس غیرت نام کی چیز ہی نہیں ہوتی، (اور) اسی لئے وہ اہل وعیال میں برائی پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غیرت دین کی بنیاد ہے، جس کے پاس غیرت نہیں اس کے پاس دین نہیں، چنانچہ غیرت دل کی حفاظت کرتی ہے اور دل کے لئے اعضاء وجوارح کی حفاظت کرتی ہے، برائی اور فحاشی دور کرتی ہے جبکہ بے غیرتی دل کو مردہ کر دیتی ہے اور اسی کے سبب اعضاء وجوارح بھی مردہ ہو جاتے ہیں، ان میں دفع کرنے کا سرے سے ملکہ ہی باقی نہیں رہتا، اس چیز سے غیرت کی اہمیت اور اس کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: حاشیہ سندی بر سنن نسائی، ۵/۹۷۔

(۲) دیکھئے: شرح سیوطی بر سنن نسائی، ۵/۹۷۔

(۳) ''دیوث'' اس شخص کو کہتے ہیں جسے اپنے اہل خانہ کے سلسلہ میں کوئی غیرت نہ ہو، بلکہ وہ اپنے گھر میں (جنسی) برائی دیکھ کر بھی خاموشی برتے۔ (مترجم)

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی لابن القیم، ص ۱۳۰، ۱۳۱۔

(۱۴) گناہ دل سے حیا کو ختم کر دیتے ہیں جو ہر بھلائی کی اصل اور بنیاد ہے، حیاء کا ختم ہونا ساری بھلائی کا ختم ہو جانا ہے، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحياء خير كله" أو قال: "الحياء كله خير" (۱)۔

حیاء مکمل طور پر خیر ہی خیر ہے، یا فرمایا: حیاء سراپا خیر و بھلائی ہے۔

نیز انہی سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

" الحياء لا يأتي إلا بخير" (۲)۔

حیاء خیر و بھلائی ہی لاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ گناہ بندے کی حیاء کو کمزور کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات حیاء پورے طور پر ختم ہو جاتی ہے، چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) لوگوں کو اس کی بری حالت کا علم یا اس کی اطلاع ہونے سے اس پر سرے سے کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ بہت سے گنہ گار لوگ (بذات خود) اپنی حالت اور اپنے کالے کرتوت کی خبر دیتے ہیں، انہیں اس چیز پر آمادہ کرنے والی شے (کلی طور پر) شرم و حیاء کا فقدان ہوتا ہے، اور جب بندے کی یہ حالت ہو جائے تو اس کی اصلاح و درستی کی کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی (۳)، ایسے شخص پر نبی کریم ﷺ سے روایت کردہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی (درج ذیل) حدیث کے دو معانی میں سے کوئی ایک معنیٰ صادق آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولىٰ : إذا لم تستح فاصنع ما شئت" (۴)۔

پہلی (سابقہ) نبوت کی جو باتیں لوگوں کو ملی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے: جب تمہیں حیاء نہ آئے تو جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی دو تفسیریں ہیں:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، ۱/۶۴، حدیث نمبر: (۳۷)۔

(۲) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، ۷/۱۳۰، حدیث نمبر: (۶۱۱۷) وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، ۱/۶۴، حدیث نمبر: (۳۷)۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۰ تا ۱۳۳۔

(۴) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب، ۴/۱۸۳، حدیث نمبر: (۳۴۸۳)۔

پہلی تفسیر: یہ ہے کہ یہ حدیث وعید اور دھمکی پر محمول ہے، حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جسے شرم وحیاء نہیں ہوتی ہے وہ جو برائی کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کیونکہ برائیوں کے ترک کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حیاء ہی ہے، اور جب اس میں حیاء جو برائیوں سے متنبہ کرتی ہے مفقود ہے تو وہ شخص برائیوں میں لامحالہ واقع ہوگا، یہی (اس حدیث کا) مشہور معنیٰ ہے۔

دوسری تفسیر: یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی کام کرنے میں اللہ سے حیا نہ آتی ہو تو وہ کام کر ہی لو، جبکہ (حقیقت میں) اللہ سے شرم وحیاء کرتے ہوئے اسے ترک کرنا ہی مناسب اور بہتر ہے۔

چنانچہ پہلا معنیٰ وعید کے طور پر ہے' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اعملوا ما شئتم إنه بما تعملون بصير﴾(۱)۔

جو چاہو کرو، بیشک وہ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔

اور دوسرا معنیٰ اجازت اور جواز کے لئے ہے(۲)۔

(۱۴) گناہ دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیتے ہیں، چنانچہ آپ گنہ گار کو ہمیشہ ڈرتا' گھبراتا اور مرعوب ہی پائیں گے، کیونکہ اطاعت اللہ کا وہ عظیم قلعہ ہے کہ اس میں جو بھی داخل ہوتا ہے دنیا وآخرت کے عذاب سے امن وامان میں ہو جاتا ہے اور اس سے جو نکل جاتا ہے خوف ودہشت اور خطرناکیاں اسے ہر جانب سے گھیر لیتی ہیں، چنانچہ جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کے حق میں خوفناکیاں امن وسکون میں بدل جاتی ہیں، اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کا امن وسکون خوف ورعب میں بدل جاتا ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر چیز سے امن میں داخل کر دیتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا ہے اللہ اسے ہر چیز سے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے(۳)۔

(۱۵) گناہ دل کو مریض بنا دیتا ہے اور اسے اس کی صحت واستقامت سے ہٹا کر مرض وانحراف کا شکار بنا دیتا ہے، دلوں میں گناہوں کی تاثیر اسی طرح ہوتی جس طرح جسموں میں بیماریوں کی تاثیر، بلکہ گناہ ہی دلوں کی بیماریاں ہیں، اور گناہوں کا ترک کرنا ہی ان کی دوا اور علاج بھی، اور جس طرح اپنے نفسانی خواہشات پر

---

(۱) سورۃ حم السجدہ: ۴۰۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۳۲، وجامع الاصول لابن الاثیر ۳/۶۲۱۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص ۱۴۳، ۱۴۴۔

قابو پانے والے کا ٹھکانہ جنت ہوتا ہے اسی طرح اطاعت گزار کا دل اس دنیوی زندگی میں ایک ایسی پیشگی جنت میں ہوتا ہے جس سے سرفراز مند کی نعمت کے مثل کوئی نعمت ہی نہیں، اور آپ ہرگز یہ نہ سوچیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿إن الأبرار لفي نعيم، وإن الفجار لفي جحيم﴾ (۱)۔

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار لوگ جہنم میں ہوں گے۔

محض آخرت کی نعمت و عذاب کے ساتھ خاص ہے، بلکہ یہ فرمان دنیوی' برزخی اور قرار (یعنی اخروی) تینوں زندگیوں کو شامل ہے، چنانچہ یہ (نیکوکار) لوگ نعمتوں میں اور یہ (بدکار) لوگ جہنم میں ہوں گے۔ اور نعمت درحقیقت دل کی نعمت اور عذاب دراصل دل کا عذاب ہے، اسی لئے بعض صالحین نے کہا ہے: بیشک دنیا میں ایک جنت ہے جو اس میں نہ داخل ہوسکا وہ آخرت کی جنت میں بھی داخل نہ ہوگا، اور ایک دوسرے (بزرگ) فرماتے ہیں: اگر شاہوں اور شہزادوں کو ہمیں عطا ہونے والی نعمتوں کا علم ہوجائے تو وہ اس کے لئے ہم سے تلواروں سے مقابلہ کریں (۲)۔

(۱۶) گناہ نفوس انسانی کو حقیر و ذلیل بنا دیتے ہیں اور انہیں ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ انتہائی حقیر اور کمتر ہوجاتی ہیں، جبکہ اطاعت اور نیکی انہیں بڑھاتی' پروان چڑھاتی اور مانجھ کر صیقل کرتی ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قد أفلح من زكاها وقد خاب من دساها﴾ (۳)۔

جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے نفس کو اللہ کی اطاعت کے ذریعہ پروان چڑھایا' اسے ظاہر و بلند کیا وہ کامیاب وکامراں ہوا، اور جس نے اللہ کی نافرمانی سے اسے پوشیدہ رکھا اور اس کی تحقیر و تذلیل کی وہ ناکام و نامراد ہوا' چنانچہ اطاعت نفس انسانی کو عزت و سربلندی عطا کرتی ہے یہاں تک کہ وہ سب سے زیادہ شریف' عظیم' اور پاکیزہ و برتر

---

(۱) سورۃ الانفطار: ۱۳، ۱۴۔

(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۷۔

(۳) سورۃ الشمس: ۹، ۱۰۔

ہوجاتی ہے، (الغرض) نفس کو شرافت' بڑائی اور عزت و رفعت عطا کرنے والی اللہ کی اطاعت کے مثل کوئی چیز نہیں، اور اسے ذلت' رسوائی اور حقارت سے دوچار کرنے والی اللہ کی نافرمانی کے مثل کوئی چیز نہیں (۱)۔

(۱۷) دل کو دھنسانا اور اس کی صورت بگاڑ دینا، دل کے دھنسنے کی علامت یہ ہے کہ دل ہمیشہ گندگیوں' برائیوں اور گری ہوئی چیزوں کے گرد گھومتا پھرے' جبکہ جس دل کو اللہ تعالیٰ بلندی اور قربت عطا کرتا ہے وہ ہمیشہ عرش الٰہی کے گرد گھومتا رہتا ہے، رہا دل کا مسخ ہونا تو بعض دل گناہوں کے سبب اس طرح مسخ ہوجاتے ہیں جس طرح صورت مسخ ہوجاتی ہے' چنانچہ دل (مکمل طور پر) اعمال' اخلاق اور طبیعت میں حیوان کے دل کی طرح ہوجاتا ہے، اور بعض دل مسخ ہوکر سور کے دل کی طرح ہوجاتے ہیں اور بعض دل مسخ ہوکر کتے' گدھے یا سانپ یا بچھو کے دل کی طرح ہوجاتے ہیں، بعض لوگ عام درندوں کے ہم اخلاق ہوتے ہیں، اور بعض لوگ اپنے کپڑوں میں (بظاہر) خوبصورت بنتے ہیں جس طرح مور اپنی پنکھ میں خوبصورت نظر آتا ہے، اور بعض لوگ گدھے وغیرہ کی طرح کند ذہن اور بودے ہوتے ہیں (۲)۔

(۱۸) گناہ دل کو الٹ دیتے ہیں یہاں تک کہ اسے باطل حق اور حق باطل' معروف منکر اور منکر معروف نظر آتا ہے، کوئی چیز فاسد ہوتی ہے اسے درست نظر آتی ہے، وہ ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتا ہے اور اپنے آپ کو ہدایت یاب سمجھتا ہے، یہ ساری چیزیں دل پر جاری ہونے والے گناہوں کی سزائیں ہیں (۳)۔

(۱۹) گناہ سینے کو تنگ کردیتے ہیں، چنانچہ جو جرائم میں واقع ہوتا ہے اور اللہ کی اطاعت سے اعراض کرتا ہے اس کے انحراف و اعراض کے اعتبار سے اس کا سینہ تنگ ہوجاتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فمن يرد الله أن يهديه يشرح صدره للإسلام ومن يرد أن يضله يجعل صدره ضيقاً حرجاً كأنما يصعد في السماء كذلك يجعل الله الرجس على الذين لايؤمنون﴾ (۴)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۹۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۱۳، ۲۱۴۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۲۱۵۔

(۴) سورۃ الانعام: ۱۲۵۔

تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ کرنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے' جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

چنانچہ سینہ کی تنگی کے عظیم ترین اسباب میں سے اللہ عزوجل سے اعراض' غیر اللہ سے دل لگانا' اللہ کی یاد سے غفلت اور اس کے علاوہ سے محبت وغیرہ ہیں، کیونکہ جو اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت کرتا ہے، اسے اس کی پاداش میں عذاب ہوگا اور اس کا دل اسی کی محبت کا قیدی ہو جائے گا (۱)۔

(ب) دین پر گناہوں کے اثرات:

(۱/۲۰) گناہ سے گناہ ہی اگتے ہیں، اور گناہ ایک دوسرے کو جنم دیتے ہیں، اور (پھر) بندے کے لئے گناہ سے چھٹکارا پانا بڑا مشکل ہوتا ہے، جیسا کہ بعض سلف کہتے ہیں: بیشک گناہ کا خمیازہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب' اور نیکی کا ثواب اس کی بعد نیک عمل کی توفیق ہے، اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ نیکی اور گناہ پائیدار حالت اور لازمی وصف بن جاتے ہیں، اگر نیک آدمی نیکی اور اطاعت کا کام بند کر دے تو اسکا نفس اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اطاعت کی طرف لوٹ آئے، اور مجرم شخص اگر گناہ کا عمل ترک کر کے اطاعت گزار بن جائے تو اس کا نفس اور اس کا سینہ تنگ ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ گناہ کی طرف لوٹ آئے (۲)۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ اطاعت کی طرف متوجہ ہو اور گناہ ترک کر دے' اور اللہ سے اس بات کا سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کو اس کے نزدیک محبوب بنا دے' اسے اس کے دل میں مزین اور آراستہ کر دے، اور کفر' فسق اور نافرمانی کو اس کے نزدیک مبغوض و ناپسندیدہ بنا دے اور اسے ہدایت یافتگان میں شامل فرمائے۔

(۲/۲۱) گناہ اطاعت سے محروم و نامراد کر دیتے ہیں، چنانچہ اگر گناہ کی صرف یہی سزا ہو کہ وہ کسی ایک اطاعت سے روک کر اس کا بدل بن جائے اور دوسری نیکی کی راہ روک دے تو اس کے نقصان دہ ہونے کے لئے

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد، لابن القیم، ۲/۲۵۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۸۔

یہی کافی ہے، حالانکہ گناہ (بے شمار) نیکیوں سے محروم کرتا ہے اور اعمال صالحہ کی راہیں کاٹ دیتا ہے(۱)۔

(۳/۲۲) گناہ گنہ گار بندے کے اللہ کے یہاں ذلیل ہونے اور اس کی نظر سے گر جانے کا سبب ہے، حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''(گناہ گار لوگ) اللہ کے یہاں ذلیل ہوئے اس لئے اللہ کی نافرمانی کی' اگر اللہ کے یہاں عزت دار ہوتے تو اللہ ان کی حفاظت فرماتا''(۲)۔

اور اگر بندہ اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہوجائے تو اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يهن الله فما له من مكرم﴾ (۳)۔

اور جسے اللہ ذلیل کردے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

اگر لوگ ان کے ڈر سے یا حاجت براری کے لئے بظاہر ان کی تعظیم و تکریم بھی کریں تو بھی (درحقیقت) وہ ان کے دلوں میں حقیر و ذلیل ہی ہوں گے(۴)۔

(۴/۲۳) گناہ بندے کو رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سے چھوٹے بڑے گناہ پر لعنت فرمائی ہے' لہٰذا ان کے مرتکبین بدرجۂ اولیٰ لعنت کے مستحق ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے گودنا گودنے والی اور گودنا گودوانے والی اور بال جوڑنے والی اور بال جوڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے(۵)، اور بال اکھیڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی نیز حسن کی خاطر دانتوں کے درمیان فاصلہ کروا کر اللہ کی تخلیق کو بدلنے والی پر لعنت فرمائی ہے(۶)' اسی طرح سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کے لکھنے والے

---

(۱) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۰۶، ۲۱۲۔

(۲) حوالہ سابق، ۲۱۲۔

(۳) سورۃ الحج: ۱۸۔

(۴) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۱۲۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، ۷/ ۸۱، حدیث نمبر: (۵۹۳۳)، صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلہ، ۳/ ۱۶۷۷، حدیث نمبر: (۲۱۲۴)۔

(۶) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، ۷/ ۸۱، حدیث نمبر: (۵۹۳۱)، صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلہ، ۳/ ۱۶۷۸، حدیث نمبر: (۲۱۲۵)۔

اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب کے سب (گناہ میں) برابر ہیں(۱)، نیز رسول اللہ ﷺ کا ایک گدھے کے پاس سے گزر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا' تو آپ نے فرمایا:

"لعن الله الذي وسمه"(۲)۔

اس کے داغنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی طرح آپ نے چور پر لعنت فرمائی ہے کہ (اگر) انڈا چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' رسی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے (۳)، اسی طرح غیر اللہ کے لئے قربانی کرنے والے' بدعتی کو پناہ دینے والے' اپنے والدین پر لعنت کرنے والے اور زمین کے نشان (حد بندیاں) بدلنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۴)، اسی طرح مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے(۵)، اسی طرح شراب' شرابی' ساقی' اس کے فروخت کرنے والے، خریدنے والے' نچوڑنے والے' نچوڑوانے والے' لادنے والے' لدوانے والے اور اسکی قیمت کے کھانے والے پر لعنت فرمائی ہے(۶)، اسی طرح نشانہ لگانے کے لئے کسی ذی روح چیز کو باندھ کر مارنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۷)، نیز تصویر کشی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۸)، اسی طرح اپنی ماں اور باپ کو برا بھلا کہنے (گالی دینے) والے' نابینا کو غلط راہ دکھانے والے' چوپائے سے بدفعلی کرنے والے' قوم لوط کا عمل (اغلام بازی) کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۹)' اسی طرح رشوت لینے اور دینے والے پر

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ، ۳/ ۱۲۱۸، حدیث نمبر: (۱۵۹۷)۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب للباس والزینہ، باب النھی عن ضرب الحیوان فی وجھہ ووسمہ فیہ، ۳/۱۶۷۳، حدیث نمبر: (۲۱۱۷)۔

(۳) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقۃ ونصابھا، ۳/۱۳۱۴، حدیث نمبر: (۱۶۸۷)۔

(۴) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ ولعن فاعلہ، ۳/ ۱۵۶۷، حدیث نمبر: (۱۹۷۸)۔

(۵) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال، حدیث نمبر: (۵۸۸۵)۔

(۶) سنن ابوداود، کتاب الاشربہ، باب العنب یعصر للخمر، ۳/ ۳۲۶، حدیث نمبر: (۳۶۷۴)، ابن ماجہ، کتاب الاشربہ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ، ۲/۱۱۲۲، علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ابوداود (۲/ ۷۰۰) میں صحیح قرار دیا ہے، بین القوسین کے الفاظ سنن ابن ماجہ کے ہیں۔

(۷) صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب النھی عن صبر البھائم، ۳/۱۵۵۰، حدیث نمبر: (۱۹۵۸)۔

(۸) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لعن المصور، ۷/ ۸۸، حدیث نمبر: (۵۹۶۲)۔

(۹) مسند احمد، ۱/ ۲۱۷، علامہ احمد محمد شاکر نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، ۳/ ۲۶۶، حدیث نمبر: (۱۸۷۵)۔

لعنت فرمائی ہے(۱)' اسی طرح کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والیوں' ان پر مسجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۲)' اسی طرح عورت کی پچھلی شرمگاہ میں جنسی عمل کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۳)، نیز بتایا ہے کہ اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارنے والی عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں(۴)' نیز اس بات کی خبر دی ہے کہ جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں(۵)' نیز اللہ عزوجل نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذا پہنچانے والے پر اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے(۶)' نیز زمین میں فساد پھیلانے والے' اللہ کے عہد و پیمان کو توڑنے والے اور اللہ نے جس کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹنے والے پر لعنت فرمائی ہے(۷)' نیز اللہ کی نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپانے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۸)' اسی طرح بھولی بھالی' پاک دامن مومنہ عورتوں پر فحش کاری (زنا) کی تہمت لگانے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۹)، اسی طرح کافروں کی راہ کو مومنوں کی راہ سے زیادہ مبنی بر ہدایت سمجھنے والوں پر لعنت فرمائی ہے(۱۰)' نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کے علاوہ اور بہت سی دوسری چیزوں پر لعنت فرمائی ہے' اگر ان کے ارتکاب میں صرف اتنی ہی

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی،۳/۶۱۳، حدیث نمبر: (۱۳۳۶)،سنن ابوداود، کتاب الاقضیہ، باب کراھۃ الرشوۃ،۳/۳۰۰، حدیث نمبر: (۳۵۸۰)، علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۴)' ارواء الغلیل (حدیث نمبر:۲۶۲۶) اور صحیح سنن ابوداود (حدیث نمبر:۳۰۵۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) سنن ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ النساء للقبور،۳/ ۲۱۸، حدیث نمبر: (۳۲۳۶)،سنن ترمذی،۲/ ۱۳۶، علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی (۱/ ۳۰۸) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۳) سنن ابوداود، کتاب النکاح، باب ماجاء فی جامع النکاح،۲/ ۲۴۹، حدیث نمبر: (۲۱۶۲)، اس حدیث کو علامہ شیخ البانی نے صحیح سنن ابوداود (۲/ ۴۰۶) میں حسن قرار دیا ہے۔

(۴) صحیح بخاریم کتاب النکاح، باب اذا باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا،۶/ ۱۸۳، حدیث نمبر: (۵۱۹۳)۔

(۵) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن الاشارۃ بالسلاح الی المسلم،۴/ ۲۰۲۰، حدیث نمبر: (۲۶۱۶)۔

(۶) دیکھئے: سورۃ الاحزاب:۵۷۔

(۷) دیکھئے: سورۃ الرعد:۲۵۔

(۸) دیکھئے: سورۃ البقرہ:۱۵۹۔

(۹) سورۃ النور:۲۳۔

(۱۰) سورۃ النساء:۵۱،۵۲۔

قباحت ہو کہ ان کا مرتکب اللہ' اس کے رسول ﷺ اور فرشتوں کے لعنت کردہ لوگوں میں سے ہونے پر راضی ہے تو محض اتنی چیز ہی اسے اس گناہ سے رکنے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے، لہٰذا عقلمند کو چاہئے کہ ہر قسم کے گناہ سے دور رہے تاکہ فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہو، واللہ المستعان (۱)۔

(۲۴/۵) رسول اکرم ﷺ اور فرشتوں کی دعاء (رحمت) سے محرومی:

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے، نیز بیان فرمایا ہے کہ فرشتے بھی ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الذين يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم ويؤمنون به ويستغفرون للذين آمنوا ربنا وسعت كل شيءٍ رحمةً وعلماً فاغفر للذين تابوا واتبعوا سبيلك وقهم عذاب الجحيم، ربنا وأدخلهم جنات عدنٍ التي وعدتهم ومن صلح من آبائهم وأزواجهم و ذرياتهم إنك أنت العزيز الحكيم، وقهم السيئات ومن تق السيئات يومئذ فقد رحمته وذلك هو الفوز العظيم﴾ (۲)۔

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں' اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے' پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہیشگی والی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادمیں سے (بھی) ان کو جو نیکو کار ہیں' بیشک تو غالب وباحکمت ہے۔ اور انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ' حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تیرا رحم ہوا' اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

یہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے پیروکار (جن کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں)' توبہ کرنے والے مومنوں کے حق میں فرشتوں کی دعاء ہے، لہٰذا ان مومنوں کے علاوہ کوئی (اپنے حق

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۱۵ تا ۱۱۹۔

(۲) سورۃ المومن: ۷ تا ۹۔

میں) اس دعا کی قبولیت کی خواہش نہ کرے(۱)۔

(۶/۲۵) گناہ خود فراموشی کا باعث ہے نیز اللہ عزوجل کے اپنے بندے کو بھلا دینے کا سبب ہے' اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو بھلا دیتا ہے تو یہ ہلاکت کی وہ منزل ہوتی ہے جس سے نجات کی کوئی امید نہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ماقدمت لغدٍ واتقوا الله إن الله خبیر بما تعملون، ولا تکونوا کالذین نسوا الله فأنساهم أنفسهم أولئک هم الفاسقون﴾(۲)۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے' اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو' اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا' اور ایسے ہی لوگ فاسق ہوتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کا تقویٰ ترک کر دیتا ہے وہ اس کا مواخذہ اس طرح کرتا ہے کہ اسے اس کی ذات یعنی اس کی مصلحتوں' اور اسے اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی چیزوں نیز ابدی زندگی' اس کی لذت کا کمال' فرح و سرور اور اس کی نعمت کو واجب کرنے والی چیزوں سے غافل کر دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ اپنی عظمت' خوف اور اپنے حکم کی بجا آوری سے غافل ہونے کی جزا کے طور پر ان چیزوں سے غافل کرتا ہے، چنانچہ آپ گنہ گار کو پائیں گے کہ وہ اپنی ذاتی مصلحتوں کو ضائع و پامال کرنے والا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنے ذکر سے غافل کر دیتا ہے' وہ اپنی خواہشات نفسانی کا اسیر ہو جاتا ہے' اس کی دنیوی و اخروی مصلحتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور وہ اپنی ابدی سعادت کے حصول میں کوتاہی ہی کرتا ہے، اور معمولی لذت کے عوض اسے تبدیل کر دیتا ہے وہ محض ایک جلد فنا ہونے والا ساز و سامان ہوتا ہے جس میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی، جیسا کہ کہا گیا ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص۱۱۹ تا ۱۲۰۔

(۲) سورۃ الحشر: ۱۸، ۱۹۔

أحــلام نوم أو كــظــل زائل　　　إن اللــبيب بمثلـها لا يخـد ع

(یہ) جھوٹے خواب یا ڈھلتی چھاؤں کی مانند ہیں، دانشمند اس طرح کی چیزوں سے فریب نہیں کھاتا۔

اور سب سے بڑی سزا بندے کا اپنے نفس کو بھلا دینا' پامال کر دینا' اس کے نصیبہ اور اللہ کی جانب سے اس کے معاون کو ضائع کر دینا نیز دھوکہ' ذلت و رسوائی اور حقیر و کمتر قیمت کے عوض اسے فروخت کر دینا ہے، چنانچہ بندہ (گنہ گار) ایسی چیز کو ضائع کر دیتا ہے جس سے اسے بے نیازی اور جس کا کوئی عوض ہی نہیں ہے، (شاعر کہتا ہے):

من كل شيءٍ إذا ضيعته عوض　　　ومامن الله إن ضيــعته عـوض

ہر چیز کو جسے آپ ضائع کر دیں (کھو دیں) کوئی نہ کوئی عوض ہوتا ہے، (لیکن) اگر آپ اللہ کو ضائع کر دیں تو اس کا کوئی عوض نہیں۔

چنانچہ اللہ عزوجل اپنے سوا ہر چیز کا عوض عطا فرماتا ہے، اور کوئی بھی شے اس (اللہ) کا عوض عطا نہیں کر سکتی (۱)۔

(۲۶/۷) گناہ گناہ گار کو احسان کے دائرہ سے خارج کر دیتا ہے' کیونکہ گناہوں کا انجام یہ ہے کہ وہ گنہ گار کو محسنین کے ثواب سے محروم کر دیتا ہے' اس لئے کہ جب دل میں احسان ہوتا ہے تو وہ اسے گناہوں سے روکتا ہے، کیونکہ محسن اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے' اور عبادت کا یہ وصف بندہ اور اس کے گناہ کے ارادہ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے چہ جائے کہ وہ گناہوں میں واقع ہو (۲)۔

(۲۷/۸) گناہ مومنوں کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے' اور جس سے مومنوں کا ثواب اور ان سے اللہ کا حسن دفاع فوت ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس سے وہ ساری بھلائی فوت ہو گئی جسے اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن) میں ایمان پر مرتب فرمایا ہے، اور وہ تقریباً خیر و بھلائی کی سو خصلتیں ہیں' ان میں سے ہر خصلت دنیا اور دنیا کی ساری نعمتوں سے بہتر ہے، چند خصلتیں درج ذیل ہیں:

(الف) اجر عظیم: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۵، ۱۳۶ و ۱۹۰ تا ۱۹۵۔

(۲) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۳۷۔

﴿وسوف يؤتي الله المؤمنين أجراً عظيماً﴾(۱)۔

عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔

(ب) ان سے دنیا و آخرت کی برائیاں دور کرنا: ارشاد باری ہے:

﴿إن الله يدافع عن الذين آمنوا﴾(۲)۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔

(ج) ان سے اللہ کی دوستی، اور اللہ تعالیٰ جسے اپنا دوست رکھتا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿الله ولي الذين آمنوا﴾(۳)۔

اللہ ایمان والوں کا ولی اور دوست ہے۔

(د) ان کے لئے درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے۔

﴿لهم درجات عند ربهم ومغفرة ورزق كريم﴾(۴)۔

ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے۔

(ھ) ان کے لئے اللہ کی معیت (ساتھ): ارشاد باری ہے:

﴿وأن الله مع المتقين﴾(۵)۔

اور بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

(و) دنیا و آخرت میں رفعت و سربلندی: ارشاد ہے:

﴿يرفع الله الذين آمنوا والذين أوتوا العلم درجات﴾(۶)۔

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان لانے والوں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۴۶۔

(۲) سورۃ الحج: ۳۸۔

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۵۷۔

(۴) سورۃ الانفال: ۴۔

(۵) سورۃ الانفال: ۱۹۔

(۶) سورۃ المجادلہ: ۱۱۔

(ز) عزت: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون﴾(۱)۔

عزت تو صرف اللہ اس کے رسول (ﷺ) اور مومنوں ہی کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

(ح) اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے دو حصے اور ایک ایسا نور عطا فرمائے گا جس میں وہ چلیں گے اور ان کے گناہوں کی بخشش فرمائے گا (۲)۔

(ط) خوف کی شدت (قیامت) کے روز انہیں خوف سے امن وسکون عطا فرمائے گا، ارشاد الٰہی ہے:

﴿فمن آمن و أصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾(۳)۔

جو لوگ ایمان لائے اور اصلاح کی انہیں نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

(ی) قرآن ان کے لئے ذریعہ ہدایت اور شفاء ہے، ارشاد ہے:

﴿قل هو للذين آمنوا هدىً وشفاء والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر وهو عليهم عمىً أولئك ينادون من مكانٍ بعيد﴾(۴)۔

آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہرا پن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھا پن ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ ایمان دنیا وآخرت میں ہر طرح کی بھلائی کے حصول کا سبب ہے اور دنیا وآخرت کی ہر برائی کا سبب ایمان سے محرومی ہے، چنانچہ بندے کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جو اس کے لئے دنیا وآخرت میں خسارے کا سبب ہو کیونکہ گناہوں پر اصرار کرنا دلوں پر زنگ چڑھ جانے کا سبب ہے، اور اس پر برقرار رہنے سے اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ وہ کہیں ایسی چیز کا ارتکاب نہ کر بیٹھے جو

---

(۱) سورۃ المنافقون: ۸۔

(۲) دیکھئے: سورۃ الحدید: ۲۸۔

(۳) سورۃ الانعام: ۴۸۔

(۴) سورۃ حم السجدہ: ۴۴۔

اسے ایمان سے مکمل طور پر خارج کر دے' اسی بنیاد پر سلف صالحین (گناہوں سے) بہت زیادہ ڈرتے تھے، بعض سلف کا قول ہے: ''تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور میں کفر سے ڈرتا ہوں''(۱)۔

(۲۸/۹) گناہ بندے اور اس کے رب کے درمیان قطع تعلق پیدا کرتا ہے' اور جب بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو اس سے بھلائی کے سارے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور برائی کے تمام اسباب جڑ جاتے ہیں، چنانچہ جس سے بھلائی کے سارے اسباب منقطع ہو گئے ہوں نیز اس کے اور اس کے آقا و مولا جس سے اسے پل بھر کے لئے بھی بے نیازی نہیں' کے درمیان سے واسطے ٹوٹ گئے ہوں اس کے لئے کیسی کامیابی' کون سی امید اور کیسی زندگی؟ (۲)۔

(۲۹/۱۰) گناہ گنہ گار کو شیطان کا اسیر' اس کی شہوت کا غلام اور اس کی نفسانی خواہشات کا قیدی بنا دیتا ہے، اور جو شخص اپنے (سب سے) بڑے دشمن کی قید میں ہو اس سے زیادہ بدحال قیدی کوئی نہیں' نہ خواہشات کی بندش سے تنگ کوئی بندش ہے اور نہ ہی شہوت کی قید سے پریشان کن کوئی قید و بند، چنانچہ جو دل کسی کی قید و بند میں ہو وہ اللہ اور دار آخرت کی طرف کیسے چل سکتا ہے؟ واللہ المستعان (۳)۔

(۳۰/۱۱) گناہ گنہ گار کو سافلین (نچلے اور پست طبقے والوں) میں سے بنا دیتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو دو طرح سے پیدا فرمایا ہے: علیہ (اونچے اور بلند طبقے والے) اور سفلہ (نیچے اور پست طبقے والے)' اور علیہ کا ٹھکانہ علیین بنایا ہے اور سفلہ کا ٹھکانہ پست کر دیا ہے (سافلین بنایا ہے)' نیز اپنے اطاعت گزاروں کو دنیا و آخرت میں سربلندی عطا فرمائی ہے اور اپنے نافرمانوں کو دنیا و آخرت میں ذلت و پستی کی تہوں میں ڈال دیا ہے (۴)۔

(۳۱/۱۲) گناہ کرامت و بزرگی کو ختم کر دیتا ہے، گناہوں کا انجام اللہ عزوجل کے نزدیک قدر و منزلت اور بزرگی کا گر جانا بھی ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے باعزت شخص وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو (۵)، اور سب سے زیادہ قریب قدر و منزلت والا وہ ہے جو اس کا سب سے زیادہ اطاعت

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۹ و ۲۱۷ تا ۲۱۹۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۵۵، ۱۹۵، ۱۴۴۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۵۰۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۶۱۔

(۵) ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ [سورة الحجرات: ۱۳]۔

گزار ہو، اللہ کی اطاعت کے مطابق ہی اللہ کے نزدیک کسی بندے کا مقام و مرتبہ ہوتا ہے، جب بندہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اللہ کی نگاہ سے گر جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اسے بندوں کی نگاہ سے بھی گرا دیتا ہے، اور جب مخلوق کے درمیان اس کا کوئی مقام و مرتبہ اور وزن نہیں ہوتا ہے تو وہ اسی حساب سے اس سے معاملہ بھی کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گمنامی' بے قدری اور خستہ حالی کے درمیان بڑی بری زندگی گزارتا ہے' نہ اس کا کوئی احترام ہوتا ہے، نہ ہی فرحت و مسرت' کیونکہ گمنام اور بے قدر و قیمت ہونا ہر طرح کے فکر و غم اور حزن و ملال کا سبب ہوتا ہے، جس میں خوشی و مسرت کا کوئی تصور ہی نہیں، جبکہ اطاعت شعار بندے پر اللہ کی سب سے عظیم نعمت یہ ہے کہ دونوں جہاں میں اس کا ذکر بلند کر دے اور اس کی قدر و قیمت بڑھا دے (۱)۔

(۱۳/۳۲) گناہ گار سے اللہ کی نفرت و کراہت، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿واللہ لا یحب کل کفار أثیم﴾ (۲)۔

اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إن اللہ لا یحب من کان خواناً أثیماً﴾ (۳)۔

بیشک اللہ تعالیٰ کسی بھی خیانت کرنے والے گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

(ج) جسم پر گناہوں کے اثرات:

گناہ گار کے جسم پر بھی گناہوں کے کچھ اثرات ہوتے ہیں، بطور مثال چند اثرات حسب ذیل ہیں:

(۱/۳۳) شرعی سزائیں: اگر گنہ گار کو سابقہ سزاؤں سے کوئی خوف و دہشت نہ ہو اور وہ اپنے دل پر ان کا کوئی اثر نہ پائے' تو اسے چاہئے کہ وہ جرائم پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی متعین کردہ سزاؤں اور عقوبتوں کی طرف دیکھے (ان سے عبرت حاصل کرے) جو حدود' کفارے اور تنبیہی سزائیں ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۵۱۔

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۷۶۔

(۳) سورۃ النساء: ۱۰۷۔

حدود:

جیسے مرتد کا قتل، زنا کاری، چوری، تہمت تراشی اور شراب خوری وغیرہ کی حدیں۔

یہ حدود (درج ذیل) پانچ ضرورتوں کی حفاظت کرتی ہیں:

دین، جان، نسل، عقل اور مال۔

اللہ عزوجل نے محض ان پانچ ضرورتوں کی حفاظت ہی کے لئے یہ حدیں مشروع فرمائی ہیں۔

کفارے:

یہ قتل خطا، ظہار(۱) اور رمضان کے دن، حالت احرام، ایام حیض و نفاس وغیرہ میں بیوی سے ہمبستری کر لینے اور قسم کے کفارے ہیں۔

تعزیرات (تنبیہی سزائیں):

یہ سزائیں مسلمان حاکم کی صوابدید پر مبنی ہیں، وہ ان کے ذریعہ زجر و توبیخ کرتا ہے(۲) تنبیہی سزائیں حدود کے درجہ تک نہیں پہنچتیں، الا یہ کہ جرم بہت سنگین ہو تو تعزیر قتل تک بھی پہنچ سکتی ہے، اور یہ تمام چیزیں حاکم کی خواہش نفس کے مطابق نہیں بلکہ شرعی قواعد کے مطابق ہیں (۳)۔

(۲/۳۴) قدری سزائیں: اس کی دو قسمیں ہیں:

دل و جان پر، اور جسم و مال پر۔

دل و جان کو ہونے والی قدری سزائیں وہ وجودی آلام و مصائب ہیں جن سے دل دوچار ہوتا ہے، نیز ان

---

(۱) ''ظہار'' ظہر سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ پشت کے ہوتے ہیں، اصطلاح میں ظہار اس عمل کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو، (یا محرمات میں سے کسی کی بھی پشت کی طرح کہے)، ایسا کرنے والے پر بالترتیب تین کفارے ہیں: ۱-ایک غلام آزاد کرنا، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ۲-مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ۳-ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، کفارے کی ادائیگی کے بغیر وہ اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کرسکتا۔ (مترجم)

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۰۸ تا ۲۱۱، المعاصی واثرھا علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص ۱۱۶ تا ۱۱۸۔

(۳) مجلۃ البحوث الاسلامیہ، مجریہ از رئاسۃ البحوث العلمیہ (شمارہ: ۲۱، ص ۳۵۵) میں نشا آور اشیاء کی اسمگلنگ کرنے اور اس کی ترویج کرنے والے کے بارے میں ہیئۃ کبار العلماء کی قرارداد نمبر: (۱۳۸) ملاحظہ فرمائیں۔

مواد کو کاٹ دینا ہے جن پر اس کی زندگی اور صلاح و درستگی کی بنیاد قائم ہے، اور جب یہ مواد اس سے کاٹ دیئے جائیں گے تو دل ان کے برعکس چیزوں سے دوچار ہوگا۔

جسموں پر قدری سزاؤں کی دو قسمیں ہیں:

دنیا کی قدری سزائیں اور آخرت کی قدری سزائیں۔

مقصود یہ ہے کہ گناہوں کی سزائیں دو طرح کی ہوتی ہیں، شرعی سزائیں اور قدری سزائیں، اور یہ سزائیں یا تو دل پر ہوتی ہیں یا جسم پر، یا دل و جسم دونوں پر، اور کچھ سزائیں مرنے کے بعد برزخی زندگی میں اور کچھ جسموں کے حشر کے دن ہوں گی (۱)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قدری سزائیں انسان کو اس کے دین، یا دنیا، یا دین و دنیا دونوں میں لاحق ہونے والے فتنے، مصیبتیں اور آلام و مصائب کی دیگر تمام قسموں اور شکلوں کے ذریعہ ابتلاء و آزمائش ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:

ایک وہ جو بلندیٔ درجات کے لئے ہوتی ہیں، دوسرے وہ جو گناہوں کی معافی کے لئے ہوتی ہیں اور تیسرے وہ جو انسان پر اس کے ظلم و سرکشی اور اپنے رب کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ہوتی ہیں۔

یہ آخری درجہ جرم و گناہ کے اعتبار سے مسلم و کافر دونوں کو شامل ہے (۲)۔

(۳۵/۳) گناہ جسم کو کھوکھلا کر دیتے ہیں، کیونکہ مومن کی اصل قوت اس کے دل میں ہوتی ہے، جس قدر اس کے دل میں قوت پیدا ہوگی اسی قدر اس کا جسم بھی قوی تر ہوگا، رہا فاسق و فاجر شخص تو وہ گرچہ جسمانی طور پر طاقتور کیوں نہ ہو لیکن ضرورت کے وقت کمزور سے کمزور تر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی طاقت و قوت اس کے نفس کی شدید ضرورت کے وقت اس کی خیانت کر جاتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فارس و روم کی جسمانی قوت پر غور کرو کہ کس طرح شدید ضرورت کے موقع پر ان کی قوت نے انہیں دھوکا دے دیا، اور اہل ایمان نے اپنی جسمانی و قلبی قوت (ایمان) کے بل بوتے انہیں تہس نہس کر دیا'' (۳)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۰۸ تا ۲۱۱۔

(۲) دیکھئے: المعاصی واثرها علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص ۱۱۸۔

(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۶۔

(د) روزی پر گناہوں کے اثرات:

(۱/۳۶) گناہ روزی سے محروم کر دیتے ہیں: اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی گناہ کے سبب انسان روزی سے محروم ہو جاتا ہے، اور جس طرح اللہ کا تقویٰ حصول رزق کا ذریعہ ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**ومن يتق الله يجعل له مخرجاً، ويرزقه من حيث لا يحتسب**﴾(۱)۔

جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لئے سبیل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح اللہ کے تقویٰ کا ترک کرنا فقر ومحتاجی کا سبب ہے' یہی (مذکورہ) آیت کریمہ کا مفہوم ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کا تقویٰ نہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے نہ سبیل بنائے گا اور نہ ہی اسے ایسی جگہ سے روزی ہی عطا کرے گا جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ ہو، اور گناہوں کے ترک کی طرح حصول رزق کا کوئی ذریعہ نہیں ہے(۲)۔

(۲/۳۷) گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں: گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں اور عذاب اتارتے ہیں، بندے سے جو بھی نعمت زائل ہوتی ہے یا اس پر جو بھی عذاب اترتا ہے وہ گناہ ہی کے سبب ہوتا ہے، جیسا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ہر مصیبت گناہ ہی کے سبب نازل ہوتی ہے اور ہر مصیبت توبہ ہی سے ختم ہوتی ہے''(۳)، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿**وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير**﴾(۴)۔

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے' اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) سورہ الطلاق: ۲، ۳۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۴۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۲۔

(۴) سورۃ الشوری: ۳۰۔

﴿ذلک بأن الله لم یک مغیراً نعمة أنعمها علی قوم حتی یغیروا ما بأنفسهم﴾(۱)۔
یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو عطا کردہ نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے، وہ اس طور پر کہ اللہ کی اطاعت کو نافرمانی سے' شکر کو ناشکری سے' رضا وخوشنودی کے اسباب کو غیظ وغضب کے اسباب سے بدل لے، جب وہ (اپنی حالت) بدلتا ہے تو اس کی نعمت بھی برابر سرابر بدلے کے طور پر بدل دی جاتی ہے، اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اگر بندہ گناہ کو اطاعت سے بدل دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عافیت کے بدلہ سزا' اور عزت کے بدلہ ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بأنفسهم و إذا أراد الله بقوم سوءاً فلا مرد له وما لهم من دونه من والٍ﴾(۲)۔
کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

إذا كنت في نعمةٍ فارعها ... فإن المعاصي تزيل النعم
وحطها بطاعة رب العباد ... فرب العباد سريع النقم (۳)

جب تم کسی نعمت میں ہو تو اس کی دیکھ ریکھ (حفاظت) کرو' کیونکہ گناہ نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں، اور ان (گناہوں) کو بندوں کے رب کی اطاعت کے ذریعہ مٹادو' کیونکہ بندوں کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے۔

---

(۱) سورۃ الانفال: ۵۳۔
(۲) سورۃ الرعد: ۱۱۔
(۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۲۔

(۳/۳۸) گناہ مال کی برکت کو ختم کر دیتے ہیں اور کبھی تو کلی طور پر مٹا دیتے ہیں' اسی میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنی خرید وفروخت میں جھوٹ بولے گا اور سامانوں کے عیوب چھپائے گا' سزا کے طور پر اس کی برکت ختم کر دی جائے گی، چنانچہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"البيعان بالخيار مالم يتفرقا، فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما"(۱)۔

خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے جبتک دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، اگر دونوں سچ سچ بولیں گے اور معاملات واضح رکھیں گے تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوگی اور اگر دونوں چھپائیں گے اور جھوٹ بولیں گے تو دونوں کی خرید وفروخت کی برکت مٹا دی جائے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"من أخذ أموال الناس يريد أداء ها أدى الله عنه، ومن أخذها يريد إتلافها أتلفه الله"(۲)۔

جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی ادائیگی کے اسباب مہیا فرمائے گا' اور جو اسے ضائع وبرباد کرنے کی نیت سے لے گا اللہ اسے ضائع کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کا مال ادا کرنے (لوٹانے) کی غرض سے لے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا میں فراخی وکشادگی پیدا کرے اس پر اس کی ادائیگی آسان کر دے گا، یا اس کی جانب سے قیامت کے روز اس کا ضمانت دار ہو جائے گا، اور جو لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کی نیت سے لے گا اس کی معیشت اور مال ودولت میں تباہی واقع ہو جائے گی، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے(۳)۔

---

(۱) متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، ۳/۱۴، حدیث نمبر: (۲۰۷۹)، مسلم، کتاب البیوع، باب الصدق فی البیع والبیان، ۳/۱۱۶۴، حدیث نمبر: (۱۵۳۲)۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا او اتلافھا، ۳/۱۱۳، حدیث نمبر: (۲۳۸۷)۔

(۳) دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح بخاری، لابن حجر، ۵/۵۴۔

(ھ) فرد پر گناہوں کے عام اثرات:

(۱/۳۹) گناہ عمر، روزی، علم، عمل اور طاقت کی برکتیں مٹا دیتا ہے، اور مجموعی طور پر دین و دنیا کی ساری برکتیں ختم کر دیتا ہے، چنانچہ آپ اللہ عزوجل کے نافرمان سے بڑھ کر زندگی، اور دین ودنیا میں بے برکت شخص کسی کو نہ پائیں گے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ولو أن أهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والأرض﴾(۱)۔

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

چنانچہ گناہ ہر چیز کی برکت کو مٹانے کا سبب ہیں، لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں سے دور بھاگے تاکہ اسے اپنے دین اور دنیا میں برکت حاصل ہو(۲)۔

(۲/۴۰) گناہ مذمت و برائی کا سبب ہیں، کیونکہ گناہوں کی تباہ کاریوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ گناہ گار کی ذات سے مدح وستائش اور شرافت کے نام چھین کر ذلت وخواری اور مذمت کے نام چسپاں کر دیتے ہیں، چنانچہ اس سے مومن، نیکوکار، محسن، متقی، اطاعت گزار، ولی، زاہد، صالح، عابد اور اچھا وغیرہ جیسے نام سلب کر کے بدکار، گنہ گار، مخالف، بد، فسادی، کمینہ، جھوٹا، خائن، قطع تعلق کرنے والا، دھوکے باز اور فاسق وفاجر جیسے اسماء سے موسوم کر دیتا ہے، اگر گناہ کی تباہ کاری صرف اسی حد تک ہو کہ وہ گنہ گار کو ان بدترین القاب اور انہیں واجب کرنے والی اشیاء کا مستحق بناتا ہے تو (اتنے سے ہی) عقل ان سے روکنے کی باعث ہے، واللہ المستعان(۳)۔

(۳/۴۱) گناہ، انسان پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیتے ہیں، یہ گنہ گار پر گناہوں کی سزاؤں میں سے ہے، چنانچہ (گناہ) اذیت، گمراہ گری، وسوسہ، ڈرانے، غمگین کرنے اور جس چیز میں اس کی مصلحت ہو اس سے غافل کرنے کے ذریعہ شیطانوں کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں، اسی طرح اس کے حاضر اور غائب ہونے کی صورت

---

(۱) سورۃ الاعراف:۹۶۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۵۷ تا ۱۶۱۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۵۲۔

میں ان تمام چیزوں کے ذریعہ جن سے انسانی شیاطین کو اسے اذیت پہنچانا ممکن ہوتا ہے اس پر مسلط کر دیتے ہیں، نیز اس پر اس کے اہل وعیال، خدمتگاروں، اولاد اور اس کے ہمسایوں کو اس کے خلاف جری بنا دیتے ہیں، گناہوں کی قباحت کے لئے یہی کافی ہے، واللہ المستعان (۱)۔

(۴/۴۲) گناہ بندے کو اپنے نفس کے سامنے کمزور کر دیتا ہے، یہ گناہوں کی سب سے بڑی تباہی ہے، کیونکہ جب بندہ اپنے نفس (پر قابو پانے) کا سخت حاجتمند ہوتا ہے تو وہ اس کی خیانت کرتے ہیں، کیونکہ ہر شخص کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو چیز اس کے لئے اس کی دنیا وآخرت میں نفع بخش اور ضرر رساں ہو اس کی معرفت حاصل کرے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا شخص وہ ہے جسے ان تمام چیزوں کی تفصیلی معرفت ہو، اور گناہ اس علم ومعرفت کے حصول اور دائمی بلند نصیبہ (خوش قسمتی) کو وقتی معمولی نصیبہ پر ترجیح دینے میں بندے کی خیانت کرتے ہیں، چنانچہ اسے اس علمی کمال اور دنیا وآخرت میں اس کے لئے جو چیز زیادہ نفع بخش اور مناسب وبہتر ہوتی ہے اس میں دلچسپی لینے سے روک دیتے ہیں۔ جب بندہ کسی برائی میں واقع ہوتا ہے اور اسے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے دل وجان اور اعضاء جسمانی اس کی خیانت کرتے ہیں، اور اس کی مثال اس آدمی کی سی ہوتی ہے جس کے پاس کوئی زنگ آلود تلوار ہو اور وہ نیام میں اس طرح پیوست ہو کہ جب وہ اسے کھینچے تو وہ نہ نکلے، عین اسی موقع پر اسے جانی دشمن کا سامنا ہو جائے، اور جب وہ اپنا ہاتھ تلوار کے دستانے پر رکھ کر اسے سونتنے کی کوشش کرے تو وہ نکلے ہی نہ، اور انجام کار یہ ہو کہ دشمن اس پر قابو پا کر اس کا کام تمام کر دے، بعینہ اسی طرح دل پر گناہوں کا زنگ چڑھ جاتا ہے اور مرض میں لت پت ہو جاتا ہے، اور جب بندہ کو دشمن کے مقابلہ کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے اس سے کوئی سہارا نہیں ملتا، بندہ تو اپنے دل ہی سے مقابلہ کرتا ہے، اعضاء وجوارح دل کے تابع ہوتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ بندہ جب کسی پریشانی یا مصیبت یا آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا دل، زبان اور اس کے اعضاء اس کے حق میں مفید ترین شے سے اسکی خیانت کرتے ہیں، چنانچہ اس کا دل اللہ پر توکل، اس کی طرف رجوع وانابت اور اس کے سامنے تواضع وانکساری کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، اس کی زبان اللہ کے ذکر کے لئے راضی نہیں ہوتی، اور اگر وہ اپنی زبان سے اللہ کا ذکر بھی کرتا ہے تو دل وزبان کو اکٹھا نہیں کر پاتا (اخلاص نہیں

---

(۱) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ۱۶۶۔

اپنا تا)، ایسی صورت میں وہ غافل و بے توجہ دل سے اللہ کا ذکر کرتا ہے، اور اگر وہ اپنے اعضاء سے کسی نیکی کے ذریعہ تعاون چاہتا ہے تو وہ اس سے دور بھاگتے ہیں، اس کی تابعداری نہیں کرتے، یہ تمام چیزیں گناہوں اور نافرمانیوں کے اثرات ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر ایک خوفناک اور تباہ کن امر یہ ہے کہ گنہ گار کا دل اور زبان جانکنی اور اللہ کی طرف منتقلی کے وقت اسے دھوکہ دے دیں، اور بسا اوقات اس پر کلمۂ شہادت کی ادائیگی بھی دشوار ہو جائے جیسا کہ لوگوں نے عالم جانکنی میں مبتلا ہونے والے بہت سے لوگوں پر اس قسم کی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اس قسم کے بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دانشمند شخص نے اپنی موت کے وقت کہا: ''ایک فلس (روپیہ) اللہ کے لئے، ایک فلس اللہ کے لئے''، یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی، اور ایک تاجر سے اس کی موت کے وقت ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے لئے کہا گیا تو وہ کہنے لگا: ''یہ ٹکڑا سستا ہے، یہ خریدنے کے لئے اچھا ہے'' اور اسی حالت میں وفات پا گیا، اسی طرح ایک اور شخص کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کی تلقین کی گئی تو اس نے کہا: ''جب بھی میں یہ کلمہ کہنا چاہتا ہوں، میری زبان ہی رک جاتی ہے''، ان کے علاوہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں(١)، ہم اللہ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(٤٣/٥) مکر کرنے والے کے ساتھ اللہ کا مکر، دھوکے باز کے ساتھ اللہ کا دھوکہ، استہزاء و مذاق کرنے والے کے ساتھ اللہ کا استہزاء و مذاق اور حق سے مائل و منحرف کے دل کو اللہ کا مزید منحرف کر دینا، یہ ساری چیزیں گناہوں کی تباہیاں اور نقصانات ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں(٢)۔

(٤٤/٦) دنیا اور عالم برزخ میں تنگ زندگی اور آخرت میں عذاب، یہ ساری چیزیں گناہوں کی تباہیاں ہیں، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن أعرض عن ذكري فإن له معيشةً ضنكاً ونحشره يوم القيامة أعمى﴾(٣)۔

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا

---

(١) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ١٦٨ تا ١٧١۔

(٢) دیکھئے: حوالہ سابق، ص ٢١٥۔

(٣) سورۃ طٰہٰ: ١٢٤۔

کر کے اٹھائیں گے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر جو ذکر نازل فرمایا ہے اس سے اعراض کرنے والوں کی زندگی دنیا، برزخ اور آخرت تمام جگہوں میں تنگ اور پریشان کن رہے گی، آنکھ کو ٹھنڈک، دل کو سکون اور نفس کو اطمینان اس اللہ کی ذات سے مل سکتا ہے جو معبود برحق ہے اور اس کے سوا ہر معبود باطل ہے، چنانچہ جس کی آنکھ کو اللہ سے ٹھنڈک حاصل ہو جائے، اس سے ہر آنکھ کو ٹھنڈک مل جائے گی اور جس کی آنکھ اللہ سے ٹھنڈی نہ ہو گی اس کا نفس دنیا پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے گھلتا پگھلتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا رہے گا(۱)۔

(۴۵/ ۷) گناہ گار کے معاملات کی دشواری: یہ ان عظیم چیزوں میں سے ہے جن سے گنہ گار دوچار ہوتا ہے، چنانچہ گنہ گار جس معاملہ کی طرف بھی رخ کرتا ہے اسے اپنے خلاف بند یا دشوار گذار ہی پاتا ہے، جس طرح تقویٰ شعار کا معاملہ اللہ تعالیٰ آسان کر دیتا ہے، اسی طرح جو اللہ کا تقویٰ ترک کر دیتا ہے اللہ اس کا معاملہ دشوار کر دیتا ہے، تعجب ہے کہ بندہ کیسے خیر و بھلائی کے سارے دروازے اپنے لئے بند، اور اس کی راہیں دشوار گزار پاتا ہے اور اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ یہ کیوں اور کیسے ہو رہا ہے؟(۲)۔

(۴۶/ ۸) گناہ عمر کم کر دیتا ہے اور اس کی برکت مٹا دیتا ہے، اور اس سے کوئی چارۂ کار بھی نہیں، کیونکہ جس طرح نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح گناہ اور فجور سے عمر میں کمی پیدا ہوتی ہے، علماء کرام کا اس (کی تشریح) کے سلسلہ میں اختلاف ہے، ایک جماعت کہتی ہے کہ گنہ گار کی عمر میں کمی کا مطلب اس کی عمر کی برکت کا ختم ہونا اور مٹ جانا ہے، یہ حق ہے اور یہ گناہوں کے بعض اثرات ہیں۔

اور ایک جماعت کہتی ہے کہ گناہ جس طرح رزق میں کمی پیدا کرتا ہے اسی طرح حقیقت میں عمر میں بھی کمی کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزی میں برکت کے بہت سے اسباب مہیا فرمائے ہیں جن سے اس میں اضافہ اور بڑھوتری ہوتی ہے، اور عمر میں برکت کے بہت سے اسباب بتائے ہیں جن سے اس میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے، جس طرح کچھ اسباب کی بنا پر عمر میں کمی ہوتی ہے اسی طرح چند اسباب کی بنا پر عمر میں اضافہ اور بڑھوتری ہونا ممتنع نہیں ہے، کیونکہ روزی، مدت، زندگی، صحت و بیماری، مالداری و فقیری اگرچہ اللہ عزوجل کی

(۱) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۲۱۶۔
(۲) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۵۔

قضا وقدر سے متعین کردہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کچھ اسباب کی بنا پر جو اپنے مسببات کی متقاضی ہوتی ہیں جو چاہتا ہے فیصلہ فرما دیتا ہے۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے: عمر کے کم کرنے میں گناہوں کی تاثیر اس اعتبار سے ہے کہ حقیقی زندگی دل کی زندگی ہے اور انسان کی عمر اس کی زندگی کی مدت ہے، چنانچہ اس کی عمر اللہ کی اطاعت میں گزری ہوئی زندگی کے اوقات ہیں اور یہی اس کی عمر کی گھڑیاں ہیں' چنانچہ نیکی' تقویٰ اور اطاعت سے ان اوقات میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کی حقیقی عمر ہے جس کے سوا اس کی کوئی عمر ہی نہیں، اور جب بندہ اللہ سے اعراض کرتا ہے اور گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کی حقیقی زندگی کے ایام ضائع ہو جاتے ہیں (۱)۔

(۹/۴۷) اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں سے گناہ گار کی ہیبت ختم کر دیتا ہے' یہ بھی گناہوں کی ایک تباہی ہے' اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح گنہ گار کا معاملہ معمولی اور حقیر و کمتر ہو جاتا ہے اسی طرح وہ خود بھی لوگوں (کی نگاہوں اور دلوں) میں کمتر اور حقیر ہو جاتا ہے، جس قدر بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے اس قدر لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اور جس قدر وہ اللہ سے ڈرتا ہے اسی قدر لوگ بھی اس سے ڈرتے ہیں اور جس قدر وہ اللہ اور اس کی حرام کردہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے اسی قدر لوگ بھی اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ کیسے بندہ اللہ کی حرمات کو پامال کرتا ہے اور اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ لوگ اس کی حرمتوں کو پامال نہ کریں؟ اور کیسے وہ اپنے اوپر اللہ کے حق کو حقیر سمجھتا ہے اور اللہ اسے لوگوں کی نظروں میں حقیر نہ کرے گا؟ اور کیسے وہ اللہ کی نافرمانیوں کا استخفاف کرتا ہے اور مخلوق اس کا استخفاف و توہین نہ کرے گی (۲)، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿ومن يهن الله فما له من مكرم﴾ (۳)۔

اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

(و) اعمال پر گناہوں کے اثرات:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض حالات میں اعمال بھی گناہوں سے متاثر ہوتے ہیں، چند مثالیں حسب

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۰۷۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۳۴۔

(۳) سورۃ الحج: ۱۸۔

ذیل ہیں:

(۱/۴۸) ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"لأعلمن أقواماً من أمتي يأتون يوم القيامة بحسناتٍ أمثال جبال تهامة بيضاً، فيجعلها الله عز وجل هباءً منثوراً" قال ثوبان رضى الله عنه: يارسول الله صفهم لنا، جلهم لنا، أن لانكون منهم ونحن لا نعلم، قال:"أما إنهم إخوانكم ومن جلدتكم ويأخذون من الليل كما تأخذون، ولكنهم أقوام إذا خلوا بمحارم الله انتهكوها"(۱)۔

میں اپنی امت کے کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے مثل سفید نیکیاں لے کر آئیں گے، تو اللہ عزوجل انہیں بکھرے ہوئے ذرات کے مثل بنادے گا، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کا وصف بتادیجئے اوران کی حالت ذرا واضح کردیجئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے شعوری میں ہم بھی انہی میں سے ہوجائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: خبردار! یہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے اور تمہاری ہی قوم ونسل کے ہوں گے اور جس طرح تم رات میں عبادت کرتے ہو یہ بھی کریں گے، لیکن یہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو اللہ کی حرمتوں کو پامال کریں گے۔

میں کہتا ہوں: شاید ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا ہوگا، یا کوئی ایسا عمل کیا ہوگا جو انہیں دین اسلام سے خارج کردے، یا ان کے قرض خواہ ہوں گے جنھیں یہ ساری نیکیاں اٹھا کردے دی جائیں گی، واللہ عزوجل اعلم۔

(۲/۴۹) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أتدرون من المفلس؟" قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع. فقال:" إن المفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الذنوب، ۲/ ۱۴۱۸، علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو سلسلہ الاحادیث الصحیحہ (۳/ ۱۷، حدیث نمبر: ۵۰۵) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۲/ ۴۱۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔

حسناته قبل أن يقضى ما عليه، أخذ من خطاياهم فطرحت عليه، ثم طرح في النار"(۱)۔

کیاتم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے درمیان مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ ہی کوئی سرمایہ، تو آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزہ اور زکاۃ لے کر آئے گا اور ساتھ ہی (یہ بدیاں بھی لے کر آئے گا کہ) اسے گالی دیا ہوگا، اس پر تہمت لگایا ہوگا، اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، اس کا خون (ناحق) بہایا ہوگا، اسے مارا ہوگا، تو (نتیجہ میں) س کی کچھ نیکیاں اسے دے دی جائیں گی، اور کچھ نیکیاں اسے دے دی جائیں گی، اور اگر اس کے ذمہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی' تو ان کی بداعمالیاں (گناہ) اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

ثانیاً: سماج و معاشرہ پر گناہوں کے اثرات:

معاشروں اور قوموں پر بھی گناہوں کے برے عظیم اثرات مرتب ہوتے ہیں، بطور مثال چند نمونے حسب ذیل ہیں:

(۱/۵۰) گناہوں کے سبب امتوں (اور قوموں) کی تباہی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت کے تمام نقصانات گناہوں کے سبب ہی ہوتے ہیں، چنانچہ بابا آدم اور مائی حوا علیہما السلام کو جنت جیسی لذت و نعمت اور فرحت و سرور کی منزل سے نکال کر آلام و مصائب اور حزن و ملال کی دنیا میں کس چیز نے ڈالا؟

ابلیس کو آسمان کی ملکوت سے کس نے نکالا، اور کس نے اسے راندۂ درگاہ کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے ظاہر و باطن کو مسخ کر کے اسے بدنما اور قبیح کس نے بنایا؟ اور کس جرم کی پاداش میں اس کی قربت کو دوری، رحمت کو لعنت' خوبصورتی کو بدصورتی' جنت کو دہکتی بھڑکتی جہنم اور ایمان کو کفر سے تبدیل کر دیا گیا؟

اور کس چیز نے تمام زمین والوں کو غرقاب کیا یہاں تک کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں تک جا پہنچا؟

کس چیز نے قوم عاد پر طوفانی ہوا مسلط کی یہاں تک کہ اس نے انہیں مسطح زمین پر مردہ کر کے پٹخ دیا گویا کہ وہ کھجور کی کھوکھلی شاخیں ہوں؟ اور ان کے جن گھروں' کھیتیوں اور جانوروں سے بھی اس کا گزر ہوا اسے

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم ۴/۱۹۹۷، حدیث نمبر: (۲۵۸۱)۔

تہس نہس کر کے رکھ دیا، یہاں تک کہ وہ قیامت تک کی تمام قوموں کے لئے عبرت ونصیحت بن کر رہ گئے؟

کس چیز نے قوم ثمود پر چیخ بھیجی جس نے ان کے جسموں کے اندر ہی ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا اور ان کا نام ونشان تک بھی باقی نہ رہا؟

کس چیز نے اغلام بازی میں ملوث بستیوں کو اٹھایا یہاں تک کہ ان کے کتوں کی آواز فرشتوں نے سنی اور پھر انہیں پلٹ کر تہ وبالا کر دیا اور سب کے سب ہلاک وبرباد ہو گئے، پھر ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسائی' اور انہیں بیک وقت کئی ایسی سزائیں دیں جسے ان کے علاوہ کسی اور قوم کو نہ دی، ان کی روش پر چلنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا، یہ چیز ظالموں سے کچھ دور نہیں؟

قوم شعیب (علیہ السلام) پر سایوں کی شکل میں بادل کا عذاب کس نے بھیجا' اور جب بادل عین ان کے سروں کے بالمقابل ہوا تو دہکتی آگ کی شکل میں ان پر برس پڑا؟

کس چیز نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں غرقاب کیا' پھر ان کی روحیں جہنم میں منتقل کر دی گئیں، چنانچہ جسم غرقاب ہوئے اور روحیں جہنم رسید!!

قارون کو اس کے گھر' مال ودولت اور اہل وعیال سمیت کس چیز نے زمین میں دھنسا دیا؟

نوح علیہ السلام کے بعد کی قوموں کو کس چیز نے طرح طرح کے عذاب سے دوچار کر کے پوری طرح تباہ وبرباد کر دیا؟

صاحب یٰسین کی قوم کو کس چیز نے چیخ کے عذاب سے دوچار کیا' جس کے نتیجہ میں سب کے سب بجھی ہوئی آگ کی مانند ہو گئے، کسی کا نام ونشان تک باقی نہ رہا؟ (۱)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تمام قوموں اور بستیوں کو جن چیزوں سے دوچار ہونا پڑا اور جس چیز نے انہیں ہلاک وبرباد کیا وہ ان کے گناہوں کا خمیازہ ہی تھا۔

(۲/۵۱) نعمتوں کا زوال، چنانچہ گناہ تمام قسم کی نعمتوں کو زائل کر دیتے ہیں، کیونکہ اللہ کی نعمتوں پر شکریہ سے ان میں بڑھوتری اور اضافہ ہوتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وإذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابي لشديد﴾ (۲)۔

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۸۴ تا ۸۶۔

(۲) سورۃ ابراہیم: ۷۔

اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور بندوں پر اللہ کی لاتعداد و بے شمار نعمتیں ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها إن الله لغفور رحيم﴾(۱)۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وإن تعدوا نعمت الله لا تحصوها إن الإنسان لظلوم كفار﴾(۲)۔

اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے، بیشک انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

ان نعمتوں میں سے بطور شمار نہیں بلکہ بطور مثال چند نعمتیں درج ذیل ہیں:

(الف) ایمان کی نعمت، جو کہ مطلق طور پر سب سے عظیم نعمت ہے۔

(ب) مال اور رزق حلال کی نعمت۔

(ج) اولاد کی نعمت۔

(د) وطن میں امن وسکون کی نعمت۔

(ھ) جسمانی صحت وعافیت کی نعمت (۳)۔

شکر گزاری کے سبب ان میں اور ان کے علاوہ دیگر نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ و نافرمانی اور اللہ عزوجل سے اعراض کے سبب یہ نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں، یا ان میں کمی واقع ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ بندہ کو ان میں برکت سے نہیں نوازتا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾(۴)۔

تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں

---

(۱) سورۃ النحل: ۱۸۔

(۲) سورۃ ابراہیم: ۳۴۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص ۱۴۲، والمعاصی وآثارها علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص: ۱۴۱ تا ۱۵۰۔

(۴) سورۃ الشوریٰ: ۳۰۔

سے درگزر فرما دیتا ہے۔

(۳/۵۲) عام ہلاکت انگیز عذاب کا نزول، ان میں کچھ عذاب درج ذیل ہیں:

(الف) طاعون کا ظہور۔

(ب) ایسی بیماریوں کا نزول جن کا وجود گذشتہ قوموں میں نہ تھا۔

(ج) قحط سالی، اخراجات کی دشواری اور حاکم وقت کا ظلم وتشدد۔

(د) آسمان سے بارش کا روک دیا جانا، اور اگر مویشی نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی۔

(ھ) دشمنوں کا غلبہ وتسلط۔

(و) اللہ تعالیٰ ان میں خانہ جنگی کی وبا ڈال دے گا۔

چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"يا معشر المهاجرين خمس إذا ابتليتم بهن وأعوذ بالله أن تدركوهن: لم تظهر الفاحشة في قوم حتي يعلنوا بها إلا فشا فيهم الطاعون والأوجاع التي لم تكن مضت في أسلافهم الذين مضوا، ولم ينقصوا المكيال والميزان إلا أخذوا بالسنين وشدة المؤونة وجور السلطان عليهم، ولم يمنعوا زكاة أموالهم إلا منعوا القطر من السماء ولولا البهائم لم يمطروا، ولم ينقضوا عهد الله وعهد رسوله إلا سلط الله عليهم عدواً من غيرهم فأخذوا بعض ما في أيديهم، وما لم تحكم أئمتهم بكتاب الله ويتخيروا مما أنزل الله إلا جعل الله بأسهم بينهم"(۱)۔

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تم ان میں مبتلا ہو، اور میں اللہ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان سے دوچار ہو، جس کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اسے علانیہ کرنے

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ۲/۱۳۳۲، حدیث نمبر: (۴۰۱۹)، نیز امام حاکم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے، ۴/۵۴۰، علامہ شیخ البانی نے اسے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۷۰) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱/۷، حدیث نمبر: ۱۰۶) میں صحیح قرار دیا ہے۔

لگتے ہیں ان میں طاعون اور ایسے امراض پھیل جاتے ہیں جن کا وجود ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں میں نہ تھا، اور جو لوگ بھی ناپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ خشک سالی، اخراجات کی دشواری اور حاکم وقت کے ظلم وستم سے دوچار ہوتے ہیں، اور جو لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ نہیں ادا کرتے ہیں ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی، اور جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ سے ایک دشمن ان پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کی بعض ملکیت پر قابض ہو جاتا ہے، اور جن کے بھی ائمہ و حکام اللہ کی کتاب سے فیصلہ نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت سے اختیار نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان میں خانہ جنگی پیدا کر دیتا ہے۔

یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی نشانی ہے کہ جو لوگ بھی ان گناہوں کے مرتکب ہوئے، ان ساری چیزوں سے بھی لامحالہ دوچار ہوئے، اور اس کی واضح اور ظاہر باہر دلیل ایڈز (AIDS) کی بیماری ہے، جس میں علانیہ فحش کار لوگ ملوث ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں (۱)۔

(۵۳/۴) ہزیمت و پسپائی کا نزول، کیونکہ جس طرح اطاعت اور اللہ کی طرف توجہ اور اس سے لولگانا نصرت و تائید اور فتح و غلبہ کا سبب ہے اسی طرح گناہ و معاصی اور اللہ عزوجل کے دین سے اعراض شکست وریخت اور پسپائی کا سبب ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿یاأیها الذین آمنوا إذا لقیتم فئةً فاثبتوا واذکروا الله کثیراً لعلکم تفلحون، وأطیعوا الله و رسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا إن الله مع الصابرین، ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطراً ورئاء الناس ویصدون عن سبیل الله والله بما یعملون محیط﴾ (۲)۔

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت اللہ کو یاد کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف

---

(۱) دیکھئے: الحکمۃ فی الدعوۃ الی اللہ، از: مصنف، ص ۵۰۶۔

(۲) سورۃ الانفال: ۴۵ تا ۴۷۔

نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر وسہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے، جو کچھ وہ کررہے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿إنا لننصر رسلنا والذين آمنوا في الحياة الدنيا ويوم يقوم الأشهاد﴾(۱)۔

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیوی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وكان حقاً علينا نصر المؤمنين﴾(۲)۔

ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ولينصرن الله من ينصره إن الله لقوي عزيز﴾(۳)۔

جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبہ والا ہے۔

مزید ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إن تنصروا الله ينصركم ويثبت أقدامكم، والذين كفروا فتعساً لهم وأضل أعمالهم﴾(۴)۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کردے گا۔

---

(۱) سورۃ المؤمن: ۵۱۔

(۱) سورۃ الروم: ۴۷۔

(۲) سورۃ الحج: ۴۰۔

(۳) سورۃ محمد: ۷، ۸۔

چنانچہ ان اسباب کو اپنانا نصرت الٰہی کا سب سے عظیم سبب ہے اور انہیں ترک کر دینا شکست و پسپائی اور دنیا وآخرت میں خسارے کا سب سے عظیم سبب ہے(۱)۔

(۵/۵۴) گناہ اور معاصی گذشتہ قوموں کی وراثت ہیں، لہٰذا مسلمان کو ظالموں سے گناہوں کا وارث ہونے سے بچنا چاہئے، چنانچہ لواطت (اغلام بازی) قوم لوط (علیہ السلام) کی' اپنا حق بڑھا کر لینا اور کم کر کے لوٹانا قوم شعیب (علیہ السلام) کی، زمین میں فتنہ وفساد کے ذریعہ تکبر وسرکشی قوم فرعون کی اور تکبر اور جبر وتشدد قوم ہود (علیہ السلام) کی وراثت ہیں، چنانچہ گناہ گار (جو ان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے) انہی اللہ کی دشمن قوموں کا لباس زیب تن کرتا ہے(۲)۔

(۶/۵۵) گناہوں کے اثرات حیوانات' درختوں' زمین اور تمام مخلوقات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

(۷/۵۶) گناہ ومعاصی قبر' روز قیامت اور جہنم کے عذاب کا سبب ہیں' ہم ان چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں(۳)۔

آٹھواں مسلک: علاج:

بلاشبہہ بندوں کو نجات دینے والی کچھ چیزیں ہیں جو انہیں ہلاکتوں' جرائم اور مصیبتوں کے نازل ہونے کے بعد ان سے نجات دیتی ہیں' اور مصیبتوں کے نزول سے قبل بھی نجات دلاتی ہیں' اور دنیا وآخرت میں ان کے لئے سعادت ونیک بختی کا سبب ہیں، ان میں سے چند نجات دہندہ امور حسب ذیل ہیں:

اول: سچی خالص توبہ' اور تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے استغفار، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيها المؤمنون لعلكم تفلحون﴾(۴)۔

اے مومنو! سب کے سب اللہ کی جانب توبہ کرو تاکہ فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہو۔

نیز ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: المعاصی واثرھا علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص۱۵۳، ۱۵۴۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص۱۱۱۔

(۳) دیکھئے: حوالہ سابق، ص۱۲۰ تا ۱۲۴، والمعاصی واثرھا علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح، ص۱۶۴ تا ۲۲۲۔

(۴) سورۃ النور: ۳۱۔

﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾(۱)۔
اے مومنو! اللہ کی جانب سچی خالص توبہ کرو۔
نیز ارشاد ہے:
﴿قل يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً إنه هو الغفور الرحيم﴾(۲)۔
آپ کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے توبہ کی طرف سبقت کرنے والوں کی مدح وستائش فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:
﴿ والذين إذا فعلوا فاحشةً أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب إلا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون﴾(۳)۔
جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔
نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿وإني لغفار لمن تاب و آمن وعمل صالحاً ثم اهتدى﴾(۴)۔
اور بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔
توبہ کی بڑی عظیم الشان فضیلتیں ہیں جو توبہ کرنے والے کو حاصل ہوتی ہیں، بطور مثال چند فضائل

---

(۱) سورۃ التحریم: ۸۔
(۲) سورۃ الزمر: ۵۳۔
(۳) سورۃ آل عمران: ۱۳۵۔
(۴) سورۃ طٰہٰ: ۸۲۔

حسب ذیل ہیں:

۱-توبہ کرنے والوں سے اللہ کی محبت، ارشاد باری ہے:

﴿ إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين﴾ (۱)۔

بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۲-بندہ کی توبہ سے اللہ عزوجل کی فرحت ومسرت، چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لله أشد فرحاً بتوبة عبده حين يتوب إليه من أحدكم كان على راحلته بأرضٍ فلاةٍ فانفلتت منه وعليها طعامه و شرابه، فأيس منها فأتى شجرةً فاضطجع في ظلهاقد أيس من راحلته فبينما هو كذلك إذ هو بها قائمة عنده، فأخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح: اللهم أنت عبدي وأنا ربك، أخطأ من شدة الفرح" (۲)۔

جب بندہ اللہ کی جانب توبہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے بندے کی توبہ سے تم میں اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں اپنی سواری پر ہو اور یکایک وہ سواری اپنے کھانے پانی سمیت اس سے کھو جائے' اور وہ اس سواری سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں آ کر لیٹ جائے' اور ابھی وہ اسی حالت مین ہو کہ اچانک کیا دیکھے کہ اس کی سواری اس کے سامنے کھڑی ہے، چنانچہ وہ اس کی نکیل پکڑ کر بول پڑے: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، مارے خوشی کے غلطی کر جائے۔

۳-اللہ عزوجل کا گناہوں کو نیکیوں میں بدل دینا، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿والذين لا يدعون مع الله إلٰهاً آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلک يلق أثاماً يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۲۲۔

(۲) متفق علیہ: کتاب الدعوات، باب التوبہ، ۷/۱۸۹، حدیث نمبر: (۶۳۰۹)، صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب التوبہ، باب فی الحض علی التوبہ والفرح بھا، ۴/۲۱۰۴، حدیث نمبر: (۲۷۴۷)۔

مهاناً إلا من تاب و آمن وعمل صالحاً فأولئک يبدل الله سيئاتهم حسناتٍ وكان الله غفوراً رحيماً﴾(۱)۔

اور جولوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کونہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو بجز حق کے قتل نہیں کرتے' نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں' اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ ہمیش اسی میں رہے گا، سوائے ان کے جو توبہ کریں' ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۴- تمام گناہوں سے سچی خالص توبہ کرنے والا دخول جنت سے سرفراز ہوتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم ويدخلكم جناتٍ تجري من تحتها الأنهار يوم لا يخزي الله النبي والذين آمنوا معه نورهم يسعى بين أيديهم وبأيمانهم يقولون ربنا أتمم لنا نورنا واغفرلنا إنک على كل شيء قدير﴾(۲)۔

اے مومنو! اللہ کی جانب سچی خالص توبہ کرو' قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں' جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور ایمان والوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا' ان کا نور اس کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا' یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

توبہ کی قبولیت کے لئے درج ذیل چند شروط اور ارکان کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) گناہ سے کلی طور پر باز آنا اور اسے ترک کر دینا۔

(ب) ہمیشہ ہمیش کے لئے اس (گناہ) کی طرف نہ پلٹنے کا پختہ عزم وارادہ کرنا۔

---

(۱) سورۃ الفرقان: ۶۸ تا ۷۰۔

(۲) سورۃ التحریم: ۸۔

(ج) (سابقہ) گناہ کے ارتکاب پر ندامت وشرمساری۔

(د) اگر گناہ کسی آدمی کے حق میں ہوتو اس کے لئے ایک چوتھی شرط یا چوتھا رکن بھی ہے، وہ یہ ہے کہ حقدار سے اس حق کو حلال کروالے اور حقوق لوٹادے۔

غرغرہ کے وقت یا آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ نفع بخش نہیں ہوتا (۱)۔

دوم: خلوت وجلوت میں اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرنا، اور وہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کی روشنی میں، اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے اس کی اطاعت کا عمل انجام دے، اور اللہ کی روشنی میں اللہ کے عذاب کا خوف کرتے ہوئے اس کی معصیت ونافرمانی ترک کردے اور اپنے اور اپنے رب کے غضب وناراضگی اور عذاب کے خوف کے درمیان بچاؤ کا ایک ایسا ذریعہ بنالے جو اسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھے (۲)۔

سوم: معروف (بھلائی) کا حکم دینا اور منکر (برائی) سے روکنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ (۳)۔

تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقاباً من عنده ثم تدعُنَّه فلا يستجيب لكم" (۴)۔

اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور بھلائی کا حکم دوگے اور برائی سے منع

---

(۱) دیکھئے: مدارج السالکین، لابن القیم، ۱/ ۲۰۱ تا ۴۴۰، وشرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۷/ ۵۹، الآداب الشرعیۃ لابن مفلح، ۱/ ۸۵ تا ۱۵۶، غذاء الالباب للسفارینی، ۲/ ۵۶۸ تا ۵۶۹۔

(۲) زیر نظر کتاب کا ص: (۴۱۷) ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) سورۃ آل عمران: ۱۰۴۔

(۴) سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۴/ ۶۸ حدیث نمبر: (۲۱۶۹)، مسند احمد (الفاظ مسند احمد ہی کے ہیں)، ۵/ ۳۸۸، علامہ شیخ البانی نے اسے صحیح سنن ترمذی (۲/ ۲۳۳) میں حسن قرار دیا ہے۔

کروگے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی جانب سے عذاب بھیج دے پھر تم دعا کروگے تو تمہاری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فلما نسوا ما ذكروا به أنجينا الذين ينهون عن السوء وأخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون﴾(۱)۔

تو جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

چہارم: تمام اعتقادات اور اقوال وافعال میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء وپیروی کرنا(۲)۔

پنجم: اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ لینا:

۱- دعا پریشانی کے دور کرنے اور مطلوب کے حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے، لیکن کبھی کبھار یا فی نفسہ دعا کی کمزوری کے سبب اس کا اثر نہیں ہو پاتا ہے، وہ اس طور پر کہ وہ ظلم وسرکشی کی دعا ہو جسے اللہ تعالیٰ پسند نہ فرمائے، یا دل کی کمزوری اور اس کے اللہ کی جانب متوجہ نہ ہونے کے سبب، یا دعا کی قبولیت سے کسی مانع کے سبب، جیسے حرام خوری، ظلم اور دلوں پر گناہوں کے زنگ لگ جانے نیز غفلت، چوک اور بے توجہی کا غلبہ وتسلط وغیرہ، اور یا تو مقبول دعا کے شرائط نہ پائے جانے کے سبب(۳)۔

۲- دعاء نفع بخش دواؤں میں سے ہے، وہ مصیبت کی دشمن ہے، مصیبت کو نزول سے پہلے ہٹاتی ہے اور اس کا علاج کرتی ہے، اور اس کے نزول کو روکتی ہے یا نزول کے بعد اس میں تخفیف کرتی ہے، اور وہ مومن کا ہتھیار ہے(۴)۔

---

(۱) سورۃ الاعراف:۱۶۵۔

(۲) دیکھئے: المعاصی واثرھا علی الفرد والمجتمع، لحامد بن محمد المصلح ص۳۰۳ تا ۳۲۲۔

(۳) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص۲۲، ۳۵۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم ص۲۳، ۲۴۔

۳- مصیبت کے ساتھ دعاء کے تین مراتب ہیں:

(۱) یہ کہ دعا مصیبت سے زیادہ طاقتور ہو تو اسے دور ہٹا دے۔

(۲) یہ کہ دعاء مصیبت سے کمزور تر ہو تو مصیبت دعاء پر غالب آجائے اور بندہ اس مصیبت سے دوچار ہو جائے، لیکن کبھی کمزور ہونے کے باوجود بھی دعاء اس مصیبت کو ہلکا کر دیتی ہے۔

(۳) یہ کہ دونوں میں پنجہ آزمائی ہو، اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو روکنے کی کوشش کرے(۱)۔

چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل، فعليكم عباد الله بالدعاء"(۲)۔

دعاء نازل شدہ اور متوقع النزول ہر دو مصیبتوں میں مفید ہے، لہٰذا اے اللہ کے بندو اللہ سے دعاء کیا کرو۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يرد القضاء إلا الدعاء، ولا يزيد في العمر إلا البـــر"(۳)۔

قضا وقدر کو دعاء ہی ٹال سکتی ہے، اور عمر میں نیکی سے ہی اضافہ ہوسکتا ہے۔

۴- دعاء میں الحاح وزاری سب سے نفع بخش علاج ہے، چنانچہ سچا مسلمان دعا پر پل پڑتا ہے، اس کا التزام اور اس کی پابندی کرتا ہے، اور قبولیت کے اوقات میں اسے دوہراتا ہے، یہ دعا کی قبولیت سے سرفرازی کا سب سے عظیم سبب ہے(۴)۔

---

(۱) دیکھئے: حوالہ سابق، ص۲۴، ۳۵ تا ۳۷۔

(۲) مستدرک حاکم، ۱/۴۹۳، مسند احمد، علامہ شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع (۳/۱۵۱، حدیث نمبر: ۳۴۰۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) سنن ترمذی (مذکورہ الفاظ کے ساتھ)، کتاب القدر، باب ما جاء لا یرد القدر الا بالدعاء، ۴/۴۸۴، حدیث نمبر: (۲۱۳۹)، اور فرمایا ہے کہ: ''یہ حدیث حسن غریب ہے''، نیز اسے امام حاکم نے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ (ثوبان رضی اللہ عنہ سے) روایت کیا ہے، ۱/۴۹۳، اور صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، اور علامہ شیخ البانی نے اس حدیث کو مستدرک حاکم (بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ)، سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر: ۴۰۲۲) اور مسند احمد (۵/۲۷۷) میں موجود اس حدیث کے شاہد ہونے کے سبب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱/۲۷۶، حدیث نمبر: ۱۵۴) اور صحیح سنن ترمذی میں حسن قرار دیا ہے۔

(۴) دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، لابن القیم، ص۲۵، وشروط الدعاء وموانع الاجابہ، از: مولف، ص۵۱، ۵۲۔

۵- دعا کی آفتیں: دعا کی ان آفتوں میں سے جو دعاؤں کے اثرات مرتب ہونے سے مانع ہوتی ہیں یہ (بھی) ہے کہ بندہ جلدی مچائے اور قبولیت میں تاخیر محسوس کرنے لگے اور ناامید ہوکر (حسرت کرتے ہوئے) دعا کرنا ترک کردے' ایسے شخص کی مثال اس آدمی جیسی ہے جو کوئی بیج بوئے یا پودا لگائے اور اس کی خوب دیکھ ریکھ اور اس کی آبیاری کرے، اور پھر اس کے پختہ ہونے اور درجۂ کمال تک پہنچنے میں تاخیر محسوس کرکے اسے ترک کردے اور اسے یونہی ضائع وبرباد کردے(۱)۔

۶- دعاء کی قبولیت کے اوقات بہت ہی اہم ہیں' دعا کرنے والے کو چاہئے کہ اپنی دعا کے لئے ان اوقات کا اہتمام کرے' دعا کی قبولیت کے کچھ اہم اوقات یہ ہیں:

رات کا آخری تہائی حصہ' اذان کے وقت' اذان اور اقامت کے درمیان' فرض نمازوں کے بعد' جمعہ کے روز امام کے منبر پر چڑھنے سے لے کر نماز جمعہ کے ختم ہونے تک اور جمعہ کے روز عصر کے بعد کی ساعت' چنانچہ اگر ان اوقات میں دل حاضر ہوگا' اور رب سبحانہ وتعالیٰ کے حضور خشوع وخضوع' تواضع وانکساری' ذلت' گریہ وزاری اور رقت قلبی پائی جائے گی' دعا کرنے والا قبلہ رو اور حالت طہارت میں ہوگا' اللہ کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے گا' پہلے اللہ کی حمد وثناء اور پھر اللہ کے بندہ ورسول محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھے گا اور اپنی ضرورت پیش کرنے سے قبل توبہ واستغفار کرے گا' پھر اللہ کی طرف متوجہ ہوکر الحاح وزاری سے سوال کرے گا' اور اللہ کے اسماء وصفات اور اس کی توحید کا وسیلہ قائم کرے گا نیز اپنی دعاء سے پہلے صدقہ کرے گا تو یہ دعا کسی بھی صورت میں رد نہیں ہوسکتی (۲)۔

۷- وہ اہم ترین امور جن کا بندہ اپنے رب سے سوال کرتا ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ کو اللہ سے اپنے دین ودنیا کے معاملات میں ہر اس امر کا سوال کرنا چاہئے جس کی اسے ضرورت ہو' کیونکہ تمام خزانے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، اللہ عزوجل جسے عطا کرنا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں' اور جسے نہ دینا چاہے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں' نیز اللہ کو یہ چیز بہت محبوب ہے کہ اس سے سوال کیا جائے' لہٰذا بندہ کو چاہئے کہ اپنی ضرورت کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنے جوتے کا تسمہ بھی اللہ ہی

---

(۱) دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم، ص ۲۶، وشروط الدعاء وموانع الاجابہ، از مولف کتاب، ص ۳۹۔

(۲) دیکھئے: الجواب الکافی، لابن القیم، ص ۲۷، ۲۸، وشروط الدعاء وموانع الاجابہ، از مولف کتاب، ص ۴۵ تا ۹۱۔

سے مانگے' (البتہ) بندہ کو ان اہم اور عظیم ترین امور کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے جس میں اس کی حقیقی سعادت کا راز پنہاں ہے، ان میں سے نو اہم ترین امور حسب ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور اصلاح کا سوال کرنا۔

۲- اللہ تعالیٰ سے تمام گناہوں کی بخشش و مغفرت کا سوال کرنا۔

۳- اللہ عز جل سے جنت کا سوال کرنا اور اس سے جہنم سے پناہ مانگنا۔

۴- اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرنا۔

۵- اللہ عز وجل سے دین پر استقامت اور ثابت قدمی کا سوال کرنا۔

۶- اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دنیا و آخرت میں حسن انجام کا سوال کرنا۔

۷- اللہ تعالیٰ سے نعمت کی ہمیشگی کا سوال کرنا اور اس سے نعمت کے زوال سے پناہ مانگنا۔

۸- اللہ تعالیٰ سے مصیبت کی سختی سے' بدبختی کے ملنے سے' برے فیصلہ سے' اور دشمنوں کی شماتت سے پناہ مانگنا۔

۹- اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرنا (۱)۔

میں اللہ عز وجل سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس عمل کو خالص اپنے رخ کریم کے لئے بنائے اور اسے میرے لئے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے' اور جس تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ فائدہ پہنچائے، کیونکہ وہ سب سے بہتر ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

اللہ کی رحمت و سلامتی اور برکت نازل ہو اس کے بندہ و رسول، اور اس کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ذات، ہمارے نبی، ہمارے امام اور ہمارے اسوہ محمد بن عبداللہ ﷺ پر، آپ کے آل و اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔

(۱) دیکھئے: جامع العلوم والحکم، لابن رجب، ۲/ ۳۸ تا ۴۰ وشروط الدعاء وموانع الاجابہ، از مولف کتاب، ص ۱۳۶ تا ۱۴۹۔

فہرست موضوعات

ولسوف يعطيك ربك فترضى

مترجم کی علمی کاوشیں ایک نظر میں

الف: کتابیں:

۱- توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۲- سنت کا نور اور بدعت کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۳- اخلاص کا نور اور اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۴- ایمان کا نور اور نفاق کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۵- تقویٰ کا نور اور گناہوں کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۶- اسلام کا نور اور کفر کی تاریکیاں	ترجمہ	مطبوع
۷- نور وظلمات، کتاب وسنت کے آئینہ میں	ترجمہ	مطبوع
۸- جنت وجہنم کے نظارے' کتاب وسنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۹- سود کی تباہ کاریاں، کتاب وسنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۰- دعاء کے آداب وشرائط، کتاب وسنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۱- مسئلہ تکفیر: اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے مابین ایک جائزہ (کتاب وسنت کی روشنی میں)	ترجمہ	مطبوع
۱۲-ہدایت کا نور اور ضلالت کی تاریکیاں، کتاب وسنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۳-خضاب کی شرعی حیثیت، کتاب وسنت کی روشنی میں	ترجمہ	مطبوع
۱۴-ہندسوں میں ایمانی تربیت کے نقوش	ترجمہ	مطبوع
۱۵-مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کی دیگر مساجد کی زیارت کا حکم	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۶-جمہوریت کی حقیقت، ایک شرعی جائزہ	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۷-علم تفسیر' حدیث اور فقہ کی اہمیت	ترجمہ	غیر مطبوع
۱۸-اسلاف کی طرف رجوع کا پیغام	ترجمہ	غیر مطبوع

ب: فولڈرس:

مختلف دینی موضوعات پر درج ذیل دس دعوتی واصلاحی فولڈر:

۱- زکاۃ، فرضیت اور احکام ومسائل
۲- رمضان المبارک کے احکام ومسائل
۳- سودی بینکوں میں شرکت اور فائدہ کے عوض...
۴- زیارت مسجد نبوی، احکام وآداب
۵-مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ کی دیگر مساجد کی زیارت کا حکم
۶- ولایت اور کرامت ایک علمی وتحقیقی جائزہ
۷- تعویذ گنڈہ' دم اور جھاڑ پھونک کی شرعی حیثیت
۸- حج وعمرہ اور زیارت مسجد نبوی
۹- جائز وناجائز وسیلہ کی حقیقت
۱۰- جائز وناجائز تبرکات